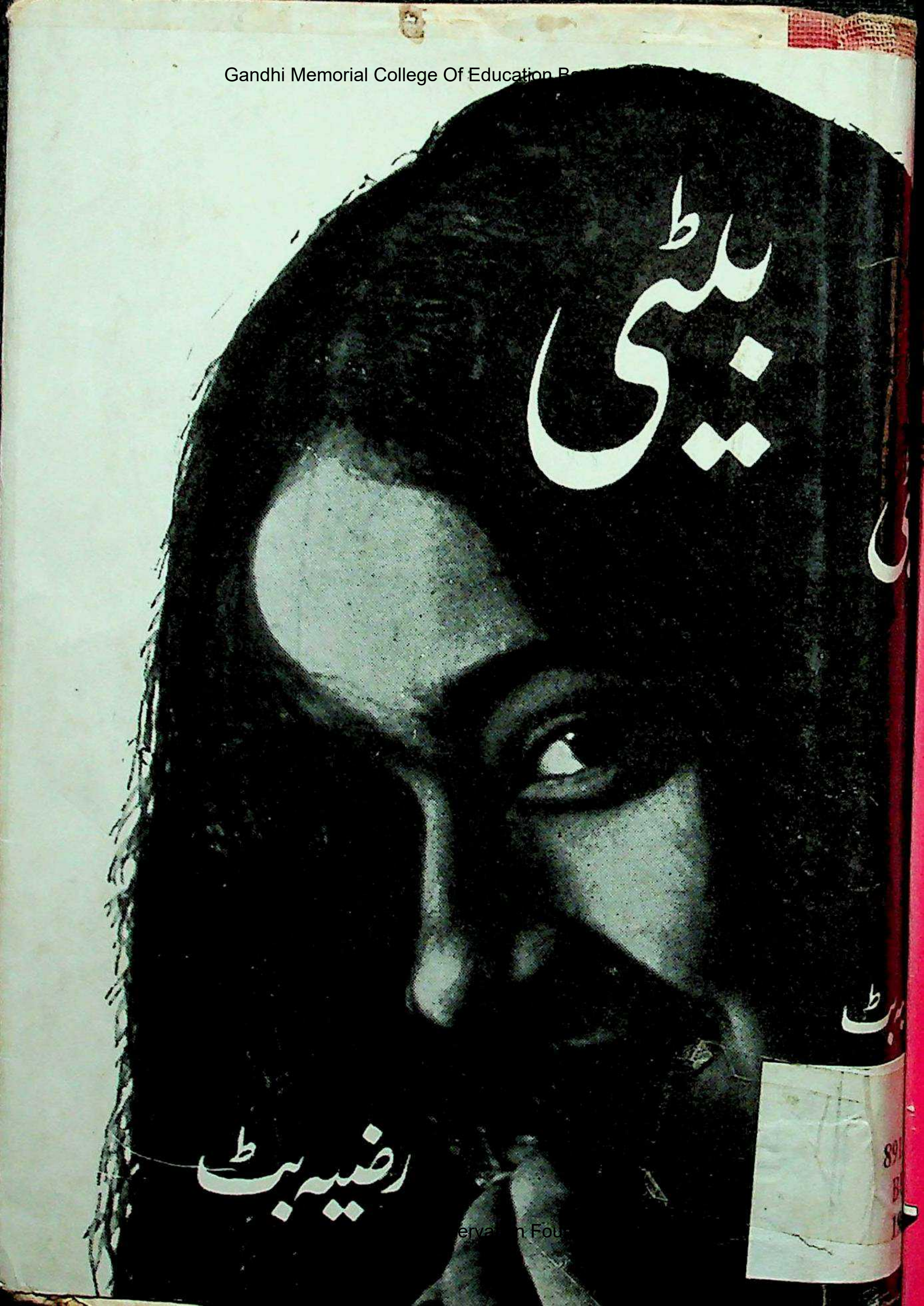

بیٹی
رضیہ بٹ

بیٹی

"BETI"

By:-

RAZIA BUT

PRICE Rs. 45/=

رضیہ بٹ

سن اشاعت۔ 1991

نیو لیتھو آرٹ پریس دہلی

پبلشرز

ہمانشو پبلیکیشنز

F.U.6 ایف یو۔ 6 وشاکھا انکلیو

پیتم پورہ۔ دلی 110034

سول ایجنٹ:

آہلووالیہ بک ڈپو

9988۔ نیو روہتک روڈ

گلی نمبر 6۔ سرائے روہیلا

پوسٹ بکس نمبر 2597

نئی دلی نمبر 110005

انتساب :-

پیپل کے اس بوڑھے درخت

کے نام

جس کے سائے میں

میرے بچپن

اور جوانی کے بے شمار

واقعات

دفن ہیں :-

رضیہ بٹ

کار بڑے زور سے لڑکھڑائی تھی ۔
" اوئی اللہ ـــــ یہ کیا ہوا ـــ ؟" بیگم عابدہ نے کہا ۔
بریک لگاتے ہوئے شیخ اسحاق نے بیوی سے کہا ۔
" شاید ٹائر پنکچر ہوگیا ہے ۔ ؟"
عابدہ نے پچھلی سیٹ پر سوئی ہوئی اپنی چند دن کی بچی کو دیکھا ۔ اور پھر مطمئن ہوگئی ۔
بچی ابھی تک سو رہی تھی ـــ اور اس کے ساتھ ہی شیخ اسحاق کی دوسری بیگم نوزین بیٹھی ان جانی سوچوں میں گم تھی ۔
شیخ اسحاق نے کار سے اتر کر ٹائر کا معائنہ کرتے ہوئے کہا ۔
" دوسرا ٹائر بدلنا پڑے گا " وہ گاڑی خود چلا رہے تھے ـــ اور ڈگی میں ایکسٹرا ٹائر موجود تھا چنانچہ وہ ڈگی کھول کر ٹائر نکالنے لگے ۔
پھر انہوں نے جیک لگایا تاکہ پہیہ تبدیل کر سکیں ۔

شوہر کو اتنی محنت کرتے دیکھ کر بیگم عابدہ نیچے اتریں — اور ان کا
ہاتھ بٹانے لگیں۔

بیگم نوزین بھی اتر آئیں۔ وہ یوں خاموشی سے سب کچھ دیکھ رہی تھیں
جیسے ان لوگوں سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو۔

پسینے میں شرابور شیخ اسحاق اس ویران سڑک پہ کسی کی امداد بھی
نہ لے سکتے تھے۔ وہ کام میں مگن تھے — انہوں نے عابدہ سے کہا۔
"بیگم تم آرام کرو — تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے" وہ چپکی
کھڑی ہوگئیں۔ شیخ اسحاق نے نوزین کی طرف دیکھا — مگر اس نے کوئی
پرواہ نہ کی۔

شیخ اسحاق جو بہت بڑے کاروباری شخص تھے — شہر میں ان کا
بے شمار کاروبار اور کئی کارخانے تھے — اپنی چہیتی بیگم کو اپنی بچی کی پیدائش
کے تیسرے دن ان کے والدین کے گھر سے اپنے گھر لا رہے تھے۔

بیگم عابدہ غریب والدین کی بیٹی تھیں — اور شیخ اسحاق بیوی کا
بوجھ ان پر ڈالنا نہیں چاہتے تھے — یہ الگ بات ہے کہ ولادت عابدہ کے
والدین کے ہاں ہوئی تھی — مگر تیسرے ہی دن وہ بیگم اور بیٹی کو وہاں
سے اپنے گھر لے جا رہے تھے — وہ دوسرے شہر میں رہتے تھے —
جو وہاں سے ڈیڑھ سو میل سے کم نہ تھا۔ چنانچہ وہ کار بھی خود ہی
چلا رہے تھے۔

خدا نے ان کی تمنا پوری کی تھی۔ بڑی چاہتوں کے بعد انہوں
نے اولاد کا منہ دیکھا تھا۔

کار کا پہیہ تبدیل کر دیا گیا۔ تھرماس سے پانی نکال کر وہ ہاتھ صاف

کرتے ہوئے بولے ۔ کم بخت یہیں پنکچر ہونا تھا اس نے ۔"

پھر بیگم نورین اگلی سیٹ پر شیخ اسحاق صاحب کے ساتھ بیٹھ گئیں۔ اور بیگم عابدہ پچھلی سیٹ پر بچی کے مقابل ۔ گاڑی چلتی رہی ۔ بچی بدستور سو رہی تھی ۔ بیگم عابدہ نے اچانک —— بچی کو پیار سے چھوا —— وہ کپڑوں میں لپٹی پڑی تھی ۔

انہیں یوں لگا جیسے کپڑوں کی اس گٹھڑی میں بچی نہیں ہے ۔ گھبرا کر انہوں نے گٹھڑی ٹٹول ڈالی ۔ بچی وہاں موجود نہ تھی ۔ چیخ عابدہ کے منہ سے نکلی ۔

"کیا ہوا ؟" گھبرا کر شیخ صاحب اور بیگم نورین بولیں ۔

"بچی کہاں ہے ۔ ؟" وہ بولی ۔

"بچی —" شیخ صاحب نے اسی قدر کہا اور پھر انہوں نے بریک لگا دیئے ۔

انہوں نے پوری کار کی ڈگی تک کو چھان مارا ۔ جیسے بچی بھی کوئی بے جان اوزار ہے ۔ مگر بچی وہاں موجود نہ تھی ۔

بیگم نورین اور عابدہ دونوں رو رہی تھیں —— اور شیخ اسحاق کو یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی ان کا دل مسل رہا ہے ۔

بیگم عابدہ بے ہوش ہو گئیں ۔ بڑی مشکل سے انہیں ہوش میں لایا گیا ۔

بیگم نورین کہہ رہی تھیں —— " آخر وہ کہاں جا سکتی ہے "

" ہمیں واپس چلنا ہو گا —— وہاں جہاں ہم نے ٹائر تبدیل کیا تھا ۔

مگر ان کا دل کہہ رہا تھا۔
"بچی ان سے بچھڑ گئی — نصف گھنٹے بعد بچی وہاں سے کیسے مل سکے گی۔"
مگر دنیا امید پر قائم ہے۔ بیگم عابدہ کا برا حال تھا — اور بیگم نورین بھی یوں بے حال تھیں جیسے ان کی اپنی بچی گم ہو گئی ہو۔
گاڑی واپس لائی گئی۔ مگر بچی نہ ملی۔
وہ لوگ واپس عابدہ کے والدین کے ہاں پہنچے — اور وہاں بھی اس خبر سے کہرام مچ گیا۔
لٹے ہوئے قافلے کی طرح — وہ لوگ گھر لوٹ آئے۔ پولیس کو اطلاع دی گئی۔
ان کی دنیا اندھیری ہو چکی تھی — وہ دو دن بھی اولاد کی خوشیاں نہ دیکھ سکے تھے۔
قدرت بڑی ستم ظریف بھی ہے — اور انسان کمزور — قدرت جو کرتی ہے — کسی کے تصور میں بھی نہ تھا کہ اچانک ایسا دل دہلا دینے والا واقعہ بھی ہو سکتا ہے۔

کار میں ــــ عبداللہ خان اپنی چہیتی بیگم کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ وہ ایک بڑے زمیندار تھے ــــ زمینیں مکان۔ باغات کیا کچھ نہیں تھا ان کے پاس ــــ دنیا کی ہر نعمت ان کے قدموں میں تھی۔
مگر خدا نے انہیں پھر بھی تشنہ رکھا تھا ــــ وہ اولاد کی نعمت سے محروم تھے ــــ اور ان کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش اولاد تھی۔ بیگم جبیں اور شوہر ادھر ادھر کی باتیں کر رہے تھے۔ اچانک انہوں نے چلا کر کہا۔

"کار روکو ــــ خدا کے لئے کار روکو ــــ"

انہوں نے کار روک دی ــــ اور بولے "کیا بات ہے۔؟"

"وہاں کچھ نیچے سڑک پر ایک بچہ پڑا ہے ــــ" بیگم بولیں۔

"بچہ پڑا ہے۔؟" وہ بولے ــــ "کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو۔؟"

"میں نے خود دیکھا ہے ــــ" وہ بولیں۔

"بیگم — کوئی بچہ پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ بچے کی تشنگی نے تمہیں دیوانہ کر رکھا ہے ۔" خان صاحب نے جواب دیا۔

" سرتاج —" وہ بڑے جذباتی انداز میں بولیں۔

" آپ کار موڑیں — میں نے خود بچہ دیکھا ہے —"

" کوئی جانور ہوگا —" خان صاحب بڑبڑائے — اور پھر انہوں نے کار موڑ لی — اور جب وہ فرلانگ بھر پیچھے پہنچے — ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی — چند روز کا ایک بچہ ایک مختصر کپڑے میں لپٹا ہوا — سڑک کے کنارے پڑا تھا — لپک کر بیگم جبیں نے اسے اٹھا لیا۔

" دیکھو تو میں نہ کہتی تھی — کہ وہاں بچہ پڑا ہے —"

بیگم جبیں نے یوں شوہر سے کہا جیسے یہ بچہ خود انہوں نے پیدا کیا ہے۔

" بچی ہے —" خان صاحب نے کہا۔

" ہاں — کتنی پیاری ہے —" بیگم جبیں بولیں۔

" بیگم نہ جانے کس دل جلے کی اولاد ہے —" خان صاحب نے کہا۔

" دل جلے کی —" بیگم جبیں نے کہا۔

" ہمیں خدا نے دی ہے — میں اسے بیٹی بنا لوں گی —"

" ضرور، ضرور —" خود خان صاحب خوش تھے — انہوں نے کہا —

" زمانہ کتنا خراب آگیا ہے — قیامت نزدیک ہے —"

" کیوں ۔ ؟" بیگم صاحبہ تو خوشی میں بہت سی باتیں بھول گئیں تھیں۔

"چند روز کی بچی ہے ۔۔۔ نہ جانے کس کمبخت نے اپنا گناہ چھپانے
کیلئے اسے سڑک پر ڈال دیا ہے ۔۔۔" خاں صاحب نے بتایا۔
بیگم صاحبہ نے یوں بچی کو خود سے علیحدہ کیا جیسے اس ناپاک کا
جسم بیگم صاحبہ کا لباس تک ناپاک کر دے گا۔ یا جیسے وہ بچی نہ ہو بلکہ
بچھو کا کوئی بچہ ہو۔ مگر خان صاحب بولے۔
"بیگم اس معاملے میں یہ معصوم بے گناہ ہے ۔۔۔ یہ پاک بھی ہے
اور معصوم بھی۔ اس کے والدین کے قصور کی سزا اسے دینا بھی تو جرم
ہے ہم اسے بیٹی بنا کر پالیں گے۔
"جی سرتاج ۔۔۔" وہ بولیں۔ مگر الفاظ میں وہ گرمی نہ تھی۔
پھر بیگم نے بچی کو دیکھا وہ مسکرا رہی تھی ۔۔۔ ممتا کی ایک
لہر ان کے دل سے اٹھی اور انہوں نے بچی کو چوم لیا۔
پھر بولیں ۔۔۔" ہاں واقعی اس بچی کا کیا قصور ہے ۔۔۔ یہ تو
شبنم کی طرح پاک ہے۔ ہم اس کا نام شبنم رکھیں گے۔ بیگم صاحبہ
بولیں ۔۔۔"
"ٹھیک ہے ۔۔۔" خان صاحب نے جواب دیا ۔۔۔" اب تمہیں گھر
جا کر مشہور کر دینا ہوگا کہ یہ ایک لاوارث بچی ہے۔ جسے تم نے
گود لے لیا ہے ۔۔۔"
"ہاں ۔۔۔" بیگم جبیں خوش ہو کر بولیں ۔۔۔" یہ ٹھیک ہے۔" وہ
بہت خوش تھیں۔
پھر وہ بچی کو لئے۔ کار میں آ بیٹھے۔ خان صاحب کے چہرے پر
بھی خوشی نمایاں تھی۔

اچانک اولاد مل جانے سے ان کا دل خوشیوں سے بھر گیا تھا. خان صاحب اور بیگم یوں بچی کو دیکھ رہے تھے جیسے وہ ان کی حقیقی اولاد ہو — اور بچی کی مسکراہٹ میں وہ اپنائیت تھی کہ بیگم صاحبہ ایک عجیب سے سرور سے دو چار تھیں۔
ماُمتا کے سرور سے ۔

شیخ اسحاق ایک رئیس آدمی تھے ـــ دولت انہیں ورثے میں بھی ملی تھی ـــ اور خود انہوں نے بھی انتھک محنت کے بعد اس میں اضافہ کیا تھا انہوں نے دولت کو غرور کا نشان نہ بنایا تھا ـــ وہ بڑے ہر دلعزیز سوشل اور غریبوں کے ہمدرد تھے۔

ابتدائی زمانے میں ہی ان کی شادی ان کی چچازاد بہن ـــ نورین سے کردی گئی۔

نورین خوبصورت بھی تھی ـــ اور تعلیم یافتہ بھی ـــ پھر وہ بھی ایک اچھے گھرانے اور امیر خاندان سے تھی۔ اپنا ہی خون تھا ـــ شیخ صاحب اس شادی سے بیحد خوش تھے۔ انہوں نے خود نورین سے شادی کی خواہش کی تھی۔ نورین ان کا آئیڈیل تھی۔

وہ محود ماں باپ کی اکلوتی اولاد تھے ـــ گھر میں دوسرا کوئی چھوٹا بھائی بھی نہ تھا ـــ اور نہ کوئی بہن ـــ وہ دوسروں کے بچوں کو

دیکھتے تو ان کے دل میں اپنے بچے کے لئے خواہش سر اٹھاتی۔ مگر پانچ سالہ ازدواجی زندگی کے بعد بھی بیگم نوزین بچہ پیدا کرنے میں ناکام رہیں۔

شیخ صاحب کا دل بھر گیا — وہ اب مزید انتظار بھی نہ کر سکتے تھے اور نہ ہی یہ ان کے بس میں تھا کہ وہ نوزین کو چھوڑ دیں — کیونکہ وہ ان کے خاندان سے بھی تھی — اور ان کی بیگم بھی۔ چنانچہ ایک روز انہوں نے کہا۔

"بیگم اگر تم اجازت دو تو میں دوسری شادی کر لوں۔ خدا کا دیا سب کچھ ہے۔ مگر میں اولاد کو ترستا ہوں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ اپنا سب کچھ دے کر بھی بچہ حاصل کر لوں۔ مگر کیا کروں۔ اولاد خریدی بھی نہیں جا سکتی۔ مگر میں وعدہ کرتا ہوں کہ دوسری بیگم کو تم سے زیادہ نہ چاہوں گا — مجھے بچے کی ضرورت ہے — اور میں مجبور ہوں —"

گھر میں ایک طوفان ہی تو آگیا — بیگم نوزین نے اپنے والدین کو بلا لیا۔

مگر ان سب نے مشورہ دیا کہ شیخ صاحب سچائی پر ہیں — انہیں دوسری شادی کر لینی چاہیئے۔

لاچار نوزین نے اجازت دے دی۔

شیخ صاحب کسی غریب مگر خوبصورت لڑکی سے شادی کرنا چاہتے تھے۔ ان کے پاس کیا نہیں تھا — چنانچہ انہوں نے جلد ہی ایک رشتہ تلاش کر لیا [illegible]

عابدہ پڑھی لکھی تو تھیں ۔ مگر ان کے والدین غریب لوگ تھے وہ بے حد شریف اور خوبصورت تھیں ۔ جب ان کے والدین نے اتنا اچھا رشتہ دیکھا تو اس بات کو نظر انداز کرکے شیخ صاحب کی پہلی بے اولاد بیوی موجود ہے ہاں کر دی ۔

شیخ صاحب بڑی دھوم دھام سے عابدہ کو بیاہ کر گھر لے آئے ۔ عابدہ اب ان کی توجہ کا مرکز تھی ۔

بیگم نورین نے اسے محسوس کیا ۔ ہر سوتن کی طرح وہ بھی رقابت کی آگ میں جلنے لگیں ۔ اور جب انہوں نے یہ سنا کہ بیگم عابدہ بچے کی ماں بننے والی ہیں تو نورین پر تو گویا بجلی گر گئی ۔

شیخ صاحب اب عابدہ پر زیادہ توجہ دیتے ۔ اس کے چاؤ چونچلے کئے جاتے ۔

وہ شوہر کا زیادہ پیار پا چکی تھیں ۔ اور گھر میں اس کی عزت زیادہ تھی ۔ شیخ صاحب نے اس دوران نورین کو نظر انداز کر دیا تھا ۔ نورین کے علم میں تھا کہ جب عابدہ ماں بن جائے گی ۔ تو وہ گھر پر راج کرے گی ۔ اس کا اور اس کے بچہ کا اس کے شوہر پر سکہ چلے گا ۔ جبکہ خود نورین ملازمہ بن کر رہ جائے گی ۔

وہ اسی سوچ میں تھیں کہ کسی طرح عابدہ کا وقار ختم کر دیا جائے ۔ اور جب ولادت کے دن قریب آئے تو عابدہ کی والدہ انہیں اپنے گھر لے گئیں ۔ تاکہ ولادت میں بچی کی خود خدمت کر سکیں اور وہ دن بھی آن پہنچا جب شیخ صاحب اور عابدہ کے ویران گلستان میں بہار آگئی ۔ خدا نے انہیں چاند سی بچی دی تھی

شیخ صاحب کو تار دیا گیا ــــ وہ نورین کو ساتھ لے کر سبھی کام کاج چھوڑ کر عابدہ کے گھر روانہ ہو گئے ــــ بچی کو دیکھ کر ان کا دل کھل اٹھا وہ اس سے پل بھر کی جدائی برداشت نہ کر سکتے تھے ــــ چنانچہ انہوں نے اصرار کیا کہ وہ بچی اور عابدہ کو لے جائیں گے۔

ہر چند عابدہ کے گھر والوں نے اصرار کیا کہ ابھی عابدہ اور بچی سفر کے قابل نہیں ہیں مگر وہ انہیں لے کر چل پڑے۔

انہیں کیا معلوم تھا کہ قدرت کو کچھ اور ہی منظور ہے ــــ جب وہ بچی کو کار میں لے کر روانہ ہوئے تو بیگم نورین گھر میں اپنی پوزیشن کے بارے میں سوچ رہی تھیں ــــ انہیں بچی ایک چڑیل لگتی تھی جو انہیں ان کے شوہر کے پیار سے بالکل محروم کر دے گی۔

انہوں نے سوچا۔ کسی طرح اس بچی سے چھٹکارا پایا جائے۔ اگر اس کے بس میں ہوتا تو وہ بچی کا گلا گھونٹ دیتی ــــ مگر اس طرح وہ مجرم بنتی تھی۔

اسی دوران کار کا ٹائر پنکچر ہو گیا اور کار کا پہیہ بدلنے کے لئے انہیں کار روکنا پڑی ــ عابدہ نے بچی کو جو سو رہی تھی نورین کے قریب پچھلی سیٹ پر ڈال دیا تھا۔ اور جب کار کو جھٹکا لگا اور وہ رکی تو بچی جاگ گئی۔

بیگم نورین نے اسے دیکھا ــ وہ بیگم نورین کی طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھی بیگم نورین کو یوں لگا جیسے وہ ان کی بے بسی کا مذاق اڑا رہی ہو ــ ان کے دل میں یہ مسکراہٹ نفرت کا طوفان بن کر ابھری۔

خابدہ ــــ شیخ صاحب کے ساتھ یہ بھید تبدیل کرنے میں مدد دے رہی تھی۔ موقع سے فائدہ اٹھا کر نورین نے بچی کو اٹھایا ــــ اور آنکھ بچا کر کچھ پیچھے سڑک کے کنارے ڈال دیا۔

اس کے خیال میں بچی وہاں خود ہی ہلاک ہو جاتی ــــ مگر جسے قدرت زندگی دے اُسے انسان کہاں مار سکتا ہے۔

بیگم نورین نے تو بچی کو سڑک کے کنارے ڈال دیا تھا ــــ مگر قدرت نے اسے بیگم جہاں کی گود میں لا ڈالا جو خود بے اولاد تھیں ــــ اور ان کے گھر میں بچی کے دم سے رونق آگئی۔

یہ الگ بات ہے کہ وہ اس بچی کو کسی عیاش ماں۔ اور بدمعاش باپ کے گناہ کی نشانی خیال کر بیٹھے۔

باپ بن کر بھی ــــ شیخ صاحب اولاد کی خوشی اور قرب سے محروم رہے۔

اور ہر چند کہ خانصاحب کو خدا نے اولاد نہ دی تھی ــــ ان کے سونے سونے آنگن میں خدا نے ایک پھول سی بچی کے قدم پہنچا دیئے ــــ جوان کیلئے ایک خوبصورت زندہ کھلونا تھی۔

ایسا کھلونا جس کی ہر شخص خواہش کرتا ہے۔

یہ تھے وہ حالات جنہوں نے ایک خاندان کو خوشیاں دیں ــــ جب کہ دوسرے خاندان کی خوشیاں چھین لیں۔

شیخ اسحاق کی دنیا اندھیری ہو گئی تھی ـــ بچی کا کوئی ایسا غم تو نہ تھا جسے فراموش کر دیا جاتا۔

وہ سوچ بھی نہ پائے تھے کہ نورین نے جسے وہ والہانہ چاہتے ہیں ـ ان سے اتنا گھناؤنا انتقام لیا ہے ـ

پولیس میں رپورٹ درج کرا دی گئی ـــ اور بچی کی تلاش کا ایک بڑا انعام مقرر ہوا ـــ مگر بچی وہاں بہت دور ایک بے اولاد مالن کی گود میں گرم بستر پر پڑی آرام کر رہی تھی ـــ وہ ان کی پہنچ سے باہر تھا اور اس کے نئے والدین بھی اس بات سے بے خبر کہ دور دوسرے شہر میں ایک گھر ـــ اس بچی کی جدائی کی آگ میں جل رہا تھا جسے وہ یہاں لائے تھے ـــ جس نے انہیں خوشیاں بخش دی ہیں ـ پولیس بچی کو تلاش کرنے میں ناکام رہی ـــ اور یہ پولیس کے بس میں بھی نہ تھا ـ

شیخ صاحب نے بیگم سے کہا کہ کوئی جنگلی جانور بچی کو اٹھا لے گیا ـ

اور ہنے گن وہ معصوم جان اس کی خوراک بن گئی — مگر ماں کے دل کو سکون نہ تھا۔

وہ بار بار چلاتی تھی — "نہیں — میری شبنم زندہ ہے — میری شبنم مجھے بلا رہی ہے — اسے لاؤ —"

دن رات اسے نیند نہ آرہی تھی — اس کا لباس منتشر اور بال بکھرے ہوئے رہتے — اس نے خود پر توجہ دینا بھی چھوڑ دی تھی — وہ نیم پاگل ہو گئی تھی — وہ رات رات بھر جاگتی اور روتی رہتی — اکثر وہ دروازے میں کھڑی ہو جاتی اور اس گڑریا کو بد دعائیں دیا کرتی جو اس کا شوہر بچی کی پیدائش کے وقت کمیشن کر لے گیا تھا۔

محلے میں نکل جاتی — اور محلے بھر کے بچوں کو بلاتی — پیار کرتی اور جب ان کے والدین اپنے بچوں کو اس سے دور لے جاتے تو وہ رو رو کر برا حال کر لیتی — محلے بھر میں وہ منحوس عورت خیال کی جانے لگی تھی — عورتیں کہا کرتیں۔

"اس بلا سے اپنے بچوں کو دور رکھو۔ یہ بچوں کو ہضم کر جاتی ہے۔ خود اس نے اپنی اولاد کو ہضم کر لیا۔"

شیخ اسحاق بڑے پریشان تھے — بے چارے اپنے کام میں بھی کم توجہ دیتے اور بیوی کی دلجوئی میں لگے رہتے — مگر بیوی کو کسی بھی صورت سکون نہ تھا۔ وہ جانتے تھے کہ اولاد سے بچھڑنے کا غم کتنا جان لیوا ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کے دل کو بھی یہ چرکہ لگا تھا — شبنم خود ان کی اولاد بھی تو تھی — مگر وہ مرد تھے — انہوں نے بچی کو بے حد تلاش کیا تھا — مگر پھر

وہ رضائے الٰہی خیال کر کے چپ ہو گئے تھے ___ خدا کی مرضی یہی تھی ___ خدا کے کاموں میں وہ کیا دخل دے سکتے تھے ۔
عابدہ سوکھ کر کانٹا ہو گئی تھی ___ دن رات رونے کے باعث انہیں اندیشہ تھا کہ کہیں عابدہ اندھی ہی نہ ہو جائے ۔
دوسری طرف بیگم نورین تھیں ___ وہ خود کو مجرم خیال کرتیں ___ جب وہ عابدہ کی حالت دیکھتیں تو ان کے دل میں خیال پیدا ہوتا کہ مجرم وہ خود ہیں انہوں نے گھر کو اجاڑ کر اچھا نہیں کیا ___ مگر پھر ___ جذبۂ رقابت ودھیان میں آجاتا ___ اور یہ اس رحم پہ غالب آجاتا جو ان کے دل میں سر اٹھاتا تھا ۔
شیخ صاحب بیچارے اپنا زیادہ وقت بیوی کی تیمارداری میں صرف کرتے اور انہیں تسلی دیتے کہ خدا کے کاموں میں انسان کا دخل نہیں ہے ___ خدا جو کرتا ہے درست کرتا ہے ___ صبر کرو ___ خدا تمہاری گود ضرور بھر دیگا اور اس کے در سے امید رکھو اگر ہماری بچی زندہ ہے تو وہ ایک نہ ایک روز ضرور ہم سے آن ملے گی ۔
مگر ان الفاظ سے عابدہ کو سکون نہ مل سکتا تھا ___ اس کا سکون تو اس کی بچی تھی ___ جو دنیا کی بے پناہ دستوں میں گم ہو گئی تھی ___ اور مامتا کی کوئی بھی وقت اسے تلاش نہ کر سکتی تھی ۔
اور پھر گھر میں خوشی کا پیغام آیا ۔ بیگم نورین ___ ماں بننے والی تھیں ۔ عجیب بات تھی ___ شیخ صاحب نے نورین کی طرف سے مایوس ہو کر تو دوسری شادی کی تھی اور جب دوسری بیوی سے حاصل کردہ بچی کو گنوا

بیٹھے تو نورین نے انہیں خوشی کا مژدہ سنایا ــــ وقتی طور پر غم کم ہو گئے۔

اب گھر میں عابدہ کی وہ پوزیشن نہ تھی جو پہلے ہوا کرتی تھی ــــ شیخ صاحب کی توجہ کا مرکز نورین تھی کیوں کہ وہ ماں بننے والی تھی ــــ اور اس گھر کا وارث انہیں دینے کا مژدہ اس نے سنایا تھا۔

عابدہ کا تو اب بُرا وقت تھا ــــ اور نورین خود کو کسی ملکہ سے کم خیال نہ کرتی تھی۔ وہ خوش تھی، اس نے میدان مار لیا تھا ــــ اور شوہر کا دل بھی جیت لیا تھا۔

عابدہ سارا سارا دن اپنے کمرے میں بند آنسو بہاتی رہتی۔ اکثر وہ کھانا بھی نہ کھاتی اور کئی کئی دن بعد شیخ صاحب اس کی خبر لیتے۔

اسی دوران شیخ صاحب کو ایک پولیس رپورٹ ملی جس نے ان کے زخموں پر کسی قدر مرہم رکھ دیا جو بچی کی گمشدگی کے باعث ان کے دل پر لگے تھے۔

پولیس نے رپورٹ دی تھی ــــ کہ دوسرے شہر کی پولیس کو اسی دن جس دن شیخ صاحب کی بچی گم ہوئی ــــ ایک نوزائیدہ بچی کی لاش ملی تھی ــــ جو انہوں نے دفن کردی۔

ظاہر ہے کہ وہ ان کی ہی بچی ہو سکتی تھی ــــ کیونکہ ہر روز تو لوگوں کی نوزائیدہ بچیاں گم نہیں ہوا کرتیں۔

وہ عابدہ کے پاس پہنچے ــــ وہ افسردہ تھے ــــ انہوں نے بڑے دکھ سے عابدہ سے کہا۔

"عابدہ بچی کا پتہ چل گیا۔

وہ گویا اچھل کر اٹھ بیٹھی ۔۔۔ اور چلا کر بولی ۔

"کہاں ہے میری بچی ۔۔۔؟"

"حوصلہ کرو عابدہ ۔۔"

وہ بولے

"میری پوری بات تو سنو ۔۔ اب دل کو تسلی دو ۔۔۔ پولیس نے پتہ چلایا ہے کہ بچی ختم ہو گئی ۔۔"

"اوہ ۔۔۔"

عابدہ یوں پلنگ پر گر گئی جیسے اس کا سب کچھ لٹ گیا ہو ۔

میری بچی مر گئی ۔۔"

"ہاں عابدہ ۔۔"

وہ بولے

"شبنم میری بچی بھی تو تھی ۔۔۔ میں نے صبر کر لیا اب تم بھی صبر کرو۔ خدا تمہاری گود ضرور بھر دے گا ۔"

شیخ صاحب نے تسلی دی ۔

مگر عابدہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری تھا ۔

شبنم بڑی خوبصورت ـــــ اور پیاری بچی تھی۔

خاون صاحب نے اسے یوں بیٹی بنا لیا تھا جیسے وہ واقعی ان کی سگی اولاد ہو۔ وہ اس سے پل بھر علیحدہ نہ ہوتے تھے۔

"بچی ـــــ دو ماہ کی ہوگئی تھی۔ بچی کے لئے وہ بازار سے کھلونوں کے ڈھیر اٹھا لائے ـــــ اس کی ضروریات کا بیحد سامان خریدا گیا۔ اس کے آرام کا پورا پورا خیال رکھا گیا ـــــ اور ملازم صرف بچی کیلئے مزید رکھے گئے۔

ایک بچہ تھا ـــــ جو بچی کو کھلاتا تھا۔ دوسری گورنس تھی ـــــ جو بچی کی خدمت کرتی ـــــ اس کے لباس خوراک اور ضروریات کا خیال رکھتی۔

بیگم جبیں ـــــ بھی یوں خوش تھیں ـــــ اور بچی کو یوں سینے سے چمٹائے تھیں جیسے وہ ان کی سگی اولاد ہو۔ گو بعض اوقات انہیں خیال آتا کہ یہ بچی گناہ کی پیداوار ہے ـــــ اس کا وجود ناپاک ہے۔

مگر پھر ـــــ ممتا کا جذبہ غالب آجاتا ـــــ وہ پل بھر کے لئے بچی کو

نظروں سے اوجھل نہ کرتیں۔

ایک بار جب بچی بیمار پڑ گئی ـــ تو بیگم جبیں نے رات بھر جاگ کر گزاری اور بچی کی تیمارداری کرتیں رہیں۔

خان صاحب جب کھانا کھانے بیٹھتے ـــ وہ بچی کو گود میں لئے رکھتے اور ان کی بیگم یوں دیکھ دیکھ کر انہیں خوش ہوتیں جیسے وہ سگے ماں باپ ہوں"

ایک روز بیگم جبیں نے مسکرا کر شوہر سے کہا۔

آپ تو یوں بچی کو گود میں لئے بیٹھے ہیں جیسے یہ خود آپ کی اولاد ہو ـــ اور آپ ہی کا خون ہو ـــ"

خاں صاحب نے کہا" بیگم ـــ خون ایک سا ہوتا ہے ـــ ہر انسان کا خون سرخ ہوتا ہے اور دنیا کے بے شمار جانداروں میں انسان ایک مشترک نسل سے تعلق رکھتا ہے ـــ پھر کیوں نہ انسان انسان کے بچے سے پیار کرے۔ نہ جانے کہاں اس کا اور ہمارا خون کس پشت میں مشترک ہو ـــ آخر ہم سب آدم کی اولاد تو ہیں"

" مگر ناپاک خون پاک تو نہیں ہو سکتا" بیگم نے کہا۔

خان صاحب نے بچی کو چوم لیا اور بولے " کون جانے یہ بچی کون ہے اور کس کے جگر کا ٹکڑا ـــ اور کیا معلوم یہ کسی ماں باپ کی قانونی اولاد ہو۔

" ہاں ہو سکتا ہے ـــ" وہ بولیں۔

" بہر حال کچھ بھی ہو منی ہماری بچی ہے ـــ اور ہمیں اس سے پیار ہے۔

" یہ میری بیٹی ہے ـــ میں اسے پالوں گی اور کسی بڑے گھر کی بہو بناؤں گی۔

"بس پیار آگیا نا ——" خان صاحب مسکرائے۔

اور بیگم جبیں نے اُسے گود میں لے لیا۔

بہرحال گھر بھر کی نگاہوں کا نور —— اور گھر بھر کے دل کا سرور یہ منی سی بچی ہی تو تھی —— اور گھر بھر کو اس سے والہانہ پیار تھا۔

گورنس بڑی اچھی عورت تھی —— وہ منی کی پرورش توجہ اور پیار سے کر رہی تھی —— اور اس بات سے بے خبر کہ منی بیگم صاحبہ کی اپنی بچی نہیں ہے۔ اور اس بات سے کیا بے خبر کہ منی جن حالات میں انہیں ملی —— اس میں سو فیصدی اس بات کا امکان تھا کہ وہ جائز اولاد نہیں ہے —— اور سفید کپڑے پر گندگی کا نشان لگانا کون پسند کرتا ہے۔ جہاں بھی گناہ کا تصور آجائے —— حالات کچھ بھی ہوں —— انسان کے ذہن اور دل میں نفرت ضرور پیدا ہو جاتی ہے۔

مگر خان صاحب اور بیگم صاحبہ کو تو ایک تشنگی تھی —— اولاد کی تشنگی اور وہ اس پیاس کو کسی بھی بچے کے قرب سے بجھانا چاہتے تھے —— اور جس بچے سے انہوں نے اپنے اس خلاء کو پُر کیا تھا وہ منی تھی —— جو بقول بیگم جبیں —— خدا نے ان پر رحم کیا تھا —— اور انہیں دی تھی۔

بیگم صاحبہ بیمار ہو گیئں ــــ اچانک بیماری کی وجہ معلوم نہ تھی ــــ ان کا سر بھاری تھا اور بخار بھی تھا ــــ وہ بے سدھ پڑی تھیں ــــ گورنس نے عمر دلانے میں خان صاحب کو اطلاع دی ۔

"سرکار بیگم صاحبہ کو بخار ہے۔"

"کب سے ــــ؟" وہ بولے

وہ صبح تو زمینوں سے واپس لوٹے تھے ــــ اور بیگم نے روایتی انداز میں مسکراکر ان کا استقبال کیا تھا ــــ وہ تھکے ماندے شوہر کو آتے ہی فکرمند کرنا نہیں چاہتی تھیں ۔

اور خان صاحب ضروری کام سے مردانے میں کچھ لوگوں سے محوِ گفتگو تھے جو ان کے پاس آئے تھے ۔

گورنس نے کہا ــــ "وہ صبح سے اپنے کمرے میں پڑی ہیں۔"

چہیتی بیگم کی بیماری کے خیال سے وہ بے چین ہو گئے اور پھر مہمانوں

کو چھوڑ کر جلدی سے بیگم کے کمرے میں پہنچے ۔ بیگم لحاف اوڑھے پڑی تھیں ۔

"کیا حال ہے بیگم — ؟" وہ بولے "اس گرمی میں لحاف اوڑھ رکھا ہے ؟"

"سردی لگ کر بخار چڑھ گیا ہے" جبیں نے جواب دیا ۔

"ڈاکٹر کو بلایا ہوتا —" وہ بیگم کا ماتھا چھو کر فکرمندی سے بولے ۔

پھر انہوں نے ملازمہ کو آواز دی — اور حکم دیا کہ جلد ڈاکٹر کو لائے ۔ اور اسے بتادے کہ بیگم صاحبہ کو بخار چڑھ آیا ہے — وہ خود بیگم کے سرہانے بیٹھ کر ان کا دل بہلانے لگے ۔ انہوں نے کہا ۔

"موسم بدل رہا ہے نا — اس لئے بخار آگیا — فکرمندی والی بات نہیں ہے — خدا نے چاہا تو جلدی اتر جائے گا —"

"جی —" وہ اسی قدر بولیں ۔ وہ کچھ اور ہی سوچ رہی تھیں ۔

ڈاکٹر جلد ہی آگیا — اس نے معائنہ کیا — مسکرایا اور بولا ۔

"بڑی خوشی خبری ہے ۔"

"بخار میں خوشی خبری —" خان صاحب نے ناک چڑھائی ۔

شرما کر بیگم جبیں نے چہرہ چھپا لیا — وہ ابھی نوجوان تھیں اور غیر مردوں کے سامنے اپنے بارے میں کوئی بات سن کر ان کا شرما جانا فطری بات تھی ۔

"ذرا ادھر آیئے —" ڈاکٹر نے خان صاحب سے کہا ۔

بیگم کا دل دھڑکنے لگا ۔

"فرمایئے —" خان صاحب نے پوچھا ۔

مسکرا کر ڈاکٹر نے بتایا — "آپ باپ بننے والے ہیں —"

"باپ — ؟" خان صاحب کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"جی —" وہ بولا — "منہ میٹھا کروا دیجئے۔"

ڈاکٹر جانتا تھا کہ خان صاحب اولاد کے لئے ترستے ہیں — اور یہ ان کے لئے بہت بڑی خوشخبری ہے۔

"ضرور منہ میٹھا کیجئے۔"

مسکرا کر وہ بیگم کو دیکھتے ہوئے بولے۔ بیگم کا چہرہ شرم سے سرخ تھا۔

ڈاکٹر بیگم جبیں کو انجکشن دینے لگا اور خان صاحب نے ملازم کو حکم دیا کہ ڈاکٹر کا منہ میٹھا کرنے کے لئے مٹھائی لائے۔

مٹھائی لائی گئی — اور منہ میٹھے ہوئے۔ ڈاکٹر کے جاتے ہی خان صاحب بولے۔

"بیگم —"

"جی —" وہ نظریں چرا رہی تھی۔

"ہم سے بھی بات چھپائے رکھی۔"

"جی —" وہ گھبرا کر بولیں — "خود مجھے چند روز پہلے معلوم ہوا۔"

"تو ہمیں بھی تو بتایا ہوتا —" وہ بولے۔

"کیا کہتی آپ سے — ؟" وہ بولیں۔

"یہی کہ آپ مجھے ابو بنا رہی ہیں —" خان صاحب نے جواب دیا۔

"بھئی مجھے شرم آتی ہے —" وہ بولیں۔

اور خان صاحب پیار سے بیگم کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگے۔ بیگم کا بخار ان کے لئے خوشی کا پیغام بن گیا تھا۔

ننھی شبنم — صرف چار ماہ کی بچی — خان صاحب کے گھر کا اجالا تھی — اب اس گھر کا اجالا نہ رہی تھی — بلکہ وہ اب توجہ کا مرکز بھی نہ تھی۔ گھر میں جو تھوڑی بہت اس کی پوزیشن بھی تھی وہ صرف اس وجہ سے کہ ابھی خانصاحب بچے کے باپ نہ بنے تھے۔ مگر بچے کی آمد کی خوشی کچھ کم تو نہیں ہوتی۔

اس سے قبل تو ناامیدی کی حالت میں انہوں نے شبنم کو اپنی بچی خیال کر لیا تھا — یوں جیسے وہ شخص جسے اصل سونا میسر نہ ہو — وہ رولڈ گولڈ کے نقلی زیورات سے اپنے ذوق کی تسکین کرے اور اسے ہی اصل سونا خیال کئے ہوئے ہو۔

شبنم — گو وہ اس گھر میں اسی ٹھاٹھ سے پرورش پا رہی تھی — مگر اب وہ صرف گورنس کے ساتھ رہتی

خان صاحب کو بھی اس میں وہ دلچسپی نہ رہی تھی جو اس سے قبل تھی۔ اس سے پہلے تو وہ گھنٹوں اسے گود میں لئے رہتے اور پیار کرتے نہ تھکتے تھے۔

مگر اب حالات یہ تھے کہ وہ گورنس سے بچی کو تو مانگ لیتے — وہ بھی اس وقت جب گورنس خود بچی کو ان کی گود میں ڈال دیتی — بہر حال ابھی ان کی اپنی اولاد نہ ہوئی تھی — ورنہ وہ شاید اپنی اولاد کی خوشی میں اسے بالکل ہی بھول جاتے۔

بے چاری بچی — ان حالات سے کیا جانے۔ اور گورنس کو کیا علم کہ وہ ان لوگوں کی اپنی بچی نہیں — اس نے بھی تمام حالات کو دیکھا۔ اور محسوس کیا۔

مگر وہ ایک ملازم تھی — اسے دخل دینے کا کیا حق حاصل تھا — وہ ابھی شادی شدہ نہ تھی — غریب لڑکی تھی — اور مجبوریاں اسے ملازمت کرنے پر مجبور کر رہی تھیں — مگر اسے بچی سے والہانہ پیار تھا۔ بچی بھی اتنی خوب صورت تھی کہ اسے والہانہ پیار کرنے کو جی چاہتا تھا۔ اور بے چاری گورنس جس کا اس دنیا میں کوئی نہ تھا — بچی کو سینے سے لگائے اس کی یوں پرورش کرتی جیسے وہ اس کی چھوٹی بہن ہو — یا خود اس کی بچی ہو۔

وہ بھی تو ابھی نوجوان تھی — اس کی امنگیں جوان تھیں۔

اس نے بھی دوسروں کے گھروں میں پرورش پائی تھی — وہ ماں اسے

چار سال کا چھوڑ کر مر گئی تھی ــــ اور جہاں اس نے پرورش پائی تھی۔ وہاں نوجوان لڑکے تھے۔ جو اس وقت چھوٹے چھوٹے تھے۔ اور اب گھر کی مالکن اسے وہاں نہ رکھنا چاہتی تھی۔ کیوں کہ نوجوان لڑکی کی موجودگی میں جوان لڑکے کہیں تو گھر کا ماحول بگڑ جاتا ہے مگر ــــ وہ خوبصورت بھی تھی ــــ اور پرویز ــــ اس کے مالک کا لڑکا اسے اچھی لڑکی خیال کرتا تھا ــــ اور اس کے دل میں گورنس پروین کیلئے پیار کا جذبہ موجود تھا جسے اس نے کبھی پروین پر ظاہر نہ کیا تھا ــــ اور وہ اس کے چلے جانے سے بڑا افسردہ تھا۔

شبنم ــــ کے بارے میں بیگم جبیں کے خیالات کوئی اچھے نہ تھے۔

وہ بچے کی ماں بننے والی تھیں ــــ ایک انجانی سی مامتا کے سرور میں وہ مست تھیں ــــ ہونے والے بچے کے بارے میں تصور ہی تصور میں وہ شیش محل بناتیں ــــ اور پھر انتظار کرتیں۔

انھوں نے شبنم میں دلچسپی لینا ترک کر دی تھی ــــ خان صاحب انسان دوست تھے ــــ انہوں نے بیگم کی اس بات کو محسوس کیا اور ایک دن جب شبنم بیمار تھی اور صبح سے رو رہی تھی۔

اور گورنس سے کسی بھی صورت، چپ نہ ہو رہی تھی۔ انہوں نے بیگم سے کہا" بیگم ــــ میرا خیال ہے کہ تم اب منی میں دلچسپی نہیں لیتیں ــــ وہ بیمار ہے اسے تمہاری توجہ کی ضرورت ہے"

"میری طبیعت درست نہیں ــــ" وہ بولیں۔

"ٹھیک ہے ــــ" خان صاحب نے جواب دیا" مگر بچی کی خیر گیری

بھی تو ضروری ہے ۔"

" سرتاج —" وہ پیار سے بولیں —" میں اب دوسروں کی اولاد میں توجہ نہیں دے سکتی — گورنس جو اس کا خیال رکھتی ہے ۔"

" بیگم —" وہ غصّے سے بولے ۔" تم نے خود اسے بیٹی بنایا ہے ۔"

" بنایا تھا —" بیگم نے بھی سختی سے کہا ۔" مگر اس وقت جب ہمیں خود بچے کی امید نہ تھی — اب میں خود ماں بننے والی ہوں — آپ منی کسی ضرورت مند کو دے دیں ۔ اس کی اب یہاں کیا ضرورت —؟"

" کیا مطلب —؟"

خان صاحب حیرانی سے بولے ۔

میرا مطلب ہے میں اکیلی جان دو دو بچے اکٹھے نہ پال سکوں گی اور پھر یہ ہماری اولاد بھی تو نہیں — نہ جانے کس نالی کا کیڑا ہے جو ہمارے پلّے پڑ گیا ۔" بیگم نے نفرت سے جواب دیا ۔

" بیگم — تم جو سوچتی ہو وہ انسانیت سے بعید نہیں — منی انسان ہے اور یہ میرا فیصلہ ہے کہ وہ اسی گھر میں پلے بڑھے گی میری بیٹی بن کر — چاہے میری اپنی کتنی اولادیں ہو جائیں ۔" خان صاحب غصّے سے بولے ۔

" آپ کی خوشی —" بیگم کسی قدر آہستہ بولیں ۔" مگر اس کیلئے گورنس جو موجود ہے — پھر میری توجہ کی کیا ضرورت ہے ۔ اور یوں بھی میں اسے پیار کرتی ہوں — اور اس کا خیال رکھتی ہوں ۔ آپ اس کے بارے میں نہ سوچا کریں —"

"بچی ہمارے ذمہ خدا کی امانت ہے —" خان صاحب نے کہا "وہ کیسی بھی ہے ہمیں اس بارے میں سوچنے کی ضرورت نہیں — اگر اسے کچھ ہو گیا تو امانت میں خیانت ہوگی —"

"یتیم خانے میں بھیج دیں —" بیگم ہولے سے بولیں۔

"تو اس کا مطلب ہوا کہ اب تم اس سے کسی بھی صورت پیچھا چھڑانا چاہتی ہو۔ مگر یاد رکھو وہ یہیں رہے گی اور پرورش پانے لگی" خانصاحب کو غصہ آ گیا —

"جیسے آپ کی خوشی —" بیگم نے جواب دیا "میں کوشش کروں گی کہ اس پر بھی توجہ دوں —"

خان صاحب جانتے تھے کہ بیگم انہیں تسلی دینے کو ایسا کہہ رہی ہیں ورنہ — وہ بچی سے نفرت کرنے لگی تھیں — اور ان کی دلچسپی اس بچی میں ختم ہو چکی ہے۔

وہ اٹھ کر باہر چلے گئے — بچی رو رہی تھی — اٹھ کر بیگم صاحبہ نے کہا۔

"اسے کیا ہوا ہے —؟"

"شاید بخار میں رو رہی ہے —" گوہر تس بولی۔

"تو دودھ دو —" بیگم صاحبہ نے کہا اور دو روپے اس کی طرف اچھال دیئے۔

"جی بہتر —" گوہر تس نے جواب دیا — اور جانے لگی۔

"اور سنو ـــ" بیگم نے کہا۔

"جی ـــ" وہ مڑی۔

"اسے اپنے کمرے میں رکھا کرو ـــ"

"جی بہتر ہے ـــ" گورنس نے جواب دیا۔

اور پھر گورنس نے بیگم صاحبہ کی نظروں میں اور چہرے پر وہ نفرت دیکھ لی۔ جو شبنم کے لیئے تھی۔

"چپ رہ بے بی ـــ" گورنس نے اسے پیار سے سینے سے لگالیا۔ "میں تجھے یوں مٹی میں نہ ملنے دوں گی ـــ"

اور منی واقعی چپ ہو گئی۔

گورنس بے بی کا سامان لیکر اپنے کمرے میں چلی گئی ـــ اور اسے دوا لاکر دی جس سے بے بی کو افاقہ ہوا۔

شام کو خان صاحب نے بیگم سے پوچھا ـ "شبنم کہاں ہے؟"

"میں نے اسے پروین کے کوارٹر میں بھیج دیا ہے ـ" وہ بولیں۔

"کوارٹر میں کیوں ـــ؟" وہ حیرانی سے بولے۔

"تو کیا اب گورنس کو اپنا کمرہ دے دوں؟" وہ تلخی سے بولیں۔

"مگر وہ تو رات میں یہاں سوتی تھی ـــ" خان صاحب نے کہا۔

"کیا کروں میری اپنی طبیعت خراب ہے ـــ" بیگم بولیں۔

"مجھے خود توجہ کی ضرورت ہے ـــ میں اب بے بی پر کیا توجہ دوں ـــ اور اگر اسے گورنس نے پالنا ہے تو اسے اسی کے کمرے میں ہونا چاہیئے ـ"

خان صاحب سمجھ گئے کہ بیچاری بے بی کا برا وقت شروع ہو چکا ہے۔
مگر وہ چپ رہے ۔ آخر ان کے بس میں تھا بھی کیا ۔

کروٹ بدل کر بیگم جبیں سو گئیں ۔

گورنس اپنے کمرے میں منی کو جھولے میں لٹائے بڑے پیار سے
لوری سنا رہی تھی ۔

" سو جا میری راج دلاری ۔

اللہ تیرا نگہبان ۔

وقت گذرتا گیا۔ بیچاری عابدہ اسی حالت میں رہی جس میں تھی ۔ اپنی بچی کے لئے اس کا دل تڑپتا رہا ۔۔۔ ہر چند کہ باپ کو چین آ گیا تھا کہ اس کی بیٹی مر گئی ہے ۔

مگر مامتا کہتی تھی ۔۔۔ میری بچی زندہ ہے ۔۔۔ اس بھری دنیا میں کہیں پرورش پا رہی ہے اور ایک دن ضرور وہ مامتا کی کشش سے اپنے پاس لے آئے گی ۔۔۔"

وہ جھولے سے جھولے میں وہ گڑیا جو شیخ صاحب اس کی بچی کی پیدائش پر لائے تھے ڈالے ہلاتی اور لوریاں دیتی رہتی ۔۔۔ اور اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا طوفان امنڈتا رہتا ۔

شیخ صاحب کی تمام تر توجہ کا مرکز نازنین تھی ۔۔۔ جو جلد ماں بننے والی تھی ۔۔۔ وہ عابدہ پر توجہ بھی نہ دیتے ۔۔۔ اور عابدہ اپنی ہی آگ میں جلتی رہی ۔۔۔ وہ دیوانی معلوم ہوتی ۔۔۔ مگر کوئی کیا جانے کہ وہ دیوانی

نہ تھی - یہ تو مامتا کی آگ تھی جو اسے جلا رہی تھی -

نوزین اس سے جلتی اور شوہر سے کہتی - "سرتاج - میرا خیال ہے اسے پاگل خانے میں داخل کروا دیں -"

مگر شیخ صاحب اس کا دکھ جانتے تھے کیوں کہ انہوں نے بھی وہی چوٹ کھائی تھی جو عابدہ کو لگی تھی - وہ جانتے تھے یہ مامتا کا زخم ہے جو کبھی ہر لمحے اور شاید برابر ہرا رہے -

اور پھر وہ دن بھی آن پہنچا جس کا شیخ صاحب کو اور نوزین کو انتظار تھا - وہ زچگی وارڈ میں داخل تھیں - اور شیخ صاحب بڑے اضطراب کے عالم میں کسی بھی خوشخبری کے انتظار میں باہر بنچ پر بیٹھے تھے - اور بار بار پہلو بدل رہے تھے -

نوزین بچے کو جنم دینے والی تھی -

پھر لیڈی ڈاکٹر باہر نکلی - "آپ بیگم نوزین کے شوہر ہیں - ؟"

"جی ہاں -" وہ اٹھتے ہوئے بولے -

خوشخبری سننے کے لیئے وہ لیڈی ڈاکٹر کے نزدیک آ گئے -

"آپ کے ہاں لڑکا ہوا ہے -" وہ بولی -

مبارک ہو -

شیخ صاحب نے یوں کہا جیسے یہ خوشی خود لیڈی ڈاکٹر کے لیئے ہو - لیڈی ڈاکٹر نے ان کی بات نظر انداز کر کے کہا - "بچہ خیریت سے ہے - مگر -"

"مگر کیا ——" ان کا رنگ فق پڑ گیا۔

"بچہ آپریشن کے بعد پیدا ہوا ہے۔" وہ بولی —" اور آپ کی بیگم کی حالت خراب ہے — وہ شاید نہ بچ سکیں۔

عابدہ بھی وہاں آ گئی —— اسے اتنا تو ہوش تھا کہ وہ شوہر اور سوت کی خوشی میں ساتھ دیتی۔

"میں ان سے مل سکتا ہوں —" شیخ صاحب بولے۔

"ہاں اندر تشریف لے چلئے ——" وہ بولی۔

عابدہ اور شیخ صاحب اندر گئے —— نوین بستر پر پڑی تھی۔ اس کا رنگ زرد تھا —— اور وہ بڑے کرب میں تھی۔

"بیگم ——" شیخ صاحب نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

شاید میں بچ نہ سکوں —— ؟" وہ بولی۔ عابدہ خاموش کھڑی تھی

" مجھے میرے گناہ کی سزا مل رہی ہے۔"

" گناہ —؟" شیخ صاحب حیران رہ گئے۔

" ہاں سرتاج —" وہ بولی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

" میں نے عابدہ بہن کی گود خالی کی تھی —— شاید میں بھی اپنے بچے کو ممتا کا پیار نہ دے سکوں۔"

" عابدہ کی بچی تم نے مار دی تھی۔ شیخ صاحب نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور پرے ہٹ گئے۔

"آپ کی نفرت بجا ہے سرتاج ۔" وہ روتی ہوئی بولی۔

"مگر میں نے اسے مارا نہیں تھا ۔ میں نے اسے کار سے نکال کر سڑک پر ڈال دیا تھا ۔ اور پھر میں پیچھے رہی ۔ میرے سامنے ایک اور کار نے بچی اٹھالی تھی ۔ وہ بچی زندہ ہے اسے تلاش کرنا۔"

عابدہ آگے بڑھی۔ "تم ۔ تم میری بچی کو مجھ سے جدا کرنے والی ہو" وہ چلائی ۔

بڑی مشکل سے اسے باہر لایا گیا اور گھر پہنچا دیا گیا ۔ شیخ صاحب عجیب الجھن میں تھے۔

اور پھر نورین نے ان کے بازوؤں میں دم توڑ دیا ۔ بچہ ۔ ماں سے محروم ہو گیا۔

شیخ صاحب پر قیامت ٹوٹ پڑی ۔ عابدہ نے نورین کی آخری رسومات میں حصہ نہ لیا تھا ۔ وہ اپنے کمرے میں بند رہی۔

اور پھر اسی شام ایک نرس بچے کی پرورش کے لئے رکھ لی گئی۔ دوسرے روز عابدہ صحن سے گزری ۔ وہ نرس کے پاس بچے کو دیکھتی رہی۔ شیخ صاحب بھی موجود تھے ۔ انہوں نے عابدہ کی آنکھوں میں عجیب سی چمک دیکھی وہ ڈر گئے ۔ عابدہ کہیں اس بچے سے انتقام نہ لے۔

اور اس سے پہلے کہ کوئی کچھ کرتا عابدہ نے تیزی سے بچہ نرس سے چھین لیا اور اسے دیکھنے لگی۔

شیخ صاحب گھبرا گئے۔ وہ چلائے ۔ "عابدہ خدا کے لئے ۔"

مگر عابدہ نرس کو دھکے دے رہی تھی۔ اس نے نرس کو گھر سے نکال دیا اور پھر یوں بچے کو سینے سے چمٹائے اپنے کمرے میں جا رہی تھی جیسے وہ خود اس کا اپنا بچہ ہو۔

شیخ صاحب عجیب الجھن میں تھے۔ عابدہ کے کمرے میں گئے اور بولے۔

"عابدہ تم نے نرس کو نکال دیا۔

"ہاں ۔" وہ فیصلہ کن لہجے میں بولی ۔ "لندن نے میری بچی جدا کی تھی۔ اور میں اس بچے کو ۔"

"ہاں ہاں تم بچے کو کیا کرو گی ۔" شیخ صاحب نے سانس روک کر پوچھا۔

"میں اس بچے کو پالوں گی ۔ میں نے اس کا بچہ لے لیا ہے ۔" وہ بولی۔

"کیا تم اسے پالو گی ۔" وہ بولے۔

"ہاں ۔" وہ عزم سے بولی۔

اور اس نے یوں بچے کو سینے سے چمٹا لیا۔ جیسے وہ خود اس کا حقیقی بچہ ہو۔

شیخ صاحب مطمئن ہو گئے۔ انہیں سکون تھا۔

کم از کم عابدہ کی ممتا کے لئے بچہ تو مل گیا ۔ اور اس صورت میں بچہ کو بھی ماں مل گئی۔

جبیں —— !

وہ شبنم سے نفرت کرتی رہی اور جوں جوں اس کے اپنے بچے کی ولادت کے دن قریب آتے گئے یہ نفرت شدید سے شدید تر ہوتی چلی گئی۔

اور پھر وہ دن بھی آیا —— جبیں نے ایک پھول سے بچے کو جنم دیا۔ بچے کا نام اسلم رکھ گیا۔

بچہ بہت پیارا تھا —— اور یوں تو والدین کو بدصورت بچے بھی خوبصورت لگتے ہیں —— وہ اسلم پر فدا تھے —— انہیں اپنے گھر کا اجالا مل گیا تھا۔

وقتی طور پر خان صاحب بھی شبنم کو بھول گئے۔

مگر پروین کو نس —— تو شبنم کو نہ بھولی تھی —— قدرت بڑی بے نیاز ہے وہ ایک دروازہ بند کرتی ہے تو دوسرا کھول دیتی ہے —— اس نے پروین کے دل میں مامتا کا درد بھر دیا تھا —— وہ بچی کی پرورش بڑے اچھے انداز میں کر رہی تھی اور اسے اپنے بچے کی طرح پال رہی

تھی ـــــ

بے چاری پروین کی خود ناکام زندگی تھی۔ زندگی بھر اس سے کسی نے پیار نہیں کیا تھا ـــ اور اس نے گھر میں ایک خاموش خادمہ کی حیثیت سے پرورش پائی تھی۔

وہ جانتی تھی کہ نفرت انسان کے جذبات کے لئے کتنی سم قاتل ہوتی ہے۔

بیچاری باوجود کوشش کے نہ جان سکی کہ آخر ماں باپ کو اپنی اولاد سے نفرت کیوں ہے۔؟

اور پھر ایک روز یہ مسلہ بھی حل ہو گیا۔ پروین کو معلوم ہو گیا کہ شبنم ان لوگوں کی اولاد نہیں ہے۔

اس روز خان صاحب بیگم سے کہہ رہے تھے ـــ "خدا نے تمہیں صاحبِ اولاد کر دیا ہے۔ اب تمہارے دل میں بے بی کے لئے بھی پیار کا جذبہ ہونا چاہیئے ـــ"

"مجھے فرصت نہیں کہ میں دوسروں کے بچوں کو بھی پالوں۔ میں عورت ہوں گائے نہیں ـــ میں ایک وقت میں ایک ہی بچہ پرورش کر سکتی ہوں اور پھر اتنا خرچ کر کے گورنس کو کیوں رکھ چھوڑا ہے ـــ وہ پل رہی ہے نہ جانے کس کا گناہ ہمارے پلے پڑ گیا ہے ـــ"

"ایسا نہ کہو بیگم ـــ" وہ بولے ـــ "آخر وہ بھی کسی کے دل کا ٹکڑا ہے۔"

"ہو گا ـــ" وہ بولیں ـــ "دنیا میں لاتعداد بچے ہیں ـــ اب کون کس

کس کی خبر لے ۔۔۔ اپنے معاملے سے فرصت ملے تو کوئی دوسرے کو دیکھے۔"
خان صاحب چپ ہو گئے۔
تو بے بی ۔۔۔ ان لوگوں کی بچی نہیں ۔" پروین نے خود سے کہا۔
یہ کون ہے ۔۔۔ اور کس کے جگر کا ٹکڑا ہے۔
اس کے خیال میں وہ لے پالک تھی ۔۔۔ وہ بے بی کے پاس آئی
اور اسے سینے سے لگا لیا اور بولی۔
"کاش میں تیرے والدین یا رشتہ داروں کا پتہ جانتی تو میں انہیں
تیری حالت سے آگاہ کرتی ۔۔۔ مگر پرواہ نہ کر بے بی ۔۔۔ میں تجھے
پالوں گی اپنی بیٹی کی طرح ۔۔۔"
اسی شام جب بیگم صاحبہ لان میں بیٹھی تھیں۔ گورنس اسے ان
کے پاس لے آئی اور بولی ۔" بیگم صاحبہ آپ نے اپنی اس بچی کو کافی دنوں سے
پیار نہیں کیا ۔۔۔ یہ بھی تو ماں کا حق مانگتی ہے ۔"
"یہ میری بچی نہیں ۔۔۔" وہ بولیں۔
"آپ کی بچی نہیں ۔۔۔؟" گورنس نے حیرت سے کہا۔
"نہیں ۔"
"تو لے پالک ہوگی ۔۔۔"
"لے پالک بھی نہیں ۔۔۔" بیگم صاحبہ نے جواب دیا ۔" بس پلنے پڑ گئی۔"
"عجیب بات ہے ۔۔۔؟" پروین نے حیرت سے کہا۔
"اگر تمہیں بتا دوں کہ یہ کون ہے تو تو اسے ابھی زمین پر ٹپک دے گی۔"

بیگم صاحبہ یہ انسان کی اولاد ہے ـــ میں اسے ہر حالت میں پالونگی ۔
اور یہ تو میری ڈیوٹی بھی ہے ـــ میں اس کا معاوضہ لیتی ہوں ۔" پروین نے کہا ۔

" مگر یہ گناہ کی پیداوار ہے ـــ " وہ بولیں ۔

" گناہ کی ـــ " اس نے ننھی کو یوں دیکھا جیسے وہ ناپاک ہو ۔

" ہاں ـــ بیگم مسکرائیں ـــ مسکراہٹ میں زہر تھا ـــ " گھبرا گئیں نا

" مگر آپ اسے کہاں سے لائے ـــ ؟ " وہ بولی ۔

" ہمیں یہ سڑک پر ملی تھی ۔" بیگم صاحبہ نے جواب دیا ۔ " اس مقام سے جہاں ایسی اولاد کو پھینک دیا جاتا ہے ۔ میرا مطلب ہے ویران سڑک کے کنارے اور ہم بے اولاد تھے ہم نے غنیمت جان کر اسے بیٹی بنا لیا ـــ مگر اب ہمیں اس کی کیا ضرورت ـــ " انہوں نے اپنے بچے کو چوم لیا ۔ پھر وہ بولیں ۔

" مگر تم ایسی باتیں کیوں پوچھتی ہو ـــ تمہارا کام اسے پالنا ہے ـــ یہ خان صاحب کی لاڈلی ہے ـــ تم اپنے فرائض انجام دو ـــ اور ہاں لے جاؤ اسے ۔ میرے بیٹے پر اس کا سایہ بھی نہ پڑنا چاہیے ۔"

" جی بہتر سرکار ـــ " وہ بولی ۔

اور منی کو سینے سے لگائے اپنے کمرے میں لے آئی ۔ پھر وہ منی سے مخاطب ہو کر بولی ۔

" تم معصوم ہو اور پاک بھی ـــ کسی بھی گناہ سے تمہارا کیا تعلق ۔ میں تمہیں پالونگی ۔ اگر ان لوگوں نے تمہیں نکال بھی دیا ۔ تو بھی خود محنت کر کے ۔ ٹھیک ہے نا ۔"

اور معصوم منی سب باتوں سے بے خبر مسکرا دی ۔

عابدہ بدل گئی ۔ اس نے اب گھر کی دلچسپیوں میں بھی حصہ لینا شروع کر دیا اور بچے کی پرورش میں بھی ۔

اسے مامتا کی تسکین کا سامان مل گیا تھا ۔ اور اسے یہی چاہیئے تھا ہر چند کہ اب وہ پہلی والی پاگل اور گوشہ نشین عابدہ نہ رہی تھی ۔ مگر وہ اب بھی چھپ چھپ کر بیٹی کے لئے روتی تھی ۔

اسے کسی قدر حوصلہ تھا کہ اس کی بیٹی زندہ ہے ۔ اور کسی نہ کسی روز اس سے ضرور آملے گی ۔

اب وہ بچے کو نہلاتی ۔ کپڑے پہناتی ۔ دودھ پلاتی ۔ گھر کا کام کرتی ۔ شوہر کے کام کرتی ۔ اور تمام فرائض سرانجام دیتی ۔

شیخ صاحب کیلئے یہ بات باعث تسکین تھی کہ ان کی بیوی نے گھر سنبھال لیا ہے ۔

ورنہ وہ تو نورین کی وفات کے بعد یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ اب گھر میں

خاک اڑے گی اور ان کی بدنصیبی کی ابتداء ہوگی ۔

عابدہ نے احمد کو اپنا بیٹا خیال کر لیا تھا ۔

ایک روز شیخ صاحب نے کہا ۔ "عابدہ میں تو سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ تم اس طرح بچے کو ممتا کا پیار دوگی ۔ اور گھر سنبھال لوگی ۔

"سرتاج" وہ بولی ۔ "بیٹی کے عوض بیٹا مل گیا ۔ سودا مہنگا نہیں رہا؟"

"ہاں شاید نہیں ۔" وہ بولے ۔ "مگر نہ جانے ہماری بیٹی کہاں ہے ۔؟"

"میرا دل کہتا ہے ۔ وہ زندہ ہے ۔ اور خدا نے چاہا تو ایک روز وہ ضرور ہم سے آن ملے گی ۔" عابدہ نے کہا ۔

"عابدہ" وہ بولے ۔ "خدا کی اس بڑی دنیا میں مرنے والے اور بچھڑ جانے والے کبھی ملا بھی کرتے ہیں اور اب شاید زندگی کے کسی موڑ پر وہ ہمیں مل بھی جائے تو ہم اسے کیسے پہچانیں گے ۔

"میں ماں ہوں سرتاج ۔" وہ بولی ۔ "میری ممتا اسے پہچان لے گی ۔"

وہ چپ ہو گئے ۔ وہ جانتے تھے کہ یہ سب عابدہ کے جذبات بول رہے ہیں ۔ ورنہ یہ ممکن نہیں کہ دو دن کی بچی بچھڑ کر دوبارہ ملے تو اسے ماں باپ پہچان لیں ۔

مگر وہ نہ جانتے تھے کہ خون میں بھی تو ایک کشش ہوتی ہے جو اپنا رنگ دکھائے بغیر نہیں رہتی ۔

ہر چند کہ شبنم ان سے سینکڑوں میل دور تھی ۔ اور ہاں ان کے

ملنے کے امکانات کم تھے ۔ مگر قدرت کے کاموں میں کون دخل دے سکتا ہے ۔ قدرت اسی کا تو نام ہے کہ ناممکن کو ممکن بنا دے اور بچھڑوں کو ملا دے ۔

شیخ صاحب بھی بہت خوش تھے ۔ وہ گھنٹوں بچے سے کھیلتے رہتے انہوں نے بیشمار کھلونے اور بچوں کی چیزیں خریدی تھیں ۔ حالانکہ بچہ ابھی کھلونوں سے کھیلتا بھی نہ تھا ۔ مگر وہ اپنے شوق کی تسکین تو کر سکتے تھے ۔

عابدہ نے بچے کو اپنا بیٹا بنالیا تھا ۔ وہ اسے دیکھ دیکھ کر جیتی تھی اور اس سے لاڈ پیار کرتی تھی ۔

اس نے شوہر کو احساس بھی نہ ہونے دیا کہ اس کا احمد دوسری عورت کا بچہ ہے جس نے خود اس کی بیٹی سے اسے علیحدہ کر دیا تھا ۔ کسی عورت کے لئے یہ اعزاز بھی کم ہے کہ وہ ایک بچہ کی ماں ہے اور وہ اسے ماں کہتا ہے بیشک وہ اس کی سگی ماں نہیں ہے ۔

وقت کے ساتھ زخم بھی مندمل ہو جاتے ہیں ۔ اور اس طرح عابدہ کا زخم بھی مندمل ہو چکا تھا ۔

مگر کون ہے جو اپنے جگر گوشے کو بھول جائے ۔ جب وہ تنہائی میں ہوتی تو اسے اپنی بچی شبنم یاد آجاتی ۔ وہ سوچتی اگر وہ آج اس کے پاس ہوتی تو کتنی بڑی ہوتی ۔ یہ سوچ سوچ کر وہ کڑھتی کہ نہ جانے دوسرے اس سے کیا سلوک کرتے ہونگے ۔

وہ سوچتی ـــــ

کہ جب ایک نو زائیدہ بچی کو کسی نے سڑک کے کنارے پایا ہو گا۔ تو یقیناً اس نے بچی کے بارے میں کوئی صحیح بات نہ سوچی ہو گی۔ اس نے بچی کو بہر حال حرامی خیال کیا ہو گا۔

یہ ایک ایسا خیال تھا کہ جب بھی دل میں آتا تو اسے ایسا محسوس ہوتا جیسے کسی نے اس کا دل مسل دیا ہو۔ وہ ماں تھی۔ اور ماں کا دل آئینہ ہوتا ہے جو اولاد کے بارے میں بہت سی باتیں وقت سے قبل سوچ لیتا ہے۔ وہ دل ہی دل میں کہتی۔

میری اپنی بچی ـــــ تو مجھ سے بچھڑ گئی میری بچی ـــــ اور اگر میرا اندیشہ ٹھیک ہے تو کاش میں تجھے مل سکوں۔ اور پھر لوگوں کو بتا دوں کہ تو میری جائز اولاد ہے۔ میری اپنی بچی ـــــ

وقت گزرتا رہا۔

اور وقت گزر ہی جایا کرتا ہے، اچھا یا برا یہ حالات پر منحصر ہوتا ہے اور پھر ایک دن شیخ اسحاق کو ایک خوشخبری سننا پڑی۔ وہ خوشخبری جس نے خود ان کی اور انکی بیگم عابدہ کی خوشیاں دوچند کر دیں۔۔ عابدہ ماں بننے والی تھی۔ ــ اپنے بچے کی ماں۔

اس عورت کی خوشیوں کا اندازہ شاید کوئی دوسرا نہ لگا سکے جس نے اپنا ایک بچہ کھو دیا ہو ــ اور پھر دوبارہ امید سے ہو ــ اور اس کے بطن سے اس کے جگر گوشے کی آمد کی توقع ہو۔

عابدہ نے یہ خوشخبری زیادہ دن نہ چھپائے رکھی۔ اس نے شیخ صاحب سے اس رات کہا ــ "ایک خوشخبری سناؤں سرتاج ــ"

"ضرور سناؤ ــ" وہ بولے۔

ان کے خیال میں عابدہ ان کو احمد کے بارے میں کچھ بتانے والی تھیں۔ وہ خوش تھے کہ عابدہ کم از کم ان کے بچے سے اپنے بچوں کا سا پیار کرتی ہے۔ اور

وہ اسے والہانہ چاہتی ہے۔

وہ بولی۔ "آپ کو میں ابّو بنا رہی ہوں ۔"

"میں تو پہلے ہی ابّو ہوں ۔" وہ احمد کو پیار کر کے بولے ۔ "اپنے احمد کا ۔"

"آپ سمجھتے نہیں ۔" وہ بولی۔

"تو کیا ۔۔۔ ؟" وہ کچھ سمجھ کر بولے ۔

"جی ۔۔" عابدہ نے مسکرا کر اتنا ہی کہا ۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی ۔

"اوہ یہ بات ہے ۔" شیخ صاحب بیحد خوش ہوئے " عابدہ قدرت تمہیں انعام دے رہی ہے ۔"

"ہاں شاید ۔" وہ بولی ۔

پھر وہ کچھ سوچنے لگے ۔۔۔ وہ گہری سوچ میں تھے ۔۔۔ عابدہ جو ایک گھریلو عورت تھی ان کی سوچ جان گئی ۔۔۔ اور بولی ۔

"سرتاج کیا سوچنے لگے ۔"

"سچ سچ بتا دوں ۔" وہ بولے ۔

"ہاں ۔" عابدہ نے کہا ۔

"تو سنئے ۔ میں سوچ رہا ہوں کہ جیسا تم اپنے بچے کی ماں بن جاؤ گی تو احمد کو وہ پہلا سا پیار نہ دے سکو گی ۔ کیا خیال ہے ۔ اپنا بچہ اپنا ہوتا ہے ۔"

"تو کیا احمد میرا بچہ نہیں ۔؟" وہ بولی بولی ۔۔۔ جیسے اگر شیخ صاحب نے نہ کہا تو وہ رو دے گی ۔

"میرا یہ مطلب نہیں —" وہ بولے۔

"پھر آپ نے اس بارے میں یہ سب کیوں سوچا ؟" عابدہ نے کہا۔

"بس ایک اندیشہ تھا جو ظاہر کر دیا —" وہ بولے۔

"سرتاج —" عابدہ نے سختی سے کہا — "میں نے ایک منّی سی بچی کے عوض یہ بچہ لیا ہے — قدرت نے یہ بچہ میرے صبر کا پھل دیا ہے — اور میں اتنی ناشکری نہیں کہ اس بچے کو بھول جاؤں مجھے احمد کے روپ میں اپنی منی یاد آتی ہے —"

"اوہ — میں نے تمہارا دل دکھایا —" وہ بولے۔

"کوئی بات نہیں سرتاج —" عابدہ نے جواب دیا "میں اکثر سوچا کرتی ہوں کہ کہیں قدرت مجھ سے کوئی انتقام نہ لے — اگر میں نے احمد کی دیکھ بھال نہ کی تو کہیں میری بچی کو قدرت اس کی سزا نہ دے میں جان دے کر بھی احمد کی دیکھ بھال کروں گی — کیونکہ میں اپنی بچی کا سکون چاہتی ہوں — مجھے اپنی بچی عزیز ہے۔"

"چھوڑو اس قصے کو —" وہ بولے "اب تم آرام کرو — تمہاری صحت پہلے ہی خراب ہے اللہ نہ کرے کہیں تمہاری کمزوری رنگ نہ لائے — میں تو پہلے بھی ایک بیگم کھو چکا ہوں —"

"یہ بیگم آپ سے جدا نہ ہوگی —" وہ مسکرا کر بولی — "میری تو خواہش ہے کہ آپ لمبے عرصے تک مجھ سے خدمت کروائیں۔"

"عابدہ —" شیخ صاحب نے محبت سے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

اور وہ مسکرا دی۔

بیگم جبیں کا رویہ نہ بدلا۔
وہ بیٹے سنور سے، شبنم سے وہی سلوک کرتی رہیں جو اس سے پہلے انہوں نے
کیا تھا۔
اس دوران انہیں بھی ایک اور خوشی سے سابقہ پڑا۔ وہ ماں بننے والی
تھیں ۔۔۔ اس بار یہ کئی ماہ کا ہو گیا تھا۔ انہوں نے بڑے فخر سے یہ بات
خان صاحب کو بتائی۔
"۔۔۔ کیا یہ سچ ہے ۔۔۔" وہ خوشی سے بولے۔
"جی ۔۔۔" جبیں نے کہا۔
یا تو ایک بچہ بھی نہ پیدا کر رہی تھیں، اور اب اس قدر مہربان ہو گئی
ہو ۔۔۔ قصہ کیا ہے ۔۔۔" وہ بولے۔
خدا کی قدرت ہے ۔۔۔" وہ بولیں۔
"ہاں ۔۔۔" خان صاحب نے کہا "ایک اور بات تم کو سمجھ ۔۔۔"
"اپنی تعریف کر دیجئے ۔۔۔" شرما کر وہ بولیں۔

"نہیں میں اپنی تعریف نہیں کروں گا۔" خان صاحب نے جواب دیا۔

"پھر کیا بات ہے ـــ!" وہ بولیں۔

"یہ شبنم کی وجہ سے ہے۔" خان صاحب نے کہا۔

"شبنم کی وجہ سے ـــ؟ بیگم جمیلہ نے کہا ـــ سرتاج ہر بات میں اس منحوس کا نام نہ لیا کریں۔"

"وہ منحوس نہیں بڑی بھاگوان ہے۔" وہ بولے۔

"دیکھو ـــ جب وہ اس گھر میں نہ تھی تو ہم اولاد کو ترستے تھے ـــ اور تمہیں یاد ہے کہ ہم نے ڈاکٹروں سے مشورے بھی کئے تھے۔ ڈاکٹر نے کہا تھا ہمارے ہاں اولاد نہیں ہوگی ـــ"

"ہاں شاید۔" وہ بولیں ـــ "مگر اس میں شبنم کا کیا ہاتھ ہے ـــ؟"

"بہت بڑا ہاتھ ہے ـــ" وہ بولے: "جب تم نے دوسروں کی بے سہارا بچی کو سہارا دیا ـــ تو قدرت کو تم پر رحم آ گیا ـــ اور دیکھو خدا نے تمہاری گود بھی ہری کر دی ـــ قدرت کا نظام بڑا اٹل ہے۔

وہ سوچنے لگی ـــ شاید اسے اس بات کی صداقت پر یقین آ گیا تھا۔

خان صاحب نے تیر نشانے پر بیٹھتے دیکھ کر کہا۔

"بیگم ذرا ـــ سوچو ـــ وہ معصوم جان ـــ نہ جانے کون مظلوم ہے وہ ـــ اور تم اس پر ظلم کر رہی ہو جو اس پر توجہ نہیں دیتیں اور اسے دوسروں کے رحم و کرم پر ڈال رکھا ہے ـــ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا عذاب خود ہمارے بچوں پر پڑے اور خدا نہ کرے، ہمارے بچوں کو کچھ ہو جائے ذرا غور کرو۔"

" وہ سوچتی رہی ۔۔۔ اور پھر بولی ۔" ہاں مسٹر تاج یہ تو ہے ۔"

" تو پھر ۔۔۔ تم خود اس پر توجہ دیا کرو ۔۔ خدا کے لئے اسے یوں فراموش نہ کرو ۔۔۔ اگر اس کے نسب پر تمہیں شبہ ہے تو وہ بے چاری اس میں قصور دار نہیں اس کے ماں باپ قصور کے سزادار ہیں ۔۔۔ وہ بے گناہ ہے ۔

وہ کچھ دیر خاموش رہے پھر بولے ۔

دنیا میں بڑے بڑے حادثات جنم لیتے ہیں ۔۔۔ کیا معلوم یہ بھی کسی حادثے کے باعث والدین سے بچھڑ گئی ہو ۔۔۔ بیگم غور کرو ۔۔۔ یہ ممکن بھی تو ہے اور شاید وہ کسی شریف انسان کے جگر کا ٹکڑا ہو ۔"

" ہاں مسٹر تاج ۔۔۔ وہ بولیں ۔

بیگم جبیں کا دل بہل گیا تھا ۔۔۔ انہوں نے سوئے ہوئے اسلم کی طرف دیکھا اور پھر انہیں شبنم پر پیار آیا ۔۔۔ انہوں نے گورنس کو آواز دی ۔۔۔ گورنس سمجھی ۔۔۔ ضرور شبنم کی کمبختی آگئی ہے ۔۔۔ اب تو شبنم بڑی ہو گئی تھی ۔۔۔ ڈیڑھ سال کی شبنم اب باتیں کرنے لگی تھی ۔۔۔ اور خود چل سکتی تھی ۔

" ۔۔۔ کیا سرکار ۔۔۔؟"

شبنم کہاں ہے ۔۔؟"

کمرے میں ۔۔۔ وہ بولی ۔

اسے لاؤ ۔۔۔ " وہ بولیں ۔

اس نے کوئی شرارت کی سرکار ۔۔۔ " گورنس گھبرا گئی ۔

" نہیں ۔۔۔ ہم اس کو پیار کریں گے ۔۔۔ " وہ بولیں ۔

گورنس بیچاری دنگ رہ گئی ۔۔۔ یہ انقلاب کیسے آگیا ۔۔ وہ کچھ دیر کھڑی بیگم کا منہ دیکھتی رہی ۔۔۔ اور پھر وہ شبنم کو لے آئی ۔

بیگم جبیں نے شبنم کو گود میں لیا ۔۔۔ اور کچھ سوچنے لگیں ۔۔۔ نہ جانے ان کے دل میں دبی ہوئی ممامتا کہاں سے جاگ اٹھی ۔

خان صاحب سب دیکھ رہے تھے ۔۔۔ وہ مسکرا رہے تھے ۔۔۔ انہوں نے کہا " صبح کا بھولا شام کو گھر آجائے تو وہ بھولا نہیں ہوتا ۔"

" جی شاید ۔۔" بیگم جبیں نے جواب دیا ۔

بچی بیگم جبیں کی گود میں آکر مسکرا رہی تھی ۔

خان صاحب نے پیار سے کہا " بیٹی یہ کون ہیں ۔؟" اور اسے دیکھنے لگے ۔

وہ مسکرائی ۔۔ کچھ دیر بیگم صاحبہ کو دیکھتی رہی ۔ اور پھر توتلے اور بڑے پیارے سے انداز میں بولی ۔

" ممی ۔۔ "

بیگم جبیں ۔۔ جو یہ بات سننے کی فطری خواہشمند تھیں ۔۔ پیار کے جذبات میں آگئیں ۔۔ اور انہوں نے بچی کو سینے سے بھینچکر کہا ۔

" آج سے شبنم ہمارے پاس سویا کرے گی ۔۔"

گورنس منہ دیکھ رہی تھی ۔

پھر پے در پے کچھ عجیب سے واقعات ہوئے جن کی وجہ سے بیگم جبیں ایک بار پھر — شبنم سے بیزار ہو گئیں — اور اسے خود سے جدا کر کے دوبارہ گورنس کی تحویل میں دیدیا۔

سب سے پہلے ان کا بیٹا — بیمار ہو گیا — بیماری اتنی اچانک اور شدید تھی — جیسے وہ جان بر نہ ہو سکے گا — اور ابھی بیگم صاحب اور خانصاحب بیٹے کی تیمارداری میں لگے ہوئے تھے کہ ایک شام اچانک خانصاحب کی کار کو زبردست حادثہ پیش آگیا — خانصاحب زخمی ہو گئے۔ — کار تباہ ہو گئی — اور بڑی مشکل سے وہ بچ سکے۔ بیٹے کی بیماری نے بیگم صاحبہ کے مزاج میں چڑچڑاپن پیدا کر دیا اور انہوں نے جب شوہر کے حادثے کی خبر سنی تو ان کا پارہ چڑھ گیا۔

وہ چلا اٹھیں — "میرے لئے یہ لڑکی منحوس ہے۔"

خان صاحب کو پتہ چلا تو وہ افسردہ ہو گئے انہوں نے کہا۔

"بیگم — یہ سب حادثات خدا کی طرف سے ہیں۔ ان میں بھلا بیچاری شبنم کا کیا قصور —؟" اس بے گناہ اور معصوم کو ہر بات میں سزاوار قرار نہ دو —"

"آپ خاموش رہیں —" وہ غصے سے بولیں: "میں اس کی وجہ سے اپنا گھر تباہ نہیں کروا سکتی —" "مگر یہ تمہارا وہم ہے۔

"چلو وہم ہی سہی —" وہ اکتا کر بولیں۔

"مگر میں اسے اب آپ کے اور اپنے بچے کے قریب بھی نہ رہنے دوں گی جب سے میرے بچے پر اس کا سایہ پڑا ہے تب سے بیمار ہے — خدا نہ کرے اسے کچھ ہو گیا۔ تو میں اس کا گلا گھونٹ دوں گی۔"

"اوہ میرے خدا —" خان صاحب کا پارہ بھی چڑھ گیا۔

"غور کرو اگر اس کی سزا تمہارے بچے کو ملی تو —"

"میرے بچے نے کسی کا کیا بگاڑا ہے جو اسے سزا ملے گی۔ آپ تو وہ بات کرتے ہیں کہ الٹے بانس بریلی کو — اس منحوس کی وجہ سے آپ بچے کو برا کہہ رہے ہیں۔

"میں نے بچے کو برا تو نہیں کہا —" وہ بولے۔

"تو اور کیا کہا ہے —؟" اور پھر وہ رونے لگیں۔

ہر شریف مرد کی طرح جو روتی ہوئی بیوی سے ہار مان لیتا ہے۔ خان صاحب بھی چپ ہو گئے — اور انہوں نے سب کچھ حالات پر چھوڑ دیا — بیچارے کر بھی کیا سکتے تھے۔

اور پھر بیگم صاحبہ نے گورنس کو بلایا — جو اندر گھر کے کاموں میں الجھی ہوئی تھی —

"پروین —" وہ چلائیں۔

"جی بی بی —" وہ بھاگی بھاگی آئی۔

"اس منحوس کو یہاں سے لیجا —" وہ شبنم کی طرف اشارہ کر کے بولیں۔

"جی بہتر بی بی جی —" وہ بیچاری کچھ نہ سمجھتے ہوئے شبنم کو اٹھا کر اپنے کوارٹر میں چلدی۔ وہ حیران تھی کہ یہ کیسے لوگ ہیں جو اس معصوم بچی سے اتنا ظلم روا رکھتے ہیں — اور پھر کیوں — پل بھر میں اسے پیار کرتے ہیں۔ اور پھر جلد ہی وہ منحوس ہو جاتی ہے۔

وہ شبنم کو اپنے کمرے میں لائی — اور اسے اپنے سینے سے بھینچ کر سلانے کی کوشش کرنے لگی۔

گورنس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

دوسری طرف عابدہ رو رہی تھیں — شیخ صاحب نے پوچھا۔

"کیا بات ہے بیگم خیریت تو ہے —؟"

"جی —" وہ بولی۔

"پھر یہ آنسو کیوں —؟" وہ حیرت سے بولے۔

"سرتاج —" وہ بڑے جذباتی انداز میں بولیں — "میں نے خواب میں آج شبنم کو دیکھا ہے — وہ بڑی ہو گئی ہے —"

"اوہ —" وہ بولے

"بیگم خدا کے لئے اب اس غم کو دور بھی کرو — میں تو باپ ہوں اور دیکھو میں بھی تو یہ غم پی گیا ہوں —"

"کیا کروں مسز تاج —؟"

وہ آنسو پونچھ کر بولی۔

"میں ماں ہوں — اور میرا دل اپنی بچی کا دکھ جان لیتا ہے — وہ مجھ سے کہہ رہی تھی — اس جہان میں جہاں رہتی ہوں وہ لوگ مجھ پر بڑا ظلم کرتے ہیں —"

اور بے چارے شیخ صاحب بھی چپ ہو گئے۔

انہیں بھی اپنی گمشدہ بچی یاد آ گئی تھی۔

بڑا یا پھلا ــــ وقت گزرتا رہا۔

اور پھر وہ وقت بھی آیا ــــ جب عابدہ نے دوبارہ ایک پھول جیسی بچی کو جنم دیا۔

وہ بچی کو اسی طرح سینے سے چمٹائے ہوئے رکھتی جیسے پھر کوئی ــــ شقی القلب ان کی بچی ان سے چھین لے گا۔

پل بھر کو یہ بچی کو خود سے جدا نہ ہونے دیتیں ــــ اس بچی نے اسکا درد دوچند کر دیا تھا ــــ۔ وہ سوچتی تھیں۔

اگر میری شبنم بھی میرے پاس ہوتی تو بہن کو دیکھ کر وہ کتنا خوش ہوتی۔

عجیب بات تھی کہ شبنم اور یہ بچی ــــ ایک دوسرے کی کاپی تھیں ــــ ہوبہو نقل ــــ دیکھنے والا یوں خیال کر سکتا تھا جیسے انہیں ان کی شبنم مل گئی ہو۔ خود شیخ صاحب نے کہا۔

"بیگم خدا نے تمہیں تمہاری شبنم ... دی ہے ــــ"

"ہاں شاید ـــــ" وہ بولیں ۔

" خدا کرے اب وہ بھی کسی صورت اپنی بہن سے آن ملے ـــ"

بچی کا نام بانو رکھا گیا ۔

گھر میں پھر خوشیاں لوٹ آئی تھیں ـــ شیخ صاحب کی خوشی کا تو ٹھکانہ نہ تھا ـــ انہیں ایک خوشی تو یہ تھی کہ خدا نے پھر انہیں بیٹی دے دی۔ اور دوسری خوشی یہ کہ ـــــ عابدہ خود ماں بن گئی تھی۔ جس کی اسے بے حد تمنّا تھی ـــــ اور خود شیخ صاحب کی بھی یہی خواہش تھی ۔

مگر عابدہ بیٹی کی خوشی میں بیٹے یعنی احمد کی طرف سے غافل نہ ہوئی تھی ۔

وہ اب بھی احمد کو اسی طرح ساتھ رکھتی تھیں ۔ جیسے پہلے ـــ اور اس کا ہر کام بڑے پیار سے اپنے ہاتھ سے کرتیں اس طرح شیخ صاحب کا یہ اندیشہ کہ بچے کو حاصل کر کے عابدہ کی توجہ احمد کی طرف کم ہو جائے گی غلط ثابت ہوا ۔

ان کے دل میں عابدہ کے لئے دوچند پیار پیدا ہو گیا ـــــ اور وہ اس خوشی میں اپنی چہیتی بیگم نورین کی موت کا غم بھول گئے ۔

دوسری طرف بیگم جبیں تھیں ـــــ وہ بھی ماں بن گئی تھیں ـــــ خدا نے انہیں بھی خوبصورت بیٹی دی ـــــ اور وہ بیٹی حاصل کر کے بہت خوش تھیں ۔

اس سے پہلے جو وہ شبنم کو تھوڑا بہت پیار بھی کرتی تھیں ۔ اور

لے اس گھر میں پال رکھے ہوئے تھیں ۔۔۔ وہ اس کی وجہ یہ ہی تو تھا کہ ان کے یہاں کوئی بیٹی نہ تھی ۔

اور جب قدرت نے ان کو بیٹی سے نوازا تو شبنم کی ضرورت اور چاہت بالکل ختم ہو گئی ۔

خان صاحب کی خوشی کا بھی ٹھکانہ نہ تھا ۔۔۔ کہاں وہ وقت جب وہ ایک بچے کے لئے ترستے تھے ۔

اور اب یہ کہ ان کے یہاں دوسری اولاد ہو گئی ۔۔۔ اور وہ بیٹے اور بیٹی کے باپ بن گئے ۔

مگر اس درد مند انسان کے دل میں ایک بات گھر کر گئی تھی اور وہ یہ تھی کہ ۔۔۔ انہوں نے ایک لاوارث اور چند روزہ بچی پر رحم کھایا تھا اور اسے ماں باپ کا پیار اور سہارا دیا تھا ۔ جس سے خوش ہو کر قدرت نے ان کو اولاد دی تھی ۔

یہ عقیدہ اتنا گہرا تھا کہ وہ خود شبنم کے ممنون تھے ۔ جیسے یہ بچے انہیں شبنم نے دیئے ہوں ۔

انہوں نے بچی کا نام نشاط رکھا ۔۔۔ یہ نام ان دونوں میاں بیوی نے پہلے سے سوچ رکھا تھا ۔

جب بیگم کی طبیعت ذرا سنبھلی تو وہ ایک روز موقعہ پاکر خان صاحب سے بولیں ۔

"میرا خیال ہے کہ ہم لوگ شبنم کی پرورش اور تربیت صحیح طریقے

سے سرانجام نہیں دے رہتے۔

" ہاں ہاں ——" خان صاحب کو امید کی کرن دکھائی دی۔ اور وہ بولے —— بیگم بعض اوقات تم پتے کی بات کہہ جاتی ہو۔"

" میرا خیال ہے کہ اسے کسی ضرورت مند کو دے دیں ——" وہ بولیں۔"

" کیا مطلب ——" خان صاحب کی تیوری پر بل پڑ گئے۔

" میرا مطلب تھا کہ ایک وقت تھا جب ہم کسی بچے کی تلاش میں تھے۔ کیونکہ ہمارے ہاں اولاد نہ تھی۔ —— ہم نے اس وقت شبنم کو پال لیا تھا۔

مگر اب بھی دنیا میں بے شمار لوگ ایسے ہوں گے جو اولاد کو ترستے ہوں گے —— اگر شبنم کو ان میں سے کسی کے حوالے کر دیں تو وہ شبنم کی زیادہ اچھے طریقے سے پرورش کریں گے ——" بیگم نے اپنا خیال پیش کیا۔

" ہاں شاید ایسا ہو ——" خان صاحب نے غصے سے کہا "مگر بیگم یاد رکھو —— میں نے اسے اپنی بیٹی بنایا ہے —— وہ اس گھر میں رہے گی —— اور کہیں نہیں جائے گی —— تم یہ خیال بھی دل سے نکال دو ——"

وہ شوہر کے غصے کو سمجھ گئیں اندبولیں ——" میں نے تو مشورہ دیا تھا ——"

"مجھے پھر کبھی ایسا مشورہ نہ دینا ۔۔۔" خان صاحب نے جواب دیا۔

"بہتر ۔۔۔" وہ بھی تلخی سے بولیں۔

خان صاحب کا موڈ آف ہو گیا ۔۔۔ وہ تیزی سے اٹھے اور باہر مردانے میں چل دیئے۔

بیگم غصہ کو پی گئی تھیں ۔۔۔ مگر ان کے دل میں نفرت کا بے پناہ طوفان امنڈ آیا تھا ۔۔۔ وہ آہستہ سے بولیں۔

اور اگر وہ یہاں رہی بھی تو ملازم بنکر رہے گی۔"

اور گورنس پردیپ اپنے کمرے میں ۔۔۔ شبنم کو جھولے میں ڈالے سلا رہی تھی۔ حسب ہدایت وہ اسے پیار سے لوری سنا رہی تھی ۔۔۔ اتنے پیار سے ۔۔۔

جیسے شبنم اس کی اپنی بچی ہو یا بہن۔

جو بھی حالات تھے ۔۔۔ وہ تو اپنی جگہ اٹل تھے ۔۔۔ اور بُرے یا بھلے حالات
میں انسان جیتا بھی ہے ۔۔۔ اور اس کے بچے پرورش بھی پا جاتے ہیں۔
شبنم بھی پرورش پاتی رہی ۔۔۔ اور دوسرے بچے بھی ۔۔۔ جوں جوں
وہ بڑی ہو رہی تھی ۔۔۔ وہ بڑی ذہین ۔۔۔ بڑی خوبصورت ۔۔۔ اور بہت
عقل مند بچی ثابت ہو رہی تھی۔

وہ چھ سال کی ہو گئی تھی۔

اس دوران پروین نے اس کی دیکھ بھال ۔۔۔ پرورش اور تربیت
میں کبھی کوتاہی نہ کی ۔۔۔ اس نے کبھی یہ خیال نہ کیا کہ وہ محض ملازمہ
ہے جو اس کی دیکھ بھال کے لئے رکھی گئی ہے۔

دوسرے بچے بھی بڑے ہو گئے تھے ۔۔۔ اور وہ خوب باتیں کرتے
اور گھر میں دھما چوکڑی مچاتے۔

مگر بیگم صاحبہ کا حکم تھا کہ کوئی بچہ شبنم سے نہ کھیلے۔ بچے والدین کی

بات کو اٹل خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ ابتدائی عمر سے ہی ان کے دلوں میں شبنم کے خلاف زہر بھر گیا۔ وہ تو نہ شبنم سے کھیلتے اور نہ بات کرتے البتہ اسے کبھی کبھی ستا ضرور لیتے ۔۔۔ پروین نے شبنم کی تربیت اس ڈھب سے کی تھی کہ وہ بچوں میں زیادہ کھیلنے یا گھلنے ملنے سے احتراز کرتی۔

مگر خان صاحب تو شبنم کی طرف سے غافل نہ تھے ۔۔۔ وہ باقاعدہ اس کی خبر گیری بھی کرتے اور اس سے پیار بھی ۔۔۔ وہ سوچتے کہ کیوں نہ شبنم کو اسکول میں داخل کروایا جائے۔

ان کا پروگرام تھا کہ ابتداء میں تو وہ اسے اسکول میں پڑھائیں گے اور جب وہ اسکول کی عادی ہو جائے گی تو اسے ہوسٹل میں داخل کروا دیں گے ۔۔۔ تاکہ اسے کسی قسم کی محرومی کا احساس نہ ہو ۔۔۔ وہ خان صاحب کے دوسرے بچوں کی طرح ابو ۔۔۔ اور جبیں کو ممی کہا کرتی تھی۔

اس دوران بیگم جبیں نے ایک اور چال چلی۔

اس نے پروین کو دوسرے بچوں کی دیکھ بھال کے لئے رکھنا چاہا۔ ان کا خیال تھا کہ اس طرح وہ شبنم سے چھٹکارا پالیں گی اور بے چاری پروین کو کیا اعتراض تھا۔

اسے سر چھپانے کا سہارا ملا ہوا تھا ۔۔۔ وہ یہ سہارا چھوڑ کر اس بھری دنیا میں کہاں جاتی ۔۔۔ بے چاری نے بیگم صاحبہ کا کہا مانا مگر جب خانصاحب کو اس کا علم ہوا تو وہ بہت خفا ہوئے ۔۔۔ انہوں نے بیگم اور پروین سے کہا۔

"پروین صرف شبنم کے لیے رکھی گئی ہے ۔۔۔ اگر دوسرے بچوں کے لئے ملازمہ کی ضرورت ہے تو اور رکھی جاسکتی ہے۔ شبنم کا حق تلف کرنے کی وہ کسی بھی صورت اجازت نہ دیں گے ۔"

اور انہوں نے پروین سے صاف لفظوں میں کہہ دیا ۔۔۔ کہ وہ صرف شبنم کا خیال رکھے ۔ کیونکہ اسے ہی توجہ کی ضرورت ہے ۔۔۔ چنانچہ اس طرح وہ مطلب حل ہوگیا جو پروین چاہتی تھی ۔

یہ سب کام چلتا رہا ۔

البتہ پروین شام کو بچوں کو پارک میں سیر کروانے ضرور لے جاتی وہاں جاکر وہ بچوں کو بتلاتی کہ وہ ان کی بہن ہے ۔۔۔ اور بیمار بھی ہے اس لیے ان کو شبنم کا احترام کرنا چاہیئے ۔۔۔ اور اسے کچھ نہ کہنا چاہیئے ۔

بچوں نے دو ایک بار پوچھا بھی ۔

"مگر باجی ۔۔۔ ممی تو اسے ہماری بہن نہیں بننے دیتیں ۔۔۔"

"ممی اس سے نفرت کرتی ہیں ۔۔۔"

وہ بچوں کو جواب دیتی ۔

"اور بچو تم جانتے ہو اللہ نفرت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ۔"

پھر اسی شام اک بچے نے جبیں سے کہا ۔

"امی آنٹی کہتی ہیں ۔۔۔ کہ اللہ میاں نفرت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور یہ بھی کہ شبنم ہماری بہن ہے ۔۔۔"

خان صاحب پاس ہی موجود تھے بیگم نے ان کی طرف گھور کر دیکھا ۔

اور پھر بولیں — "سن لیا —"

"تو کیا یہ غلط ہے —" خان صاحب نے کہا۔

"میں شرافی کو اپنے بچوں کی بہن نہیں کہہ سکتی — وہ بولیں۔

"بیگم —" خان صاحب اتنے زور سے چیخے کہ ان کی آواز سے بچے کانپ گئے اور چھوٹی بچی رونے لگی۔

"تم ان معاملات میں بچوں کا رجحان تبدیل نہ کرو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔"

بیگم ڈر کر چپ ہو گئیں — مگر ان کے دل میں پروین کے خلاف زہر بھر گیا — اور وہ پروین سے بدلہ لینے کی سوچنے لگیں۔

پھر انہوں نے اسی شام کسی بات پر پروین کو بہت برا بھلا کہا — اور اس کی چوٹی پکڑ کر اس پر تشدد بھی کیا۔

پروین بے چاری جانتی تھی کہ ایسا کیوں ہے — مگر اس نے سب برداشت کر لیا۔

شبنم کے لئے — جو اس کے خیال میں مظلوم تھی۔

وہ اپنے کمرے میں شبنم کو گود میں لئے دیر تک روتی رہی — پروین روتی رہی اور اس کے آنسو شبنم کے گالوں پر گر رہے تھے — کتنا پاکیزہ پیار تھا۔

عابدہ کے بچے بھی سیانے ہو گئے تھے۔

احمد چار سال کا ہو گیا تھا — اور منی تین سال کی۔ وہ خوب

باتیں کرتے آپس میں کھیلتے اور انہیں یہ احساس تک نہ ہوتا کہ وہ سگے بہن بھائی نہیں ہیں۔

بانو بالکل ـــــ شبنم کی ہم شکل تھی ـــــ اگر دونوں بہنیں بیٹھی ہوتیں انہیں ایک سا لباس پہنا دیا جاتا تو کوئی بھی دیکھنے والا ان کو پہچان نہ سکتا ـــــ کہ وہ سگی بہنیں نہیں ہیں۔

بہرحال عابدہ کو کیا علم تھا ـــــ اس نے دو دن کی بچی کھو دی تھی۔ اس کے ذہن میں تو اپنی سُرخ گال مٹول اور پیلی پیاری دو دن کی بچی گھوم رہی تھی۔

عابدہ اسے بتایا کرتی ـــ "بانو بیٹی ـــــ تیری اور بھی بہن ہے ـــــ اور وہ دوسرے شہر میں اپنی خالہ کے پاس پرورش پا رہی ہے ـــــ خدا سے دعا کرو وہ ہمیں جلد مل جائے۔"

اور بے چاری بانو ـــــ جو ابھی دنیا کے نشیب و فراز سے ناواقف تھی چپ چاپ ان کا منہ تکا کرتی۔

—— " جبیں نے پروین سے کہا۔

" پروین —— موسم کتنا خوشگوار ہے —— جاؤ بچوں کو ذرا باغ میں گھما لاؤ ——

" جی بہتر سرکار ——" وہ بولی۔

اس نے اسلم — نشاط اور شبنم کو ساتھ لیا اور باغ میں جا پہنچی اس نے نشاط کو گود میں اٹھا رکھا تھا —— اور دوسرے بچے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔

پارک زیادہ دور تو نہیں تھا —— پارک میں جاکر وہ خود ایک بینچ پر بیٹھ گئی اور اس نے بچوں کو گیند دی کہ وہ گھاس پر کھیلیں۔

بچے ایک دوسرے کو گیند مارتے —— اور پھر اس کے پکڑنے کو دوڑتے وہ انہیں دیکھتی رہی۔ ذہن میں عجیب عجیب خیالات آ رہے تھے۔

کیا میں زندگی کا سفر یوں ہی گزار دوں گی کیا کبھی میرا کوئی گھر نہ ہوگا۔

کیا میں اپنے بچوں کی ماں نہیں بن سکوں گی —؟"

غریب —— اور بے سہارا ہونا بھی تو ایک جرم ہے —— اور اس جرم کی سزا کے طور پر بہر حال اسے تنہا رہنا تھا —— اور دوسروں کی خدمت کر کے اور دوسروں کے بچوں کو پرورش کر کے اپنی غربت اور بیچارگی کی زندگی کو گزارنا تھا۔

مگر قدرت تو اتنی سنگدل نہیں ہوتی —— وہ ہر انسان کے لئے اس کا کوئی مقام متعین کرتی ہے —— اور ہر وہ انسان جو خود کو بے سہارا خیال کرتا اور سوسائیٹی میں اپنے لئے جگہ نہ ہونے کا رونا روتا ہے۔ قدرت اپنے طور پر ایسے سامان پیدا کر دیتی ہے کہ اسے سوسائٹی میں کوئی مقام ملے —— اور اس کی خواہشات بھی پوری ہوں —"

اچانک وہ خیالات سے چونکی —— کسی نوجوان کی آواز تھی۔

"آپ یہاں مس پروین ——" چونک کر اس نے دیکھا۔

جس گھر میں وہ پہلے ملازم تھی ان کا نوجوان بیٹا پرویز اس کے سامنے کھڑا اس سے سوال کر رہا تھا —— "آپ ——" وہ بوکھلا گئی۔

"جی ——" وہ بولا —— "آپ کہاں ہیں آجکل —— اس نے پوچھا ——

وہ شرما رہی تھی —— اس نے کبھی کسی نوجوان مرد سے یوں تنہائی میں بات نہ کی تھی۔

"کیا میں بیٹھ جاؤں ——" وہ بولا۔

"ہاں ہاں —— کیوں نہیں ——" وہ بولی۔ کہنے کو تو اس نے کہہ دیا مگر

اس کا دل دھک دھک کرنے لگا — اور وہ بیچاری سہم سی گئی۔

گھبرایئے نہیں — میں نے آپ کو بہت عرصے تلاش کیا اور اب تو ناامید ہو چکا تھا۔

"مگر کیوں — کیا کام تھا مجھ سے —؟" وہ بولی۔

"کچھ بھی نہیں —" وہ گھبرا کر بولا — "کیا بچپن کی وہ حسین یادیں جو آپ سے وابستہ ہیں بھلا سکتا تھا میں۔ میں آپ سے ملنا چاہتا تھا۔

"مگر کیوں —؟" وہ بولی۔

اس کا جواب تو شاید نہ دے سکوں —" پرویز نے جواب دیا۔

اور پھر وہ کچھ گھبرا سا گیا اور بچوں کو دیکھتے ہوئے بولا — "کیا یہ بچے آپ کے ہیں —؟"

"جی —" وہ شرما گئی — "میری شادی نہیں ہوئی — یہ بچے میری مالکن کے ہیں —"

"اوہ —" اس نے لمبا سانس لیا — کچھ دیر سوچتا رہا پھر بولا —" اپنے بارے میں تم نے کیا سوچا ہے —؟"

"میں نے —" وہ بوکھلا کر بولی —" میں غریب ہوں — اور بے سہارا بھی — میں کیا سوچوں گی غریب تو دنیا میں یونہی پیدا ہوتے ہیں — اور مر جاتے ہیں —"

"نہیں — ایسا نہیں ہے —" وہ بولا "کچھ لوگوں کے دل میں غریبوں کا درد بھی ہوتا ہے — اور وہ غریبوں کا خیال بھی رکھتے ہیں۔ میں تمہارے

بارے میں بہت جلد فیصلہ کردوں گا۔ آخری فیصلہ ــــ میں نے تمہیں بہت
تلاش کیا ــــ خدا کا شکر ہے کہ تم مل گئیں ـ"

وہ کچھ نہ بولی ــــ وہ انجانی سوچوں میں گم تھی۔

وہ بولا ــــ" کیا آپ یہاں روز آتی ہیں ۔؟"

"جی ہاں ــــ" اس نے کہا۔

"کل میرا انتظار کرنا ــــ میں تم سے ملوں گا ــ" وہ بولا۔

وہ چپ رہی ــــ اور پرویز اٹھ کر چلا گیا ــــ اس نے دوبارہ مڑ کر
اسے دیکھا تھا۔

وہ جلدی سے گھر واپس آئی ــــ اور بچوں کو ان کی ممی کے پاس بھیج دیا۔
اور رات کو جب وہ شبنم کو لیکر سونے لگی ــــ تو ذہن الجھا ہوا تھا
اسے پرویز کے الفاظ یاد آرہے تھے۔

"میں جلد فیصلہ کروں گا ــ"

"میں نے تمہیں بہت تلاش کیا ــ"

"کل میں تم سے ملوں گا ــ"

پروین نے خود سے کہا ــ "کاش تم مجھے سہارا دو"

اور پرویز کا تصور اس کے ذہن پر چھاتا چلا گیا۔

دوسرے روز — اس نے بیگم صاحبہ سے کہا "بیگم صاحبہ میں بچوں کو پارک میں لے جاؤں —"

"آخر تم پارک میں جانے کی اتنی شوقین کیوں ہو —؟" وہ بولیں — "رہنے دو کوئی ضرورت نہیں —"

وہ بجھ سی گئی — مگر اتنے میں خان صاحب داخل ہوئے — انہوں نے پوچھا —

"کیا بات ہے بیگم —؟"

اور جب انہیں اصل بات کا پتہ چلا تو وہ بولے —

"بھئی — اس کا دل خود جانے کو چاہتا ہوگا — جانے دو اسے جاؤ بیٹی بچوں کو لے جاؤ —"

اس کا دل مچل اٹھا — اس نے خود سے کہا "میں آرہی ہوں پرویز" اور پھر بچوں کو لیکر پارک میں پہنچ گئی —

پرویز وہاں پہلے سے موجود تھا ـــ وہ اس بنچ پر بیٹھا تھا جہاں وہ ایک روز پہلے ملے تھے۔

پروین کا دل دھک دھک کرنے لگا ـــ اس نے بچوں کو گھاس پر کھیلنے کیلئے چھوڑ دیا اور خود دوسری بنچ پر بیٹھ گئی جو وہاں سے ہٹ کر تھی۔

پرویز نے اسے دیکھا ـــ اور مسکرایا ـــ وہ آہستہ سے اٹھا اور اس کے قریب آ کر بولا۔

"کیا بات ہے آج آپ نے بنچ بدل دیا۔؟"

"جی ـــ بس یونہی ـــ" وہ گھبرا کر بولی۔

"حوصلہ مندی سے بات کرو ـــ" وہ بولا "میں تم سے فیصلہ کن بات کرنے آیا ہوں ـــ"

"مجھ سے آپ نے کیا بات کرنی ہے۔؟" اس نے پہلو بدلا۔

اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ جلد سے جلد بات کرے۔

"پروین ـــ" وہ پیار اور بے تکلفی سے بولا "اگر تم اسے محسوس کرتی ہو تو میں خاموش رہوں گا ـــ"

"جی نہیں تو ـــ آپ بات کریں ـــ" وہ بولی۔

پرویز نے بڑے جذباتی انداز میں کہا "دراصل ـــ جب تم بچی تھیں ـــ تو مجھے بڑی اچھی لگتی تھیں ـــ پھر تم میرے سامنے جوان ہوئیں ـــ اور میں نے تمھیں اپنے دل میں لے لیا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ تمھیں اپنی بنا کر رہوں گا ـــ مگر ممی نے ایک روز اچانک تمھیں گھر سے نکال دیا ـــ تم تو چلی

گئیں پروین — مگر میرا سکون و چین بھی لے گئیں — گو میں گھر کے احترام میں تم سے اظہارِ محبت نہ کر سکا — مگر میرے دل سے تمہارا عکس آج تک دور نہ ہوا۔

میں نے تمہیں ہر جگہ تلاش کیا۔ ایک لمبا عرصہ — اس عرصے میں کوئی بھی لڑکی میرا آئیڈیل نہ بن سکی — اور میں تمہاری تصویر کو دل میں بسائے تمہیں تلاش کرتا رہا۔

اور پھر کل کا دن کتنا مبارک تھا کہ تم مل گئیں۔ میں تم سے پیار کرتا ہوں — تمہاری سادگی سے — تمہارے حسن سے، تمہاری غربت سے اور تنہائی سے — مجھے تم سے پیار بھی ہے اور ہمدردی بھی — اور میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اپنے گھر کی رانی بنا ڈالوں۔ کیا تم میرا ساتھ دوگی؟

وہ چپ رہی — دل کی دھڑکن تیز ہو گئی اور رنگ سرخ۔ پہلی بار کسی نوجوان نے اس سے اظہارِ محبت کیا تھا — وہ چپ رہی اور نظریں نیچی کئے دیکھتی رہی۔

"پروین —" اس نے پروین کا ہاتھ تھام لیا۔ "میں جواب چاہتا ہوں۔"

وہ پھر بھی چپ رہی — پرویز نے کہا — "انکار میرا دل توڑ دے گا — کاش تمہارے ماں باپ زندہ ہوتے — میں ان سے التجا کرتا — مگر اب میں تم سے ہی التجا کرتا ہوں مجھے جواب دو — تمہاری ہاں میری دنیا بدل سکتی ہے —"

دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے کہا۔ "جی ہاں مجھے یہ فیصلہ منظور ہے۔"

یہ کہتے ہوئے اس کا حلق خشک ہو گیا۔

وہ بولا — "شکریہ پروین — بے حد شکریہ — اب میں تمہیں ہر قیمت پر اپناؤں گا —"

وہ نظریں جھکائے بیٹھی تھی — اور پرویز بڑے پیار سے اسے گھور رہا تھا — اس نے کہا — "میں یہ بات کل بھی کر سکتا تھا — مگر کل میں نے اس لیئے یہ بات نہ کی تھی کہ میں بات کرنے کیلئے تمہیں انگوٹھی پہنانا چاہتا تھا۔

اس نے جیب سے ایک خوبصورت انگوٹھی نکالی اور اس کی انگلی میں ڈالدی۔

وہ دلچسپی سے نظریں بچاکر انگلی میں نئی انگوٹھی دیکھتی رہی۔ اور پھر مسکرا دی۔

اچانک وہ بولی — "کیا آپ کے ماں باپ کو اس کا علم ہے؟"

"نہیں —" وہ بولا۔

"تو وہ رشتہ پسند نہ کریں گے —" وہ بولی۔

"مجھے اس کی پرواہ نہیں — میں آج ہی ممی سے بات کروں گا — اور اگر انہوں نے میری بات نہ مانی — تو میں یک طرفہ فیصلہ کرونگا۔ میں عدالت میں تم سے شادی کروں گا۔ تمہیں تو اعتراض نہیں —" وہ پوچھنے لگا۔

"جی — نہیں تو —" وہ بولی — "شکریہ —" پرویز نے کہا

جب وہ اٹھ کر جانے لگا — تو وہ دیر تک اسے جاتا ہوا دیکھتی رہی۔ اور اس رات اس نے انگوٹھی چوم لی — اور خود بخود دیر بڑبڑائی۔

"تم کتنے اچھے ہو پرویز — تم نے میری اندھیری دنیا میں روشنی کے دیئے جلا دیئے —" اور پھر وہ پرویز کا تصور ذہن میں لیے سو گئی۔

اچانک بیگم صاحبہ نے اس کے ہاتھ میں انگوٹھی دیکھ لی ـــ وہ بہت اچھی خوبصورت اور قیمتی ـــ وہ حیرانی سے اسے دیکھ کر بولیں۔

"کیا یہ سونے کی ہے۔؟"

"جی ـــ" وہ بولی۔

"کہاں سے لی۔؟" بیگم صاحبہ نے پوچھا۔

"بس جی ـــ لے لی ـــ" وہ مسکرا دی۔

بیگم صاحبہ کو اس کی مسکراہٹ زہر لگی ـــ بھلا غریب کو بھی مسکرانے کا حق ہے۔

انہوں نے غصّے سے پوچھا "کسی کی اٹھا تو نہیں لائی کہیں اپنے ساتھ ہمیں بھی پھنسوا دے ـــ بتا کہاں سے لائی ہے؟"

"یہ میری انگوٹھی ہے" وہ بولی ـــ "منگنی کی ـــ"

بیگم صاحبہ نے حیرانی سے پوچھا "کب ہوئی تیری منگنی؟"

"کل ــــ" وہ بولی

"کہاں ــــ کس نے کی ــــ؟" وہ حیرانی سے مجسم سوال بن کر رہ گیئں۔

"بیگم صاحبہ ــــ" وہ بولی۔

"یہ میرا ذاتی مسئلہ ہے ــــ آپ کو اس میں دخل دینے کا کوئی اختیار نہیں ہے ــــ"

"تیری یہ جرأت ــــ" بیگم صاحبہ نے جوتا اٹھا لیا۔

بیگم صاحبہ اپنے آپ میں رہیئے ــــ" پروین کو پرویز کا سہارا ملنے کا بڑا حوصلہ تھا۔ وہ ڈٹ گئی ــــ چلائی۔

"میں یہاں ملازمت کرتی ہوں، میں نے خود کو فروخت نہیں کیا۔"

"تو ٹھیک ہے۔ چل میرے گھر سے نکل جا ــــ" وہ چلائیں۔

چلی جاتی ہوں ــــ" پروین روہانسی ہو گئی۔

اس کمبخت کو بھی ساتھ لے جا۔" بیگم صاحبہ نے شبنم کی طرف اشارہ کیا۔

بچے رونے لگے ــــ وہ پروین سے بڑے مانوس تھے ــــ اچانک خان صاحب اندر داخل ہوئے۔

"کیا بات ہے ؟" انہوں نے پوچھا۔

سب خاموش رہے ــــ انہوں نے پھر بیگم سے پوچھا " بیگم کچھ تو بولو ــــ آخر بات کیا ہے ؟"

بیگم نے ساری بات اس انداز میں بتائی جیسے پروین کوئی مجرم ہو اور وہ اس کا جرم بیان کر رہی ہوں۔

خان صاحب ہر بات کا سیدھا رخ دیکھنے کے عادی تھے ـــ انھوں نے ناراض ہونے کی بجائے پروین کو مبارکباد دی اور بولے ۔

"تم دنیا میں تنہا ہو ـــ کوئی فکر نہ کرو ـــ میں تمہارا بھائی ہوں آج سے تم میری ملازمہ نہیں بہن ہو ـــ مجھے بھائی کہنا اور بھائی ہی خیال کرنا اس نوجوان سے کہو وہ مجھ سے بات کرے ـــ میں تمہیں بھائی بن کر یہاں سے رخصت کروں گا۔"

پروین حیران رہ گئی ـــ وہ ممنونیت کی نظروں سے انہیں دیکھتی ہوئی بولی۔

"جی بہتر بھیا ـــ"

جاؤ اب اپنے کمرے میں۔" وہ بولے۔" میں شام تک تمہیں دوسرا کمرہ دے دوں گا ـــ اور ہاں بیگم تم بھی انسانی ہمدردی کا سبق سیکھو ـــ پروین انسان ہے اسے بھی گھر بسانے کا حق ہے۔ اب تم ہم بھائی بہن کے معاملات میں دخل نہ دو گی ـــ میری کوئی بہن نہیں تھی۔ خدا کا شکر ہے مجھے بہن مل گئی۔"

بیگم کے چہرے پر غصے کے آثار تھے وہ بولیں ـــ " میں گھر میں یہ ڈرامہ نہ چلنے دوں گی ـــ"

"تم کون ہو اس ڈرامے کو روکنے والی ـــ" خان صاحب جلال میں آگئے۔ اور بیگم سہم گئیں۔

پروین شبنم کو لئے اپنے کوارٹر میں چلی گئی ـــ وہ بہت خوش تھی اس خدا پر جس نے اس کے حالات بدلنے تو ایک دم بدل دیئے ـــ اسے اس کی منزل بھی مل رہی تھی ـــ اور بھائی بھی مل گیا تھا ـــ یہ اس کے لئے کتنا بڑا اعزاز تھا۔

اور دوسری طرف خان صاحب بیگم سے کہہ رہے تھے۔
"بیگم دکھی انسانوں کی مدد کرنا۔ بے سہاروں کو سہارا دینا اور کسی کا گھر آباد کرنے میں اس کو مدد دینا ایک عبادت ہی تو ہے۔ اور خدا جس قدر خوش ہوتا ہے۔ شاید نمازوں وغیرہ سے بھی اتنا خوش نہیں ہوتا۔"

مگر بیگم ان باتوں کو نہ سمجھ رہی تھیں۔ اور نہ سمجھنا چاہتی تھیں۔ انہوں نے خان صاحب سے متضاد طبیعت پائی تھی۔

پرویز نے ماں سے کہا "ممی — تم کہہ رہی تھیں کہ میں اب گھر میں بہو لانا چاہتی ہوں — ؟"

"ہاں بیٹے —" ماں نے یوں خوشی سے کہا — جیسے بیٹا بہو لے آیا ہو — مگر تم مانو بھی تو — تمہیں تو میری پسند کی لڑکی اچھی ہی نہیں لگتی۔"

"مگر ممی — میری پسند کو تم پسند کرو گی —" وہ بولا۔

"تمہاری پسند — ؟" ماں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا "تو کیا تو نے کوئی لڑکی پسند کر لی ہے — ؟"

"ہاں ممی —" وہ بولا — "بہت اچھی — بہت پیاری — بہت خوبصورت — اور بہت ہی شریف — آپ بھی اسے پسند کریں گی۔"

"مگر وہ ہے کون — ؟"

ماں نے پوچھا۔

"آپ اسے جانتی ہیں ممی" — وہ بولا۔

"مگر کون ہے وہ — خاندان کیسا ہے — کیسے لوگ ہیں" ممی نے بہت سے سوال کیئے۔

اچھا خاندان ہے — غریب لوگ ہیں — اور وہ بے سہارا ہے اس نے کہا۔

"تو کیا تم نے یتیم خانہ کھولنا ہے۔؟" ماں کو غصّہ آگیا "بھلا وہ کیا بہو جو ڈھیروں جہیز نہ لائے — اور جس کی آمد سے گھر نہ بھر جائے"

"ممی" مجھے دل کی خوشیاں چاہئیں — ورنہ دولت تو ضائع بھی ہو جاتی ہے — مجھے اس کی شرافت سے اس کے معصوم حسن سے اور اس کی بے بسی سے پیار ہے" وہ جذباتی انداز میں بولا۔

"میں تیرا مطلب نہیں سمجھی —؟" ماں نے جھنجھلا کر کہا۔ "مگر وہ ہے کون —؟"

"وہ —" پرویز نے کہا — "وہ ایک لڑکی یہاں ہوا کرتی تھی — تمہاری ملازمہ — پروین — میں اس کی بات کر رہا ہوں۔"

"مگر وہ تو ملازمہ تھی —" ماں نے کہا۔

"ہاں ممی — پرویز نے جواب دیا۔" اب بھی وہ تمہاری ملازمہ ہی رہے گی —"

لڑکے — ماں چلائی — عقل کی بات کرو — خاندان کی عزت کو نیلام نہ کرو — تمہارے باپ سنیں گے — تو تمہیں بھی گھر سے نکال دیں گے اور مجھے بھی"

پرواہ نہیں ماں — ہم علیحدہ مکان لے لیں گے —" وہ بولا۔

"تمہاری عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں — وہ لڑکی میری بہو نہیں بن سکتی۔" ماں چلائی۔

"اس صورت میں مجھے یکطرفہ فیصلہ کرنا پڑے گا —" وہ بولا۔

"کیا مطلب —؟" ماں نے کہا۔

"میں اس سے عدالت میں شادی کر لوں گا —" وہ بولا۔

"اُف —" ماں نے سر پکڑ لیا — "مگر وہ تمہیں کہاں ملی — اب وہ کہاں ہے — مجھے بتاؤ تا کہ اس حرافہ کی خبر لوں — میرے بیٹے پر جادو کر دیا۔"

"وہ ایسی نہیں ممی — اور نہ وہ مجھے خود ہی ملی — میں خود اس سے ملا تھا اور یہ اس کی نہیں، میری خواہش ہے —" پرویز نے جواب دیا۔

"تو کیا یہ تیرا آخری فیصلہ ہے —؟" وہ بولیں۔

"ہاں ممی —" وہ بولا۔

"مگر میں نہ ہونے دوں گی — میں خودکشی کر لوں گی —" ماں چلائی۔

وہ اٹھا اور باہر جاتے ہوئے بولا۔

"ممی — تمہیں وہ عورت اپنی بہو کے روپ میں دیکھنا ہو گی — میرا ابھی یہ آخری فیصلہ ہے —"

وہ سیدھا پروین کے ہاں گیا — پروین گھر پر تھی — اس نے پیغام بھیجا — مگر ملازم نے پیغام خان صاحب کو دیا — پرویز انہیں دیکھ کر گھبرا گیا — مگر انہوں نے پرویز کا استقبال کیا — وہ اسے

ڈرائینگ روم میں لائے۔

"میں پروین کا بھائی ہوں ـــ تمہارا کیا نام ہے ـــ ؟"

" جہاں تک مجھے یاد ہے اس کا کوئی بھائی نہیں تھا ـــ اور میرا نام پرویز ہے ـ" اس نے جواب دیا۔

" ہاں ـــ کل تک اس کا کوئی بھائی نہ تھا ـــ لیکن میں نے اسے بہن بنا لیا ہے ـ" وہ بولے ـــ " وہ بڑی اچھی لڑکی ہے ـــ میں خود اس کی شادی کرنا چاہتا ہوں ۔ مجھے اس نے بتایا کہ تم اس سے شادی کرنا چاہتے ہو ـــ اپنے ماں باپ کو یہاں بھیج دینا ـ میں تاریخ مقرر کر دونگا۔"

وہ خاموشی سے کچھ سوچتا رہا۔

" کیا سوچ رہے ہو ـــ ؟ " وہ بولے۔

" یہی کہ شاید میرے ماں باپ اس شادی میں شریک نہ ہوں ـــ میں نے ماں سے ذکر کیا تھا ـــ وہ نہیں مانتیں ـ" وہ بولا۔

" اوہ ـــ" خان صاحب نے کہا ـ" مگر میں پروین کو لاوارث بچی کیطرح نہ بیاہوں گا ـ"

وہ گڑگڑانے لگا ـ پروین پردے کے پیچھے کھڑی سب سن رہی تھی۔ وہ کہنے لگا ـ" میں خدا کو حاضر ناظر جان کر سچ کہتا ہوں کہ میں پروین سے پیار کرتا ہوں ۔ اور میں اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا ـــ وہ بالغ لڑکی ہے ۔ میں گھر والوں سے علیحدہ رہ کر اسے خوش رکھ سکونگا۔"

" مگر اس کا انجام بھی سوچ لیا ہے ـ" وہ بولے ـ

"سب سوچ کر آیا ہوں" پرویز نے جواب دیا۔

"تو ٹھیک ہے ۔۔ اس اتوار کو تم دوستوں کو لیکر آجاؤ ۔۔ شادی بہرحال دھوم دھام سے ہوگی ۔۔" خان صاحب نے جواب دیا۔

"جی بہتر ۔۔۔" وہ بولا۔

خان صاحب نے اسے چائے پلائی ۔۔ اور پیار سے رخصت کیا۔ وہ خود بھی خوش تھے اور پرویز بھی۔

اور دوسرے کمرے میں ۔۔ پروین اپنے نئے کمرے میں بستر پر اوندھی پڑی لمبی لمبی سانسیں لے رہی تھی ۔۔۔ خوشی سے اس کا سینا پھٹا جارہا تھا۔

کیونکہ اس اتوار کو وہ دن آرہا تھا ۔۔ جسے اس نے بارہا خوابوں میں دیکھا تھا ۔۔ اور جس کی تمنا میں وہ اپنا سکون کھو چکی تھی۔

پرویز کے لئے سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ وہ شادی کے بعد اپنی ہونے والی بیوی کو کس گھر میں لے جائے۔

چنانچہ اس نے ایک دوست کے ہاں انتظام کیا۔ اس وقت تک اس کے باپ کو اصل حالات کا علم نہ تھا۔ اور وہ چوری چھپے سب کام کر رہا تھا۔ اس کے خیال میں اگر اس کے باپ کو یہ علم ہو جاتا تو یہ سب تقریبات رک جاتیں۔

اور خان صاحب نے ان چند دنوں میں بڑی محنت سے گھر سجایا تھا۔ انہوں نے بیگم کو کسی نہ کسی طرح قائل کر لیا تھا کہ وہ پروین کو ان کی بہن کی طرح رخصت کریں۔

انہوں نے جہیز میں وہ ساری چیزیں خریدی تھیں جو وہ اپنی بہن کو دے سکتے تھے۔ اس طرح انہوں نے نہ صرف ایک لاوارث بچی کو بیاہنے کا ثواب حاصل کیا تھا۔ بلکہ انہوں نے وہ خوشی بھی حاصل کر لی تھی جو اپنی بہن کو بیاہنے کیلئے وہ کرتے

پرویز اس شادی سے خوش بھی تھا اور افسردہ بھی۔ خوش اس لئے کہ اسے وہ منزل مل رہی تھی جسے اس نے چاہا تھا اور افسردہ اس لئے کہ گھر کے بزرگ اس شادی میں شریک نہ ہو رہے تھے۔ اور وہ ان کے ردِ عمل سے بھی آگاہ تھا کہ شاید وہ اسے عاق کر دیں۔

مگر ابّو کو — کسی نہ کسی صورت اس کا علم ہو گیا۔ انہوں نے بیگم صاحبہ سے پوچھا — "پرویز کل سے کہاں ہے۔؟"

امی انہوں نے ساری بات شوہر کو بتا دی۔

وہ کچھ سوچتے رہے پھر بولے: "پروین اچھی لڑکی ہے — وہ شریف بھی ہے — خوبصورت بھی اور ہم نے اسے تعلیم بھی دلوائی ہے۔ پھر گھر میں ہماری نظروں کے سامنے پلی بڑھی بچی ہے۔ اگر پرویز اسے ہماری بہو بنانا چاہتا ہے تو میرے خیال میں کوئی حرج نہیں — خدا نہ کرے اس نے کوئی انتہائی اقدام نہ اٹھایا ہو — اب بتاؤ میں اسے کہاں تلاش کروں۔ میں اسے تلاش کر کے خود بہو کو لانا چاہتا ہوں۔"

سوچ سوچ کر انہوں نے پرویز کے ایک قریبی دوست کے ہاں جانا مناسب سمجھا۔

دوست کے گھر کے قریب پہنچ کر ہی انہوں نے اندازہ لگا لیا کہ حالات کیا ہیں۔ کیونکہ گھر سجا ہوا تھا — اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہاں کوئی شادی کی تقریب ہو۔

پرویز کے باپ کو دیکھ کر اس کا دوست گھبرا گیا — اور اس نے چوں چرا کی — مگر اس کے ابّو نے زور دیا کہ وہ پرویز کو بلائے۔

اتنے میں پرویز بھی آگیا۔ جونہی اس نے باپ، کو دیکھا اس کا رنگ فق پڑ گیا — وہ نئے لباس میں بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔

باپ نے اسے سینے سے لگا لیا اور بولے "گھبرانے کی ضرورت نہیں بیٹے — مجھے سب پتہ چل گیا ہے۔ تم نے مجھ سے ذکر کیا ہوتا — بہرحال میں تمہاری خوشیاں خود پوری کروں گا چلو میرے ساتھ برات گھر سے روانہ ہوگئی ہے"

وہ حیران رہ گیا — اور پھر خوشی سے باپ بیٹا گلے مل گئے۔

بارات دیر سے روانہ ہوئی — کیونکہ بہرحال گھر میں انتظامات بھی کرنا تھے سبھی رشتہ داروں کو ولیمے میں بلانا بھی مناسب خیال کیا گیا — اور جب بارات خانصاحب کے یہاں پہنچی تو پرویز کے والدین کو دیکھ کر وہ سب حیران رہ گئے۔

پرویز کی ممی نے خود پروین کو اپنے ہاتھوں دلہن بنا کر پیار کیا — اور بڑی پرتکلف دعوت کے بعد پروین کو گھر لائے — پروین بیحد خوش تھی۔

قدرت نے اس کی سبھی خواہشات پوری کر دی تھیں — اور وہ اس گھر میں بہو — یعنی وارث بن کر آئی تھی۔ جہاں وہ ایک عرصہ ملازمہ کی حیثیت سے رہی تھی۔

"ابو نے اسے پیار کرتے ہوئے کہا — "میری کوئی بیٹی نہیں — اب تم میری بیٹی بھی ہو اور بہو بھی — اس گھر میں اپنی سابقہ زندگی بھول جاؤ — اور بہو بن کر گھر میں رہو"

وہ خوش تھی ـــ بیحد خوش ـــ مگر اسے شبنم یاد آرہی تھی۔

وہ اس حالت میں اس کی طرف سے غافل نہ ہوئی تھی ـــ وہ سوچتی رہی نہ جانے میرے بعد شبنم کا کیا بنے گا ـــ نہ جانے اس سے کیا سلوک کیا جائیگا مگر ـــ مگر میں لے آؤں گی ـــ اور اسے اپنے ساتھ رکھوں گی۔"

"وہ میری بچی ہے ـــ میری اپنی بچی۔

اس رات جب پرویز سیج پر اس سے پیار بھری باتیں کر رہا تھا۔ اسنے کہا۔

"سرتاج میں ایک بھیک مانگوں گی ـــ"

"بھیک ـــ" وہ بولا ـــ "تم حکم کر سکتی ہو ـــ"

"جس گھر میں رہا کرتی تھی وہاں ایک لڑکی تھی ـــ وہ اس گھر والوں کو اس وقت ملی تھی جب وہ بے اولاد تھے اور جب کہ خدا نے انہیں خود اولاد دے دی۔ وہ اس سے نفرت کرتے ہیں میں اس کی گورنس تھی۔ مجھے اس سے بے پناہ پیار ہے جیسے وہ میری بہن ہو ـــ یا بچی" اس نے کہا ـــ اور آخری لفظ پر وہ شرما گئی۔

"تو اب کیا ہے اسے ـــ وہ وہاں خوش رہے گی" پرویز نے کچھ نہ سمجھ کر جواب دیا۔

"نہیں سرتاج ـــ" وہ بولی "اس گھر کی مالکن بیگم جبیں اس پر ظلم کرتی ہے ـــ اور اُسے بہت پریشان کرتی ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں اُسے یہاں لے آؤں ـــ"

"ہاں ہاں جیسے تمہاری مرضی ـــ" وہ بولے۔

"ابو اور امی سے آپ اجازت لے لیں ـــ" پروین نے کہا۔

"میں اجازت لے لوں گا —" وہ بولا۔

اور دوسرے روز ابّو اور امّی نے شبنم کو وہاں لانے کی اجازت دے دی۔ خان صاحب تو اس کے بھیّا بن گئے تھے — دوسرے ہی روز وہ وہاں جا پہنچی — اور خانصاحب سے کہا۔

"بھیّا — آپ نے میری بساط اور میری اوقات سے بڑھ کر مجھے سب کچھ دیا — میں اس قابل نہ تھی —"

"نہیں نہیں پروین — یہ سب میں نے اپنی خوشی کیلئے کیا۔ تم دل میلا نہ کرو —" یہ سب میں نے اپنا سمجھ کر کیا — اب تم ہمیشہ مجھے اپنا بھائی سمجھنا — اور کبھی کوئی تکلیف ہو تو بھائی کو ضرور یاد کرنا۔ خود کو لاوارث خیال نہ کرنا۔"

"شکریہ بھیّا — وہ خوشی سے بولی۔

میں اتنا کچھ لینے کے بعد بھی ایک اور تحفہ مانگنے آئی ہوں — اور اس امید پر کہ مجھے مایوس نہ کیا جائے گا —"

"پورے وثوق سے مانگو —" وہ بولے۔

"شبنم سے مجھے پیار ہے —" وہ بولی۔

"میں شبنم کو اپنے پاس رکھنا چاہتی ہوں —"

وہ کچھ سوچتے رہے پھر بولے۔

"شبنم سے مجھے بھی پیار ہے — اور میں اسے خود سے علیحدہ نہیں کرنا چاہتا تھا — مگر بیگم کا رویّہ اور تمہاری خوشی کیلئے مجھے یہ بات

بھی قبول کرنی پڑے گی۔ تم شبنم کو لے جا سکتی ہو۔"

"شکریہ بھیا ــــ" وہ خوش ہو گئی۔

اور خانصاحب نے اس کے سر پر پیار کیا ــــ اور ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ نہ جانے وہ کیا سوچ رہے تھے۔

نئے گھر میں شبنم کو خوش آمدید کہا گیا ــــ وہاں سب بڑے تھے کوئی بچہ تو تھا نہیں ــــ اور جب انہیں ایک بچی مل گئی تو اس کے لاڈ پیار میں وہ سب ایک دوسرے سے بازی لے گئے۔

شبنم کے دن بھی بدل گئے۔

پروین کو تسلی تھی کہ اب بے چاری کو کوئی حرامی نہ کہے گا۔ اسے کوئی نفرت سے نہ دیکھے گا ــــ اور وہ دنیا کی خوشیوں سے پوری طرح استفادہ کر سکے گی۔

شبنم بھی اس کے استقبال سے بے حد خوش تھی ــــ اسے اپنا گھر ــــ نئے لوگ اور نیا ماحول راس آگیا تھا۔

مگر خان صاحب نے شبنم کے خالی جھولے کو دیکھا تو ان کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

یوں جیسے ان کی بچی ــــ ان سے جدا ہو گئی ہو ــــ انہوں نے زیر لب کہا۔

"میں نے تجھے دو دن کی بچی سے پالا تھا ــــ اور تو مجھے چھوڑ گئی ــــ میں نے یہ سب تیری بھلائی کے لئے کیا میری بیٹی خدا تجھے خوش رکھے۔"

شبنم خوش باش تھی۔ کسی بے سہارا اور یتیم کا درد تو وہی جان سکتا ہے جس نے خود ایسے حالات دیکھے ہوں۔
اور پروین جس نے خود ان حالات کو دیکھا تھا شبنم کا درد جانتی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ شبنم بے چاری کیا سوچتی ہے ــــ اور اسے کس قسم کے پیار کی ضرورت ہے۔
کیونکہ اس نے بچپن سے جوانی تک محرومی ــــ یتیمی اور دوسروں کا دست نگر رہ کر زندگی گزاری تھی۔
نہیں چاہتی تھی کہ شبنم بھی ان حالات سے گزرے اور وہ بھی اسی ذہنی انتشار کا شکار رہے جو درپیش تھے۔
پرویز بہت اچھا لڑکا تھا ــــ اس نے بھی شبنم کو اپنی بچی بنا لیا تھا۔ اسے ایک اچھے اور بڑے اسکول میں داخل کروا دیا گیا ــــ وہ ذہین بچی تھی اور وہ پڑھائی میں بھی سب سے آگے نکل گئی۔

خان صاحب بھی پروین کو بہن بنانے کا حق ادا کرتے رہے ـــ
اکثر پروین انکے ہاں جاتی ـــ اور وہ بھی پروین کے ہاں آتے ۔
گھر بھی تو زیادہ دور نہ تھے ۔
بچے بھی پروین سے ملنے چلے آتے ـــ وہ اسے پھوپھو کہا کرتے تھے ۔
اور پروین اس رشتے سے خوش تھی ۔
بچے بھی اب بڑے ہو گئے تھے ـــ وہ پروین سے بہت پیار کرتے
ـــ اور پروین بھی ان کا انتظار کرتی ۔
خدا نے پروین کو ابھی اولاد سے نہ نوازا تھا ـــ اور وہ فطری طور پر
دوسرے بچوں سے پیار کرتی تھی ۔
اسلم، نشاط اور شبنم
خوش قسمتی سے وہ ایک ہی اسکول میں پڑھا کرتے تھے ـــ شبنم ان
سے ایک کلاس آگے تھی ـــ یعنی شبنم اور نشاط ایک کلاس میں تھیں ۔
جب کہ لاڈ پیار کے باعث اسلم کو بعد میں اسکول بھیجا تھا اس لئے وہ
ایک کلاس پیچھے تھا ۔
بچوں کو ان کی ماں نے بتا دیا تھا کہ شبنم نا پاک بچی ہے ـــ اس کے
ماں باپ نہیں ہیں ـــ اور وہ دوسروں کے پاس پرورش پا رہی ہے ۔
اس لئے بچے ہمدردی کا سلوک کرنے لگے ـــ نہ جانے شبنم کے دوسرے
گھر چلے جانے کے باعث بیگم جبیں کیوں اب اس سے پیار کرنے لگی تھیں ۔
وہ تھی بھی بڑی خوبصورت اور پیاری بچی ـــ اور وہ ایسی ذہانت کی باتیں

کرتی کہ سننے والے اس سے لامحالہ پیار کرنے لگتے تھے۔

وہ اکثر بیگم جبیں کے گھر آتی ۔۔۔ جہاں اسلم اور نشاط اسے لے آتے چنانچہ وہ ان سے گھنٹوں کھیلتی رہتی ۔۔۔ اور بیگم جبیں اکثر اسے کھانا وغیرہ کھلاتیں۔ خان صاحب تو اسے بچپن سے پیار کرتے تھے۔

جب وہ چند روز وہاں نہ آسکتی تو وہ بچوں سے پوچھتے "بچو شبنم نہیں آئی"۔ اور پھر دوسرے روز وہ اسکول سے شبنم کو ساتھ لے آتے۔

پروین نے اس میل ملاپ میں کبھی اعتراض نہ کیا تھا۔ کیوں کہ وہ خان صاحب کا اسی قدر احترام کرتی تھی ۔۔۔ اور ان سے اس نے شبنم کو مانگا تھا۔ اس کے خیال میں شبنم پر خود اس کا اتنا حق نہ تھا جتنا خان صاحب کا۔

وہ بیگم جبیں کا پرانا سلوک بھی بھول چکی تھی ۔۔۔ وہ صاف دل خاتون تھی۔ اور دوسروں کو بھی صاف دل خیال کیا کرتی تھی۔

اکثر جب وہ خان صاحب کے ہاں جاتی ۔۔۔ اسلم اسے بڑی پیاری پیاری کہانیاں سناتا۔

وہ خود کہانیاں لکھا کرتا تھا۔ خوبصورت۔ معصوم اور بچوں کی سی کہانیاں اور پھر وہ یہ کہانیاں شبنم کو سناتا۔

شبنم انہیں پسند کرتی ۔۔۔ اور پھر وہ اسے مشورے دیتی ۔۔۔ جوں جوں وہ بڑا ہوتا گیا ۔۔۔ کہانیوں کا انداز بدلنے لگا ۔۔۔ اور اب جب کہ وہ دسویں جماعت کا طالب علم تھا ۔۔۔ اس کی کہانیوں کا انداز بدل گیا تھا۔ اب جنوں بھوتوں اور پریوں کی جگہ ۔۔۔ لڑکے لڑکی اور پیار نے لے لی تھی۔

دل معصوم تھے ۔۔۔ پیار معصوم تھا ۔۔۔ وہ محبت، پیار اور اس کی لذت
سے ناآشنا تھے ۔۔۔ اب بھی شبنم اسے مشورے دیتی ۔۔۔ اور وہ ان کے
مشورے مان لیتا ۔۔۔ وہ کہا کرتا: "مجھے تم سے بڑی ہمدردی ہے ۔۔"

"مگر کیوں ۔ ؟" وہ پوچھتی ۔

"تمہارے ابو اور امی جو نہیں ہیں ۔۔" وہ کہتا ۔

پہلے تو وہ ان باتوں کا نوٹس نہ لیا کرتی ۔ بلکہ جواب دیتی "میرے ابو
اور امی ہیں ۔۔"

مگر اب وہ حالات ۔۔۔ زمانے کے ماحول سے واقف ہو چکی تھی ۔
وہ ان باتوں سے اداس ہو جاتی ۔۔۔ اور چپ سی ہو جاتی ۔۔۔ اسے کیا
معلوم ۔۔۔ یہ اسلم کا معصوم انداز محبت ہی تو تھا ۔

وہ پروین سے پوچھتی ۔۔۔ "میری ممی اور ابو کہاں ہیں ۔"

اور وہ بتاتی کہ وہ مر گئے ۔۔۔ وہ ایک حادثے میں مر گئے تھے اور
شبنم تنہا رہ گئی تھی ۔۔۔ اور امی نے شبنم کو پال لیا تھا ۔

ماسوائے اس بات کو مان لینے کے اس کے پاس چارہ کار ہی کیا تھا ۔

اسلم نے ایک جماعت ایڈوانس کا امتحان دے دیا تھا ۔۔۔ اب وہ
بھی دسویں میں تھا ۔۔۔ ان کے ساتھ ہی ۔

والدین بوڑھے ہو رہے تھے ۔۔۔ بیگم جبیں اور خود خاں صاحب
کے بالوں میں سفیدی جھانک رہی تھی ۔

اولاد جوان ہو رہی تھی ۔۔۔ ان کے جسموں میں بلاغت کے نشان پیدا

ہو چکے تھے۔

انہوں نے بچوں کے معاملات میں دخل دینا کم کر دیا تھا۔ کیونکہ وقت کے ساتھ ساتھ ان کا ذہن بھی بالغ ہو گیا تھا۔

اب بھی شبنم — نشاط اور اسلم اکٹھے بیٹھتے — کھیلتے ایک دوسرے کی لکھی ہوئی کہانیاں سنتے۔

مگر ان کے کھیل بدل گئے تھے۔

اب مشترک کھیلوں میں وہ چابی والے کھلونے نہ چلاتے تھے — بلکہ وہ اب کیرم اور ٹینس سے دل بہلاتے تھے۔

وہ اکثر ایک دوسرے کے بارے میں سوچتے — اور ان کے دل میں میٹھا سا درد اٹھتا۔

مگر وہ اس درد سے نا آشنا تھے — کہ اس کا کیا مطلب ہے؟

وقت نے شیخ اسحاق اور عابدہ کے زخموں کو تو کم کر دیا تھا — مگر اولاد کی گمشدگی کے زخم مندمل تو نہیں ہوا کرتے۔

اب بھی کبھی کبھی تنہائی میں — عابدہ شبنم کو یاد کر کے رو دیتی — مرنے والوں کا صبر تو آجاتا ہے — جب کہ انسان خود اُنہیں ہزاروں من مٹی کے نیچے داب آتا ہے۔

مگر بچھڑنے والوں کا غم کون بھولے — ہر چند کہ ان کی بچی دو دن کی گم ہوئی تھی مگر وہ ان کے جگر کا ٹکڑا تو تھی۔

کئی بار بیگم عابدہ نے شوہر سے کہا: "اگر میری بچی زندہ ہوگی تو اتنی بڑی ہوگی —" وہ دوسرے بچوں کو دیکھ کر اداس ہو جاتی۔

اور شیخ اسحاق کو اپنی بچی یاد آجاتی — اور وہ سوچنے لگتے کہ اگر وہ زندہ ہے تو نہ جانے کس حال اور کس ماحول میں ہے۔

اور اگر لڑکا ہو تو والدین اس ڈھب سے نہیں سوچتے جس ڈھب سے

لڑکیوں کے بارے میں سوچتے ہیں ۔۔۔ کیونکہ لڑکیاں خاندان کی عزت اور ناموس خیال کی جاتی ہیں ۔

بالو بھی بڑی ہوگئی تھی ۔۔۔ اور احمد بھی

بیگم عابدہ نے کبھی احمد کو اپنی اولاد سے کم خیال نہ کیا تھا ۔۔ ان کے دل میں کبھی یہ خیال پیدا نہ ہوا کہ وہ ان کی سوت کا بیٹا ہے ۔ جس نے ان کی بچی ان سے علیحدہ کر دی تھی ۔

یہ ایک الگ بات تھی کہ احمد نے خود ان کے بطن سے جنم نہ لیا تھا ۔ مگر اس سے کیا فرق پڑتا ہے ۔۔۔ انہوں نے ایک دن کا بچہ پایا تھا ۔ اسے راتوں کی نیند اور دن کا سکون گنوا گنوا کر پالا تھا ۔۔۔ اور اس گھر کا اجالا اور ان کی امیدوں کا مرکز رہا تھا ۔۔۔ وہ اس بچے کے بارے میں وہی کچھ سوچتی تھی جو ایک حقیقی ماں سوچ سکتی ہے ۔

اور بالو

وہ بالکل ۔۔۔ شبنم کی تصویر تھی ۔۔۔ دونوں بہنیں گو ایک دوسری سے میلوں دور تھیں ۔۔۔ مگر وہ ایک دوسری سے اس قدر مشابہت رکھتی تھیں کہ دیکھنے والا چکر کھا جاتا ۔۔۔ اور انہیں ایک ہی لڑکی خیال کرتا ۔

وہی قد ۔۔۔ وہی جسم ۔۔۔ وہی چہرہ ۔۔۔ اور ایسا ہی معصوم حسن جو شبنم اور بالو ہی کا حصہ تھا ۔

شاید یہ بات ماں کے تصور میں بھی نہ آ سکتی تھی کہ ان کی بیٹی بڑی ہو کر بالکل بہن کا عکس ثابت ہوگی ۔

دونوں لڑکیاں تعلیم میں دوسروں سے زیادہ پڑھنے کی کوشش کرتیں ہر چند کہ بانو چھوٹی تھی۔

مگر اس نے بھی اس بار میٹرک کا امتحان دیا تھا ـــــ جس شہر میں وہ رہتے تھے وہاں کوئی کالج نہ تھا ـــــ اور شیخ صاحب بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلانا چاہتے تھے۔

وہ بچوں کو خود سے دور بھی نہ رکھ سکتے تھے، کیونکہ ایک بچے کی گمشدگی کا غم کم تو نہ تھا۔

وہ تو بچوں کو پل بھر کے لئے بھی خود سے جدا نہ کرتے ـــــ اور عابدہ کا بھی یہی حال تھا۔

دوسرے شہر میں شیخ صاحب کے کارخانے اور کاروبار تھا ـــــ وہ سوچتے تھے کہ نتیجہ نکلنے سے پہلے پہلے کاروبار دوسرے شہر میں منتقل کر دیں تاکہ بچوں کی تعلیم میں تعطل پیدا نہ ہو۔

انہوں نے بیگم عابدہ سے کہا "ہمیں بچوں کو تعلیم کے لئے انہیں دوسرے شہر لے جانا ہوگا ـــــ ماشاءاللہ اب وہ کالج میں داخلہ لیں گے۔"

"ہاں" عابدہ بولیں "مگر میں بچوں کو دوسرے شہر منتقل نہ ہونے دوں گی ـــــ یا تو خود ان کے ساتھ جاؤں گی ـــــ یا بچے پرائیویٹ پڑھیں گے۔"

"مگر بیگم میرا خیال ہے میں کاروبار ہی دوسرے شہر میں تبدیل کر لوں۔" وہ بولے "یہ شہر یوں بھی چھوٹا ہے ـــــ اور دوسرے شہر میں اپنا کاروبار یوں بھی زیادہ ہے۔ وہاں اپنی ملیں بھی ہیں ـــــ تمہیں بھی وہاں جانا پڑتا ہے

میں دیکھ بھال بھی کر لوں گا ——— اور بچوں کی تعلیم کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا ———
کیا خیال ہے ——— ؟"

"ٹھیک ہے ——" وہ کچھ سوچتی ہوئی بولیں ——— وہ سوچ رہی تھیں۔
اسے دوسرے شہر جا کر نئے ماحول میں رہنا ہوگا ——— یہاں چاہنے والوں
اور ملنے والوں کو چھوڑنا ہوگا ——— اور اس گھر کو بھی جہاں ان کی بہت سی یادیں
وابستہ ہیں ———

"کیا سوچنے لگیں ——— ؟" وہ بولے

"یہی کہ کیا دوسرے شہر کا ماحول ہمیں راس آ جائے گا۔ ؟" انہوں نے
جواب دیا۔

"ماحول کے راس آنے کا کیا ہے" شیخ صاحب نے جواب دیا "ماحول خود
راس آ جائے گا ——— جہاں ہم سب ہوں گے اپنی جنت بنا لیں گے"

بیگم مسکرا دیں۔

اور واقعی ایک ماہ کے اندر اندر شیخ صاحب نے دوسرے شہر میں
کاروبار سمیٹ لیا۔

انہوں نے وہاں ایک کوٹھی خرید لی ——— اور بچوں سمیت وہاں منتقل
ہو گئے۔

اب وہ مطمئن تھے۔

عجیب اتفاق تھا۔

ہر چند کہ بچے عمروں میں ایک دوسرے سے چھوٹے بڑے تھے، مگر انہوں نے میٹرک کا امتحان ایک ساتھ دیا تھا۔

احمد اور بالو نے بھی ــ اور ــ شبنم ــ اسلم اور نشاط نے بھی۔

وہ نتیجے کا انتظار کر رہے تھے۔

اسلم اور شبنم اس چھٹی کے زمانے میں بھی ہر روز ایک دوسرے سے ملتے رہے۔ ان کے والدین نے بھی ان پر کوئی پابندی نہ لگائی ہر چند کہ وہ بالغ ہو رہے تھے، مگر اب شبنم میں ایسی بہت سی باتیں ہو گئی تھیں ــ جو لڑکوں سے مختلف تھیں۔ اس میں لڑکیوں کی مخصوص عادات بھی پیدا ہو گئی تھیں ــ اور جسم میں مخصوص نشان بھی ــ اس لئے اب وہ اسلم سے جھجکنے لگی تھی ــ مگر وہ بدستور ایک دوسرے سے ملتے رہے۔

اب جب بھی اسلم اسے کوئی پیار محبت کا افسانہ سناتا ــ وہ شرما جاتی

اور بعض اوقات تو وہ کوئی مشورہ نہ دیتی ۔

نشاط کو لکھنے لکھانے سے کوئی دلچسپی نہ تھی وہ اکثر پڑھنا پسند کرتی تھی اور اسلم کے افسانے رسالوں میں شوق سے پڑھتی ۔۔۔ شبنم بھی افسانے لکھتی اور وہ ایک دوسرے کے افسانے جمع کرتے رہتے ۔

ایک روز جب اسلم نے ایک افسانہ لکھا تو اس میں ایک کردار شبنم اور دوسرا اسلم کا تھا ۔ یہ سب اس سے سہواً ہوا تھا ۔۔۔ افسانے میں دونوں ایک دوسرے سے پیار کرتے تھے ۔۔۔ اور پھر گھر بھر کی مخالفت کے باوجود وہ ایک ہو جاتے تھے ۔ افسانے سنا کر جب اس نے شبنم سے مشورہ مانگا تو وہ حیران رہ گیا ۔۔۔ شبنم کا رنگ سرخ تھا ۔ اور وہ نظریں جھکائے کچھ سوچ رہی تھی ۔

"تم نے مشورہ نہیں دیا ۔۔۔" اس نے پوچھا ۔

"جی ۔۔۔ میں کیا مشورہ دوں بھلا ۔۔۔؟"

ادب سے جی کہنا ۔۔۔ اور پھر شرمانے کا یہ انداز اسے اتنا اچھا لگا کہ وہ چپ ہو گیا ۔ اور انجانی سوچوں میں گم ہو گیا ۔

۔۔۔ اسی شام ۔۔۔ تنہائی میں پہلی بار شبنم نے اسلم کے بارے میں سوچا ۔۔۔ اور پھر وہ خود ہی شرما گئی ۔ اس نے زیر لب کہا "مجھ سے بڑا پیار کرتا ہے"۔

اسلم بھی اس کے بارے میں سوچ رہا تھا ۔ اس نے خود سے کہا "کتنی اچھی ہے شبنم ۔۔۔ کتنی بھولی بھالی ۔۔۔ بالکل تیتری سی"

لیکن دونوں اس بات سے اب بھی بے خبر تھے کہ وہ ایک دوسرے کو چاہتے ہیں اور ان کے دل کی ایک ہی دھڑکن کے ساز پر رقص کرنے کیلئے بیتاب ہیں ۔

وہ دھڑکن جسے پیار کہا جاتا ہے۔

اور پھر نتیجہ نکل آیا۔ وہ سب کامیاب رہے تھے — البتہ تمام تر امیدواروں میں شبنم اول رہی تھی۔

اخبار نویسوں — اور پریس فوٹوگرافروں کا ہجوم ہوگیا — شبنم کی تصاویر لی گئیں اور اگلے روز اخبارات میں نتیجے کے ساتھ اسکی تصاویر بھی چھپی ہوئی تھیں۔

گھر بھر میں خوشیاں تھیں — ایک پارٹی کا پروگرام بنا — آخر پارٹی ہونا تو ضروری تھی۔

اسلم اسے مبارکباد دینے آیا تھا۔ شبنم نے بھی اسے مبارکباد دی — اور شکریہ ادا کر اسلم سے اس نے کہا "خدا تمہیں بہت سی خوشیاں دکھائے۔"

اس روز اسلم کا دل شبنم کے لئے احترام اور پیار سے بھر گیا۔

اخبار میں شبنم کی تصویر چھپی ہوئی دیکھ کر وہ سوچ رہا تھا۔

خوبصورت بھی ہے — بھولی بھالی بھی — شریف بھی — اور ذہین بھی — کاش میں اسے اپنی زندگی میں شامل کر سکتا۔

زندگی میں پہلی بار اس نے شبنم کے بارے میں ایسا سوچا — مگر پھر وہ چپ ہوگیا۔ وہ شبنم سے ایسی بات نہ کہہ سکتا تھا۔

اس نے اخبار سے تصویر کاٹی — اور اپنے پرس میں رکھ لی — وہ اپنی کامیابی بھول گیا تھا — اسے اپنی کامیابی سے زیادہ شبنم کی کامیابی کی خوشی تھی۔

وقت نے ان کے ذہن — اور خیالات میں بھی انقلاب برپا کر دیا تھا اور ایسا ہونا فطری امر تھا۔

احمد اور بانو بھی کامیاب رہے تھے ۔ اچانک احمد دوڑتا ہوا گھر میں داخل ہوا۔

"امی ۔۔۔ امی ۔۔۔" وہ چلایا۔

"کیا بات ہے بیٹے؟" ماں نے جواب دیا۔

شیخ صاحب اور عابدہ چائے پی رہے تھے ۔۔۔ ساتھ ہی بانو بھی بیٹھی تھی وہ ان کو کالج میں داخل کروانے کی بات کر رہے تھے۔

وہ قریب بیٹھ گیا ۔۔۔ اور باپ کے سامنے اخبار پھیلاتے ہوئے بولا۔

"دیکھو ابو ۔۔۔ غور سے دیکھو ۔۔۔ یہ تصویر ۔۔۔ باپ دیکھنے لگے۔

"کس کی تصویر ہے ۔۔۔" عابدہ نے کہا۔

"امی ۔۔۔" وہ تیزی سے بولا "بالکل اپنی بانو کی ہے بالکل بانو جیسی"

"بانو ۔۔۔" وہ بولیں اور انہوں نے شوہر سے اخبار چھین لیا۔

شیخ صاحب انجانی سوچوں میں گم تھے ۔۔۔ غور سے انہوں نے تصویر دیکھی اور بیگم عابدہ بولیں۔

"نام بھی شبنم ہے ۔۔۔ مگر اس کے والد کا نام پرویز لکھا ہے"

"ہاں یہی فرق ہے ۔۔۔" خان صاحب نے کہا "کہیں یہ میری بچی شبنم تو نہیں"

بیگم بیتاب ہو گئیں ۔۔۔ شبنم کے لئے ان کے دل میں پیار کا بے پناہ طوفان اٹھا۔

"نہیں بیگم ۔۔۔ یہ شبنم نہیں ۔۔۔ محض اتفاق ہے ۔۔۔ اور پھر ہماری تو وہی ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ۔۔۔ والی مثال ہے ۔۔" شیخ صاحب نے کہا۔

"شبنم کون تھی ممی ——؟" بالو نے پوچھا۔

"تمہاری بہن ——" وہ بولیں —— اب تک انہوں نے اپنے بچوں کو اپنی گمشدہ بچی اور ان کی بہن کے بارے میں نہ بتایا تھا۔

"ہماری بہن ——" احمد آگے کھسک آیا —— وہ بولا "کہاں ہے وہ امی ۔۔؟"

"وہ دو دن کی تھی جب گم ہو گئی" عابدہ نے جواب دیا۔ امی کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔

"اوہ ممی —— تو اسے تلاش کیا ہوتا" احمد نے افسردگی سے کہا۔

"بہت کچھ کیا بیٹے ——" وہ بولیں "مگر وہ نہ ملی —— قسمت کو اس کا تم سے ملنا منظور نہ تھا ——"

وہ کچھ سوچنے لگا —— پھر بولا "میں اسے ضرور تلاش کروں گا خدا کی اس وسیع دنیا میں دو دن کی بچی تلاش بھی کہاں کی جا سکتی ہے —— امی شاید وہ زندہ بھی نہ ہو ——"

"نہیں بیٹے ——" وہ بولیں "یوں نہ کہو —— ماں کا دل کہتا ہے وہ زندہ ہے —— وہ ضرور زندہ ہے۔ میرا تو اس شبنم کو دیکھ کر دل دھڑک اٹھا تھا —— یہ مجھے اپنی بچی لگتی ہے مگر یہ تو کسی پرویز کی بیٹی ہے"

"بیگم ختم کرو اس قصے کو ——" شیخ صاحب نے کہا "بچوں کو ایسی باتیں بتانے سے کیا حاصل"

"نہیں ابو" احمد بولا "میری بہن نہیں تھی کیا وہ —— میں اسے تلاش کروں گا زندگی کے آخری سانس تک شاید وہ مل جائے"

"ہاں بیٹے شاید ۔۔ " مایوسی سے وہ بولے ۔
بانو انجانی سوچوں میں گم تھی ۔۔۔ اس اچانک خبر نے انہیں اس خوشی میں بھی افسردہ کر دیا تھا ۔
یہ اس گھر کی ٹریجڈی نہیں تھی کیا ۔

بانو اور شبنم دونوں ایک ہی کالج اور ایک ہی کلاس میں داخل ہوئیں ۔ ہر چند کہ ان میں کمروں کا فرق تھا ۔۔ مگر وہ دونوں اتنی حیرتناک حد تک مشابہت رکھتی تھیں کہ پہلی ہی نظر میں وہ خود ہی چونک اٹھیں ۔۔۔ ابتداء بانو نے کی ۔
"کیا آپ کا نام شبنم ہے ۔؟"
"جی ۔" وہ مسکرا کر بولی ۔" آپ نے اخبار میں میرا نام پڑھا ہوگا ۔"
"میرا نام بانو ہے ۔۔۔ آپ بڑی ذہین ہیں ۔۔۔ نام معلوم ہونے کی وجہ بھی جان گئیں ۔۔" بانو نے کہا ۔
اور پھر دونوں مسکرا دیں ۔
بانو ہی نے کہا ۔۔ " ہم دونوں میں بڑی مشابہت ہے ۔"

"امبر بتی ہے" وہ بولی۔

"آپ کے ابو کیا کرتے ہیں۔؟" بالو نے پوچھا۔

"لینڈ لارڈ ہیں" اور آپ کے ابو کیا کرتے ہیں۔؟"

"وہ" بالو نے کہا "وہ کاروبار کرتے ہیں۔ ہماری یہاں ملیں ہیں۔"

دونوں مسکرا دیں۔ اور دوست بن گئیں۔ پہلی ہی ملاقات میں ایک دوسرے سے اتنی قریب ہو گئیں۔ جیسے بہنیں ہوں۔

اس بات سے بے خبر کہ وہ بہنیں ہی ہیں۔ بالو اسے یہ بتا کر اپنے خیال میں اپنا وقار خراب کرنا نہ چاہتی تھی کہ ان کی ایک بہن گم ہو گئی ہے۔

اور شبنم نے تو یہ بات ویسے بھی کسی کو کبھی نہ بتائی تھی۔ حالانکہ وہ جانتی تھی کہ وہ لے پالک ہے۔ وہ گمشدہ بچی تو نہ تھی۔ اس کے ماں باپ تو جیسا اسے بتایا گیا مر گئے تھے۔

"آپ کبھی ہمارے گھر آئیں نا" بالو نے کہا۔

پہلے تم ہمارے گھر آؤ۔" شبنم نے کہا۔

"میں امی سے اجازت لے کر ضرور آؤں گی۔" بالو نے جواب دیا۔

اور دوسری طرف احمد اور اسلم ایک ہی کلاس میں تھے۔

انہیں دوست بنتے بنتے چند دن لگ ہی گئے۔ کیونکہ ان کے دوست بننے میں بالو اور شبنم کی طرح اس بات کو تو دخل نہ تھا کہ وہ ہمشکل تھیں جب وہ ایک دوسرے سے واقف ہو گئے تو اس بات سے بے خبر کہ وہ ہمشکل بہنوں کو جانتے ہیں۔ یا ان کا ان سے کوئی تعلق ہے۔ وہ الگ کالج میں تھے۔

بالغ ہونے کے بعد اب انہوں نے علیحدہ علیحدہ کالجوں میں داخلہ لیا تھا۔

بانو اور شبنم لڑکیوں کے کالج میں تھیں — جب کہ وہ لڑکوں کے کالج میں

گھر آن کر جب بانو نے ماں کو بتایا۔

" امی — وہ میری ہمشکل لڑکی میری کلاس میں داخل ہوئی ہے — تو

وہ حیران ہوئیں — اور بولیں — " کون ہے وہ — ؟"

" ممی اس کا باپ لینڈ لارڈ ہے — کار میں چھوڑنے آتا ہے۔ وہ بولی۔

" اوہ — " مایوسی سے بیگم عابدہ بولیں۔ جیسے امید کی آخری کرن بھی اندھیروں

میں گم ہو گئی ہو۔

بانو نے کہا — " میں نے اسے گھر آنے کی دعوت دی ہے "

" مگر کس لیے — ؟ " عابدہ نے کہا۔

" یوں ہی ممی — کیا یہ بات بری ہے — " وہ بولی۔

" ویسے تمہاری خوشی بیٹی " عابدہ نے کہا " مگر اس کی ضرورت اس لیے

نہیں کہ اس سے خواہ مخواہ ہمیں ہماری گمشدہ بیٹی یاد آئے گی — اور بیٹی پرانے

زخم پھر نئے ہو جائیں تو بڑی تکلیف دیا کرتے ہیں "

" میں اسے یہاں نہیں لاؤں گی ممی — " وہ بولی — اور دونوں سوچوں میں گم ہو گئیں

بیگم عابدہ سوچ رہی تھیں — اگر آج شبنم زندہ ہوتی تو بہنوں کی جوڑی خوب

رہتی — اچانک وہ بولیں۔

" اس بچی سے اپنی گمشدہ بہن کا ذکر نہ کرنا — کالج میں نیا موضوع بن جائیگا "

" ممی میں اتنی احمق نہیں ہوں — " بانو نے اٹھ کر جواب دیا۔ اور اٹھ کر دوسرے کمرے

میں چلی گئی۔

اسلم اپنے بستر پر بیکار لیٹا ہوا تھا ــ اور اس کے ذہن میں شبنم کا تصور تھا۔

اس کی کامیابی نے اس کے ذہن پر ایسا اثر چھوڑا تھا کہ وہ اس کا دیوانہ ہو گیا تھا۔

اچانک اس نے اپنا پرس نکالا ــ اور شبنم کی تصویر دیکھنے لگا۔

وہ بولا۔

"تم بڑی اچھی ہو" وہ اس بات سے بے خبر شبنم کی تصویر دیکھتا رہا کہ اس کی بہن نشاط اس کے پیچھے کھڑی اس کی حرکات دیکھ رہی ہے۔

وہ کھنکاری۔

مڑ کر اسلم نے دیکھا ــ اور پھر شرمندہ سا ہو کر اس نے پرس پر بستر پر ڈال دیا۔

بڑھ کر نشاط نے پرس اٹھا لیا ــ اور بولی "شبنم باجی سے باتیں ہو رہی تھیں؟"

"نہیں تو ۔۔۔" اس نے خفت مٹانے کو کہا۔

"میں نے خود دیکھا ہے۔" وہ بولی "یہ دیکھو آپ کے پرس میں اس کی تصویر ہے۔" اس نے پرس اسلم کے سامنے ڈال دیا۔

جلدی سے اس نے پرس اٹھایا اور جیب میں رکھتا ہوا بولا "یہ تو میں نے یونہی اخبار سے نکال کر جیب میں رکھ لی تھی ۔۔"

"بھیا ۔۔" وہ نرمی سے بولی "بہن سے مت چھپاؤ صاف صاف بتا دو"

"کیا بتا دوں ۔۔؟" وہ جھلا کر بولا "چل ہٹ یہاں سے ورنہ امی کو بلانا ہوگا۔"

"ضرور بلاؤ امی کو" وہ ڈٹ گئی "میں ساری بات امی کو بتا دوں گی۔"

"تو کیا شبنم کی تصویر رکھنا بری بات ہے۔؟" وہ بولا۔

"شبنم نوجوان لڑکی ہے" نشاط نے کہا "اور اس کی تصویر آپ کے بٹوے میں نہیں ہونی چاہئے۔"

"تو لو میں اسے پھاڑ ڈالتا ہوں ۔" اس نے کہا۔

اور وہ بٹوہ نکالنے لگا نشاط نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور بولی "نہیں بھیا اس بات کو ابھی ختم نہ کرو"

"کس بات کو ۔۔؟" وہ شرمندہ ہو گیا۔

"کیا شبنم کے پاس بھی تمہاری تصویر ہے ۔" وہ بولی۔

"نہیں ۔۔ اس کے پاس کہاں سے آئے گی ۔؟" اسلم نے کہا۔

"تو یہ محبت یک طرفہ ہے" نشاط نے کہا ۔ پھر وہ ٹھہر کر بولی۔

"مجھے شبنم پسند ہے ۔۔ بہت پسند۔"

"تم کیسی باتیں کرتی ہو ۔۔؟" وہ بولا۔

"بھیا ۔۔" نشاط نے کہا ۔۔ "چھپاؤ نہیں ۔۔ میں نے تمہارا وہ افسانہ بھی تو پڑھا تھا جس میں ایک کردار شبنم تھا اور دوسرا تم خود ۔۔ کیا تم اسی افسانے کو حقیقت کا روپ دینا چاہتے ہو۔

وہ خاموش رہا ۔ دراصل وہ بہن کا تعاون حاصل کرنے کی سوچ رہا تھا۔

"اگر تم شبنم کو چاہتے ہو ۔۔۔ تو وہ اچھی بھابی رہے گی۔ نشاط بولی۔

"بھابی ۔۔" وہ چونک کر بولا۔ کیا تم اس بات سے باخبر ہو ۔۔!

"تمہاری بہن جو ہوں ۔۔" وہ بولی۔

"ہاں نشاط ۔۔ وہ تمہاری بھابی ضرور بنے گی ۔۔ اگر تم میرا ساتھ دو تو ۔۔۔" وہ بولا۔

تم نے مشورہ بھی لیا ۔؟" نشاط نے کہا۔

"نہیں تو ۔۔" وہ بولا۔

اس سے بات کرو ۔۔ اگر اسے اعتراض نہ ہو تو میں تمہارا ساتھ ضرور دوں گی ۔۔" نشاط نے کہا۔ "اور یوں بھی اس رشتہ پر کسی کو اعتراض نہ ہوگا۔"

"میں ذکر کروں گا ۔۔" وہ بولا۔

"مگر بھیا ۔۔" نشاط سختی سے بولی ۔۔ "تم بہن سے پھر کبھی ایسی بات نہ کرو گے ۔۔ اور ہاں ۔۔۔ اگر تم نے حد سے تجاوز کرنے کی کوشش کی تو میں امی کو سب کچھ بتا دوں گی ۔۔"

"تمہارے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچے گی ۔! وہ بولا۔

"شکریہ بھیا — وہ بولی — تمہارا بھی [illegible] بھابی کے

شرارت کا بھی —"

اور پھر وہ مسکراتی ہوئی بھاگ گئی ۔

اسلم سوچنے لگا ۔

بڑی شریر ہے — ساری بات سے واقف ہو گئی اور یہ ٹھیک

بھی تو ہے ۔ اب ہمارے پیار پر کسی کی مہر لگ گئی ہے ۔

پھر وہ سوچنے لگا ۔

" کیا شبنم کو بھی میرا فیصلہ منظور ہوگا — اچانک اسے کسی مفکر

کا وہ قول یاد آ گیا ۔

اگر ایک دل کسی کے لئے تڑپے تو اس تڑپ کا محبوب کے دل پہ

اثر ہونا لازمی ہے ۔

اور خود ہی مسکرا دیا ۔

نشاط نے ابو سے اجازت لی تھی کہ وہ اسلم کے ساتھ فلم دیکھ آئیں۔ بیگم جبیں بھی ساتھ جا رہی تھیں۔ اچانک نشاط نے کہا۔

"یاں شبنم کو بھی ساتھ لے جاؤں گی —"

"بیٹے اس کی امی سے پوچھ آؤ — اور لے جاؤ —" ابو نے جواب دیا۔

"جی بہتر ابو —" وہ خوشی سے بولی۔

شبنم نے کبھی فلم نہ دیکھی تھی — اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ خود پروین بھی کبھی فلم دیکھنے نہ گئی تھی — اسے فلم وغیرہ دیکھنے کا کوئی شوق نہ تھا۔ اور یوں بھی وہ اسے اچھا خیال نہ کرتی تھی۔

مگر حبیب خان صاحب کا پیغام ملا اور نشاط نے ضد کی تو انہوں نے کہا۔ گو میں فلم پسند نہیں کرتی — مگر میں بھائی صاحب کا کہنا ٹال بھی نہیں سکتی۔ شبنم بیٹی چاہے تو جا سکتی ہے۔

خود شبنم — جس نے کبھی فلم نہ دیکھی تھی، فلم دیکھنا چاہتی تھی —

کالج میں اکثر لڑکیوں سے فلموں کی باتیں سنتی تھی اس کا دل بھی چاہتا تھا کہ وہ فلم دیکھے — چنانچہ اس نے ہاں کر دی۔

تیار ہو کر وہ سب سینما ہال پہنچے۔

پرانے انداز کی فلم — وہی عشق وغیرہ کا افسانہ تھا — جو عام طور پر ہوا کرتا ہے۔

ایک لڑکا — لڑکی سے پیار کی باتیں کیا کرتا تھا — وہ ایک دوسرے کے لئے زندہ تھے — چھپ چھپ کر ملتے — لڑکی بھی لڑکے پر جان دیتی تھی اور پھر وہ دنیا بھر کی مخالفت کے باوجود ایک ہو گئے۔ کوئی بھی رکاوٹ ان کا راستہ نہ روک سکی۔

فلم کے دوران بار بار اسلم شبنم کی طرف دیکھتا اور شبنم اسلم کی طرف

شبنم نے سوچا شاید اسے بھی اسلم سے پیار ہے۔ اسے ایک نوجوان مفکر کا فقرہ یاد آگیا۔

"پیار کرنا دنیا کے ہر انسان کا فطری حق ہے — اور جو شخص پیار نہیں کرتا اس کی زندگی بے مقصد ہے۔"

فلم دیکھ کر وہ گھر آئے — تو شبنم عجیب عجیب سی اور نئی نئی سوچوں میں گم تھی، وہ سوچ رہی تھی۔

اسے بھی پیار کرنے کا حق حاصل ہے — اسے اسلم کا وہ افسانہ یاد آیا جس میں ایک کردار وہ خود تھی اور دوسرا اسلم — اور اسلم نے بڑی مخالفتوں کے باوجود اسے حاصل کرنے کا عزم کر لیا تھا۔

وہ بچی تو نہ تھی کہ ایسی باتوں کو نہ سمجھتی ـــــ وہ سب جانتی تھی کہ دوسرے لفظوں میں یہ اسلم کا اس سے اظہار محبت ہی تو تھا ـــ جسے وہ اس وقت نہ سمجھ سکی۔

اس کے دل میں چاہت پیدا ہوئی۔ کاش! اس فلم والے نوجوان کی طرح کبھی اسلم بھی مجھ سے یہ کہہ دے۔

میں تم سے پیار کرتا ہوں شبنم۔ تم میری زندگی ہو ـــ اور میں ـــــ تمہارے بغیر زندہ رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

وہ سوچتی رہی ـــ سوچتی رہی ـــ عجیب عجیب سے خیالات ـــ

اس رات جب وہ سوئی ـــ اسے خواب میں اسلم پہلی بار دکھائی دیا۔ وہ اس کا سر اپنی ہاتھوں میں تھامے بڑے پیار سے اس کے پاس بیٹھا تھا۔ ـــ وہ پیار کی دنیا میں کھوئے ہوئے تھے۔

وہ کہہ رہا تھا ـــ "میں نے تمہیں پانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ میں تمہیں حاصل کروں گا۔ اپنی ویران زندگی میں بہاروں کی طرح بسانے کے لئے۔ اور تم ـــ تم میرا انتظار کرنا شبنم ـــ"

اچانک وہ جاگ گئی۔ کتنا مسرور کن خواب تھا ـــ اس نے آنکھیں بند کر لیں تاکہ وہ پھر یہ خواب دیکھ سکے۔ بار بار ـــ ہر بار اسلم یہ الفاظ دوہرائے ـــ مگر خواب بار بار بھی تو دکھائی نہیں دیا کرتے۔

یہ جوانی کا تقاضہ تھا ـــ یا اسلم کی پیار بھری آنکھوں کی چمک کا اثر کہ اس نے اسلم کی سوچوں کا محور بدل دیا تھا۔

اسلم ـــ اس رات جب وہ بستر پر سونے کے لئے لیٹا تو دیر تک
وہ شبنم کے بارے میں سوچتا رہا۔

"بہت خوبصورت ـــ بہت پیاری ـــ اور کس قدر ذہین ـــ"

وہ بھی شاید مجھ سے پیار کرتی ہے ـــ اس نے فلم کے ان سینوں میں جب ہیرو اور ہیروئن کا پیار عروج پر تھا مجھے گھور کر دیکھا تھا ـــ اور شاید وہ مسکرائی بھی تھی۔

اس نے سوچا ـــ نہ جانے وہ میرے بارے میں کیا سوچتی ہے ـــ مجھے اس سے ذکر کرنا ہوگا۔ میں اس سے ضرور پوچھوں گا ـــ اور پھر میں اسے بتا دوں گا کہ شبنم میں نے تمہیں پسند کر لیا ہے۔

ذہن میں بڑی دیر تک شبنم کی تصویر سجائے رہا ـــ اور جب وہ سونے لگا اس نے اپنے پرس سے شبنم کی تصویر نکالی اور سینے پر رکھ لی۔

"جیسے وہ تصویر نہ ہو ـــ خود شبنم ہو ـــ"

بانو ——— نشاط ——— اور شبنم ، تینوں کی خوب پارٹی بنی تھی۔
وہ ہر وقت کالج میں اکٹھی رہتیں ——— ہم شکل ہونے کے باعث
وہ ایک دوسرے کی بہنیں بن گئیں۔
اور نشاط ——— وہ یوں بھی ہر وقت شبنم کے ساتھ رہتی تھی۔ ایک ہی
کالج میں جو پڑھا کرتی تھیں ——— اور وہ بھی بانو کی دوست بن گئی ہے چنانچہ
کالج میں ان کی دوستی کو رشک کی نگاہوں سے دیکھا جانے لگا۔ لڑکیاں
ان کے بارے میں عجیب عجیب باتیں سوچتیں ——— اور بڑے بڑے سکینڈل
چلاتیں بعض لڑکیوں میں مشہور ہوگیا کہ بانو اور شبنم سوتیلی بہنیں ہیں۔
مگر انہیں کوئی بھی باتوں سے دلچسپی نہ تھی۔
کالج میں اکثر پروفیسر ان کی شکلوں سے دھوکہ کھا جاتے ——— مگر بانو
کا قد ذرا چھوٹا تھا۔ بس یہی پہچان تھی ——— انہوں نے ایک بار لباس ایک
سے سلوا لئے۔ جس کی وجہ سے ان میں شناخت کرنا یوں بھی مشکل ہوگیا تھا۔

کلچرل کلاس لائنز فنکشن قریب آیا — تو کالج میں ایک ڈرامہ سٹیج کرنے کا پروگرام بنا — گو بالو اور شبنم کالج میں نئی تھیں — مگر شکلوں کی مشابہت سے فائدہ اٹھانے کا پروگرام طے ہوا — اور انھوں نے ایک ایسی کہانی لکھی جس میں دو ہم شکل بہنیں ایک ہی نوجوان سے محبت کرتی رہیں اور اکثر نوجوان دھوکہ کھا جاتا — وہ بڑی سے پیار کرتا تھا — اور غلطی سے اکثر چھوٹی سے اظہار محبت کر بیٹھتا — ڈرامہ بڑا دلچسپ بڑا اچھا اور مزاحیہ تھا۔

بالو نے چھوٹی بہن — شبنم نے بڑی بہن اور نشاط نے لڑکے کا پارٹ ادا کیا۔ ڈرامہ بڑا کامیاب رہا۔ شہر والوں کو بھی مدعو کیا گیا تھا — اور ٹکٹ رکھا گیا تھا۔ عورتوں کی بڑی تعداد نے صرف اس وجہ سے ٹکٹ خریدا کہ دو لڑکیاں ہم شکل تھیں اور بڑا نیچرل پارٹ ادا کیا جا رہا تھا — کالج والوں کو اس ڈرامہ سے کافی آمدنی ہوئی۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ بالو نشاط اور شبنم تینوں کو انعامات دیئے گئے — اور کالج میں وہ باصلاحیت لڑکیاں قرار پائیں۔ اور ان کی عزت بڑھ گئی۔

ان حالات سے اسلم بھی بے خبر نہ تھا۔ گو لڑکیوں کے کالج میں وہ یہ ڈرامہ نہ دیکھ سکا مگر اس نے اخباروں میں ڈرامے کی تصاویر بھی دیکھیں اور کارروائی بھی پڑھی۔

یہ وہ باتیں تھیں — جو کسی بھی نوجوان کو اس لڑکی سے زیادہ قریب کرنے کو کافی تھیں جس سے وہ پیار کرتا ہو۔

بہر حال — وہ شبنم سے زیادہ پیار کرنے لگا — اور اس ڈرامے

میں جو ڈائیلاگ اور پیار کا انداز پیش کیا گیا۔ اس نے گویا شبنم نے بھی پیار کرنے اور ڈائیلاگ ادا کرنے کی ریہرسل کر لی۔

وہ اب اسلم کے بارے میں زیادہ شدت سے سوچنے لگی تھی — نشاط جو اس بات سے واقف تھی کہ اس کا بھائی شبنم کو بے حد چاہتا تھا، شبنم کے سامنے خاموش ہی رہی۔ اس نے نہ تو کوئی اشارہ کیا اور نہ ہی کسی اور انداز سے یہ بات ثابت ہونے دی کہ اسلم اسے چاہتا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ اس کا اظہار خود اسلم کرے، تاکہ بات میں سسپنس بھی رہے — اور ان کے پیار میں وہ تحفظ بھی باقی رہے جو اس بات سے پیدا ہونا ضروری ہوتا ہے کہ نوجوان لڑکے اور لڑکی کے پیار سے کوئی دوسرا آگاہ نہیں ہے۔

شبنم اس ڈرامے کے بعد زیادہ شدت سے اسلم کے بارے میں سوچنے لگی۔ عجیب بات یہ تھی کہ نہ تو کبھی اسلم نے اسے کوئی اشارہ کیا تھا اور نہ بات جس سے یہ اندازہ ہو سکے کہ وہ شبنم سے پیار کرتا ہے۔

اسی شام نشاط نے اسلم سے کہا: "بھیا میرا خیال ہے کہ میں امی اور ابو سے کہہ دوں کہ میں شبنم کو بھابی بنانا چاہتی ہوں۔"

"نہیں نشاط —" وہ بولا۔

"ابھی اس کی ضرورت نہیں نہ جانے شبنم کو بھی یہ رشتہ پسند ہے یا نہیں۔ اس کے مشورے کے بغیر یہ ممکن نہیں —"

"کیا آپ نے شبنم سے مشورہ کیا —؟"

"ابھی نہیں —"

شبنم جلد ہی آگئی۔ وہ بڑے موڈ میں تھی — آتے ہی اس نے ملازمہ سے پوچھا — "نشاط کہاں ہے۔؟"

"اپنے کمرے میں بی بی —" ملازمہ نے جواب دیا۔

وہ — نشاط کے کمرے میں پہنچی — راستے ہی میں اسے بیگم جبیں ملیں۔ اس نے بیگم صاحبہ کو سلام کیا۔

یہ عام سی بات تو تھی — شبنم ہر روز تو آیا کرتی تھی۔ وہ اپنے کام سے خان صاحب کے کمرے میں چلی گئیں۔

وہ سیدھی نشاط کے پاس گئی — اور اس نے نشاط کی آنکھوں پہ ہاتھ رکھ دیئے۔

"شبنم۔" وہ آہستہ سے مسکرائی۔

اچھل کر شبنم سامنے آگئی اور بولی — "ہاتھوں کی خوشبو پہچان لیتی ہو۔"

"تو کیا تم نے ہاتھوں کو خوشبو لگا رکھی ہے۔" ؟ نشاط نے کہا۔

دونوں کھلکھلا کر ہنس دیں۔ بڑا پیار تھا دونوں میں ۔۔۔ جیسے وہ سگی بہنیں ہوں۔

اچانک نشاط نے کہا: "چلو اسلم بھیا کے کمرے میں ۔۔۔ کیرم کھیلتے ہیں۔"

"نہیں ۔۔" شبنم نے کہا۔ وہ شرما سی گئی جیسے اسلم کے کمرے میں جانا اس کے لئے معیوب ہو۔

"مگر کیوں ۔۔؟" معنی خیز انداز میں وہ بولی: "پہلے تو تم نے کبھی انکار نہیں کیا تھا۔"

"کوئی خاص بات نہیں۔" آہستہ سے وہ بولی: "یہیں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں ۔۔"

"نہیں چلو ۔۔" نشاط نے اسے بازو سے پکڑا اور گھسیٹ لیا۔

وہ اٹھی اور نشاط کے ساتھ اسلم کے کمرے میں پہنچی ۔۔ اسلم کتاب پڑھ رہا تھا۔ معنی خیز انداز میں نشاط نے اسلم کو دیکھا۔

اسلم نے کتاب رکھ دی ۔۔۔ اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر وہ بولا۔

"آؤ ۔۔ آؤ ۔۔۔ بیٹھو ۔۔" وہ بیٹھ گئیں اور نشاط کیرم پھیلانے لگی۔

کیرم کھیلتے ہوئے انہوں نے کوئی بات نہ کی ۔۔ شبنم کی نظریں نہ جانے کیوں جھکی جھکی سی تھیں ۔۔۔ اور دونوں نے کئی بار بھرپور نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

اقرار محبت کوئی ضروری امر نہیں ہوتا ۔۔۔ جن دلوں میں پیار بسا ہوا ہو وہ دل کی دھڑکن سے پیار کا افسانہ سن لیتے ہیں ۔۔ اور ان کی نگاہوں کی چمک پیار کی کہانی سنایا کرتی ہے۔ سچا پیار جتانے سے نہیں بڑھتا۔

خود بخود بڑھتا ہے — اس پودے کی طرح جو جنگل میں اگا ہو — اور جس کی پرورش فطرت کر رہی ہو۔

اسلم بازی جیت گیا۔ اسلم اور شبنم ہی کھیل رہے تھے۔

"ہار گئیں —" نشاط نے طنز سے کہا۔

اور شبنم یوں مسکرائی جیسے کہہ رہی ہو "انکی جیت بھی تو میری جیت ہے۔"

اچانک نشاط نے شبنم سے کہا "بھیا نہ جانے کیوں تمہاری تصویر اپنی کتاب میں رکھتے ہیں۔؟"

اس نے اندر داخل ہوتے ہی دیکھ لیا تھا کہ اسلم جس کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا۔ اس میں شبنم کی تصویر پڑی تھی۔

"نہیں تو" اسلم بوکھلا گیا۔

"تو میں جھوٹ بولتی ہوں گیا۔؟" وہ بولی "میں ابھی اسکا ثبوت دیتی ہوں۔"

وہ تیزی سے اٹھی اور اس سے پہلے کہ اسلم کتاب قبضہ میں کر لیتا۔ نشاط نے کتاب اٹھائی تھی۔

اس نے کتاب کھولی — اس میں تصویر موجود تھی۔

"یہ دیکھو —" وہ شبنم کو دیکھ کر بولی۔

شرم سے شبنم کا رنگ سرخ ہو گیا۔ اور اس نے نگاہیں جھکا لیں۔ یوں جیسے وہ خود چوری کرتے پکڑی گئی ہو۔

نشاط نے انہیں بات کا موضوع دے دیا تھا — اچانک وہ بولی۔

"میں آپ کو چائے پلانا تو بھول ہی گئی"

"نہیں اس کی ضرورت نہیں --- تم بیٹھو۔" شبنم نے اسے روکنے کی کوشش کی۔

یوں جیسے نشاط کے جانے کے بعد کوئی اچانک بات ہو جائے گی --- یا یوں، جیسے وہ اکیلے میں اب اسلم کا سامنا نہ کر سکے گی۔

"تم بھی ڈرتی ہو کیا اسلم بھیّا سے۔؟" نشاط نے کہا۔

"نہیں —" وہ شرمندگی سے بولی "ان سے ڈرنے کی کیا بات ہے۔؟"

"تو بیٹھو میں چائے لاتی ہوں —" وہ بولی۔ اور تیزی سے کمرے سے چلی گئی۔

اس نے ملازمہ کو چائے لانے کا حکم دیا اور خود ان کی باتیں سننے لگی ---

شبنم اور اسلم کچھ دیر خاموش رہے پھر اچانک وہ خود ہی بولی "میری تصویر مجھے واپس دے دو —"

"میں نے آپ سے تو نہیں لی --- اخبار سے پھاڑی ہے" وہ بولا۔

"مگر آپ اسے کتاب میں کیوں رکھتے ہیں، کوئی دیکھ لے گا" شبنم نے کہا۔

"تو کیا تم کسی سے ڈرتی ہو۔ یہ بری بات ہے کیا۔؟" اسلم نے کہا۔

"بری بات تو ہے —" شبنم نے جواب دیا "میں اب بچی نہیں ہوں — بڑی ہو گئی ہوں۔"

اچانک نہ جانے اسلم کو کیا ہوا — وہ جذبات میں آ گیا اور بولا۔

"یہی بات تو ہے کہ تم بڑی ہو گئی ہو —"

"کیا مطلب —؟" وہ بوکھلا گئی۔

"تم مجھے بہت اچھی لگتی ہو — بہت اچھی —" اسلم نے کہا — اور اس

کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"ہاتھ چھوڑ دیجئے ۔۔۔ کوئی دیکھ لے گا۔" اس نے یوں کہا جیسے یہ رسمی فقرہ ہو ۔۔۔ وہ ہاتھ چھڑانا نہ چاہتی ہو بلکہ اسی کی خواہش ہو کہ اسلم یہ ہاتھ ہمیشہ تھامے رہے۔

"مرد اگر کسی لڑکی کا ہاتھ پکڑ لیں تو پھر اسے چھوڑنا مردانہ شان نہیں سمجھتے اس ہاتھ کو ٹھکراؤں گا نہیں ۔۔۔" وہ بولا۔

"خواہ مخواہ ۔۔۔" بڑے انداز سے وہ نظریں جھکائے بولی۔

"اوہ ۔۔۔" اس نے ہاتھ چھوڑ دیا۔ "تو کیا میں نے غلطی کی ہے۔۔؟"

وہ بھی گھبرا گئی ۔۔۔ وہ تو اسلم کے منہ سے ویسے ہی پیار بھرے فقرے سننا چاہتی تھی جیسے فلم والا لڑکا کہتا تھا ۔۔۔ یا جیسے ڈرامے میں نشاط نے اس سے کہے تھے۔

وہ بولی "میرا مطلب یہ نہیں ۔۔۔ میرا مطلب ہے کوئی دیکھ لے گا تو بدنامی ہوگی ۔۔۔"

"شبنم ۔۔۔" وہ بڑے پیار سے بولا "ہم بچے تھے ۔۔۔ تو مجھے تم سے ہمدردی تھی ۔۔۔ نہ جانے کیوں میرا دل چاہتا تھا کہ تم سے باتیں کروں۔"

"پھر ہم جوان ہو گئے ۔۔۔ اور اب میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اپنا بنا لوں ۔۔۔ تم مجھے اتنی اچھی لگتی ہو کہ میں بیان بھی نہیں کر سکتا ۔۔۔ میں تمہیں اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا ہوں ۔۔۔ میرے لئے یہ تصور بھی ایک گالی سے کم نہیں کہ تم کسی اور کی ہو جاؤ گی۔ مجھے تم سے پیار ہے شبنم ۔۔۔ میں ایک

مدت سے دل کی بات تم سے کہنے کو بے تاب تھا مگر کہہ نہ سکا - آج مجھے یہ موقعہ مل گیا - مجھے جواب دو تم میرا ساتھ دو گی "

وہ چپ رہی ---- اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی رنگ سرخ ہو گیا - اور اس کا دل چاہا کہ وہاں سے بھاگ جائے -

اسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور پھر بولا -

" جواب دو شبنم ---- تمہاری ہاں یا نہ ---- میری زندگی اور مستقبل کا فیصلہ کرے گی - ہم نے بچپن سے جوانی تک ایک دوسرے کا ساتھ دیا ---- اور اب پل بھر کی جدائی بھی ---- بلکہ اس کا تصور بھی جان لیوا ہے "

وہ اب بھی چپ رہی - پاؤں سے وہ زمین کو یوں کھود رہی تھی جیسے وہ شدید ذہنی الجھن میں ہو -

" کیا میں اسے نفرت خیال کروں - اور انکار ۔؟"

" نہیں " وہ بولی " مجھے آپ سے اتفاق ہے ---- میرے بھی وہی جذبات ہیں جو آپ کے ہیں - مگر ---- مگر اسلم تم ---- " وہ چپ ہو گئی -

" ہاں ہاں بتاؤ کیا ہوا پھر ۔؟" وہ اضطراب سے بولا - تم میری زندگی کے حالات اور سب باتوں سے آگاہ ہو ---- کوئی بھی میرے والدین کے بعد میں نہیں جانتا - شاید تمہاری ممی ---- جنہوں نے مجھے پہلے بیٹی بنانا بھی عیب خیال کیا تھا وہ مجھے بہو نہ بنا سکیں گی - "

وہ جذبات میں تھا بولا " اس کی پرواہ نہ کرو - میں تمہارے لئے سب سے ٹکر لوں گا - "

"پھر سوچ لو —" وہ بولی۔

"میں نے سب کچھ بڑی سوچ کے بعد کہا ہے" اسلم نے جواب دیا۔

"تو پھر مجھے کیا اعتراض — میں بھی آپ کا ساتھ دوں گی" شبنم نے کہا۔

شدتِ جذبات سے اس نے شبنم کا ہاتھ چوم لیا — اور وہ شرما کر بولی۔

"اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ آپ اعتدال کی حدوں کو چھو لیں"

"مگر" وہ کچھ سوچتے ہوئے بولا "میں نے تنہائی میں بار بار تمہاری تصویر کو چوما ہے۔ اگر میں مجرم ہوں تو سزاوار ہوں۔"

"تصویر تو بے جان ہوتی ہے" شبنم نے جواب دیا۔

اسی لئے تو میں نے جاندار کو چوم لیا —" اسلم مسکرایا۔

دونوں بیحد مسرور تھے۔ اسلم نے کہا۔

"میں زندگی بھر تمہیں خوش رکھوں گا، ہم ایک مثالی گھر بنائیں گے جہاں ہم ہوں گے۔ بہاریں ہوں گی — اور — ہمارے بچے۔"

"اس نے اسلم کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور بولی" خدا کے لئے چپ رہیے"

شرم اور گھبراہٹ سے اسے پسینہ آگیا تھا — وہ بار بار دروازے کی طرف دیکھتی کہ کہیں نشاط نہ آجائے۔

اسلم نے کہا "اب مجھ سے ملتی تو رہا کرو گی نا — میرا مطلب ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم مجھ سے کترانے لگو —"

"شاید اب میں آپ کو دیکھے بغیر چین نہ پا سکوں — میرا تو پہلے بھی یہی حال رہا ہے —" شبنم نے کہا۔

"تم تو میرے دل کی باتیں کہہ رہی ہو" وہ مسکرا کر بولا۔

اس نے شبنم کا چہرہ ہاتھ سے اٹھایا اور اس کی آنکھوں میں جھانک کر بولا۔

"جب بھی میں ان جھیل جیسی گہری اور خوبصورت آنکھوں کو دیکھتا ہوں تو میرے دل میں تمہارے پیار کا بے پناہ طوفان اٹھ آتا ہے۔"

"کوئی دیکھ لے گا" اس نے پھر نظریں جھکالیں۔

اسلم نے کہا "مجھے اپنی خوبصورت سی تصویر دو۔ میں تمہیں تصویر دوں گا۔ تنہائی میں ہم ایک دوسرے سے باتیں کیا کریں گے۔"

"جی اچھا" وہ بولی۔

اچانک اسلم نے کتاب سے تصویر نکالی اور اسے دکھاتا ہوا بولا۔

"بڑے دنوں میں نے اس تصویر کو پیار کیا ہے۔ اب تم سے پیار کروں گا۔"

اور پھر اس نے تصویر کو چوم لیا۔

شرم سے وہ پانی پانی ہو گئی۔ اور بولی۔

"میری موجودگی میں تو ایسا نہ کیجئے، شرم آتی ہے۔"

"بہتر" اسلم نے جواب دیا۔

اچانک نشاط چائے خود اٹھائے اندر داخل ہوئی۔ خاموشی سے اس نے چائے بنائی اور پہلے اسلم کو دی پھر شبنم کو دیتے ہوئے بولی۔

"لیجئے۔ شبنم بھابی"

"بھابی" وہ چونک اٹھی۔

"کیا مطلب ہے؟"

"میں نے سب کچھ سُن لیا ہے ——— اور میں سب جانتی ہوں۔"

وہ بولی۔

اسلم مسکرا رہا تھا۔ اور بے چاری شبنم یوں محسوس کر رہی تھی کہ اگر زمین جگہ دے تو وہ اس میں سما جائے۔

اچانک نشاط بولی۔

"اسلم بھیا ——— عشق کا یہ ڈرامہ میں گھر میں سٹیج نہ ہونے دوں گی۔ یہ گھر ہے تھیٹر نہیں ——— آپ جوان بہن کی موجودگی کا خیال کریں۔"

اس اچانک حملے سے وہ گھبرا گیا اور بولا۔

"میں نے تمہاری موجودگی میں کوئی بات نہیں کی۔"

"اور نہ ہونی چاہیئے۔"

وہ بولی

اور ہاں آپ بھی دھیان رکھیں۔ شبنم بھابی ——— "

نشاط ——— وہ تلخی اور غصے سے بولی۔

"آپ اپنے الفاظ درست کریں۔ آپ تو گالیاں دے رہی ہیں۔"

"ہاں شاید یہ لفظ گالی ہی لگے۔" نشاط نے کہا۔

"مگر کچھ عرصے بعد یہ لفظ گالی نہ رہے گا۔ تمہیں یہ لفظ خوبصورت لگے گا۔"

شبنم مسکرا دی۔ یوں جیسے نشاط کو اس نے رازدار سہیلی بنا لیا ہو۔

مگر اسلم بہن کو رازدار بنانا کوئی اچھی بات نہ سمجھتا تھا۔

نشاط

بانو نے ماں اور باپ سے کہا۔

"ممی --- میری ہمشکل لڑکی میری پکی سہیلی بن گئی ہے --- وہ بہت ہی اچھی ہے --- ہم نے اکٹھے ڈرامے میں کام کیا ہے --- اور بڑا اچھا کردار انجام دیا۔ میں اس کی دعوت کرنا چاہتی ہوں اور آپ سے اسے ملانا بھی چاہتی ہوں --- آپ ہمیں اجازت دیں تاکہ ہم اسے گھر بلائیں۔"

"ہاں، ہاں بیٹے ضرور بلاؤ --- "باپ نے کہا" کل ہی اس کی دعوت کرو۔"

"جی بہتر ابو ---" وہ بولی۔

وہ بیحد خوش تھی --- وہ شبنم کو اپنے گھر بلانا چاہتی تھی --- اور اس کی خوش قسمتی ہی تو تھی کہ ابو اور ممی نے اجازت دے دی تھی۔

دوسرے روز کالج میں اس نے شبنم سے کہا "شبنم آج شام تم ہمارے ہاں دعوت پر آؤ گی --- ممی اور ابو نے تمہیں دعوت دی ہے، وہ تم سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"میں اپنے گھر والوں کی اجازت کے بغیر کہیں نہیں جا سکتی ۔" شبنم نے کہا۔
"شام کو گاڑی لیکر میں تمہارے گھر آ جاؤں گی ۔۔۔ اور تمہاری ممی سے
بھی مل لوں گی ۔۔۔ اور اجازت بھی لیکر تمہیں ساتھ لے جاؤں گی ۔"
بانو نے مشورہ دیا۔
"ہاں یہ درست ہے تم ضرور آنا ۔" شبنم نے مشورہ پسند کیا۔
"میں خود تمہارے گھر والوں سے ملنا چاہتی ہوں ۔۔۔ میں تمہارا انتظار
کروں گی ۔" دونوں خوش ہو گئیں ۔۔۔ خون کی کشش انہیں قریب سے قریب
بلا رہی تھی ۔ مگر وہ اس بات سے بے خبر تھیں کہ وہ سگی بہنیں ہیں ۔
شام کو گاڑی لے کر بانو شبنم کے گھر جا پہنچی ۔
جونہی وہ کوٹھی کے لان میں داخل ہوئی ، بیگم پروین نے اسے دیکھا اور
آواز دی " ادھر آؤ بیٹی ۔"
وہ قریب آ گئی ۔ "سلام ۔" وہ بولی ۔
"اس وقت کہاں سے آئی ہو؟" انہوں نے پوچھا ۔
"گھر سے ۔" وہ حیرانی سے بولی ۔۔۔ بھلا ایسا سوال کرنے کی کیا ضرورت ہے
اس نے سوچا۔
"گھر سے ؟" حیرانی سے پروین نے دہرایا۔
"کس کے گھر سے ، نشاط کے گھر سے ؟"
"جی نہیں ۔ اپنے گھر سے ۔" وہ بولی۔
"کیسی بہکی بہکی باتیں کرتی ہے ، بھلا تیرا کوئی اور گھر ہے ؟" وہ اکتا سی گئیں

حیرانی سے اس نے چاروں طرف دیکھا۔

بیگم پروین نے کہا "کیا بات ہے — تیری طبیعت، تو ٹھیک ہے — کیا ہو گیا ہے آج تجھے؟"

وہ بے حد حیران تھیں کہ وہ کیسی باتیں کر رہی ہے۔

اور پھر اچانک، وہ چونک اٹھیں — سامنے برآمدے میں شبنم کھڑی تھی۔

حیرانی سے وہ دونوں کو دیکھتی رہیں — کتنی حیرت ناک مشابہت تھی —

— شاید یہی سمیعہ [illegible] شبنم نے کہا۔

"ممی — یہ میری سہیلی پارو ہے۔"

"اوہ بیٹی —" شفقت جتاتے ہوئے وہ بولیں۔

"میں دھوکہ کھا گئی — آؤ بیٹھو — شبنم بیٹی ان کو چائے پلاؤ —"

"نہیں خالہ —" وہ بولی "میں نے شبنم باجی کی دعوت کی ہے — میں انہیں لینے آئی ہوں — آپ اجازت دیں تو میں انہیں لے جاؤں — شام کو چھوڑ جاؤں گی —"

"اس کے ابو آجائیں تو وہ اجازت دیں گے —" پروین نے کہا۔

"ممی — ابو سے آپ خود کہہ دیں — میں نے تو وعدہ کر لیا ہے — نہ جانے ابو کب آئیں — اور ادھر دیر ویسے ہی ہو رہی ہے — میں جلدی آجاؤں گی —"

تصویر حیرت بنی پروین دونوں کو بار بار دیکھ رہی تھی — اس نے کہا "اچھا چلی جاؤ — مگر جلد آجانا —"

"جی بہتر ممی —" خوشی سے شبنم نے کہا۔
وہ پہلے سے تیار تھی اور انتظار میں تھی — تیزی سے وہ گاڑی میں
بیٹھی اور چل دی۔
پروین سوچنے لگی "اس قدر مشابہت، شاید یہ بہنیں ہوں۔"
مگر پھر اسے بیگم جبیں کی وہ بات یاد آئی۔
اس کے ماں باپ مر گئے اور ہم نے اسے لے پالک بنا کر پالا"
اور بانو کے ماں باپ تو زندہ ہیں — اس نے سوچا۔
یہ مشابہت محض اتفاقیہ ہے"
کاش یہ شبنم کی بہن ہوتی — مگر پھر ایک خیال نے سر اٹھایا۔
اس صورت میں شبنم مجھ سے بچھڑ جاتی — اور میں — شاید میں
اب شبنم کے بغیر نہیں رہ سکتی — وہ میری بیٹی ہے — میری
اپنی بیٹی —

بانو نے شبنم کو ڈرائینگ روم میں بٹھایا ۔۔۔ ممی باورچی خانے میں تھیں اور وہ خود کار کو گیراج میں کھڑی کرنے کیلئے چلدی ۔۔۔ شبنم ایک رسالہ دیکھنے لگی ۔۔۔ بانو کی ممی اور گھر والوں سے ملنے کے لئے وہ خود کو تیار کر رہی تھی ۔۔۔ اچانک ، بیگم عابدہ ڈرائینگ روم میں داخل ہوئیں ۔۔۔ شبنم کو دیکھ کر وہ بولیں ۔۔۔

"تم یہاں بیٹھی ہو بیٹی ۔۔۔"

"جی ۔۔۔" وہ اٹھتی ہوئی بولی ۔

"السلام وعلیکم ۔"

"وعلیکم السلام ۔۔۔" حیرانی سے بیگم عابدہ اسے گھورتے ہوئے بولیں ۔ جیسے بے وقت سلام ان کی سمجھ میں نہ آیا ہو ۔

"تمہاری سہیلی کہاں ہے ؟" وہ بولیں ۔

"جی ۔۔۔ وہ باہر گئی ہیں ۔۔۔" شبنم نے جواب دیا ۔

وہ شبنم کو بانو خیال کر رہی تھیں۔

"تم خود گاڑی کھڑی کر لیتیں ——" وہ بولیں۔

"جی —— جی ——" حیرانی سے شبنم نے کہا۔

اتنے میں بانو اندر داخل ہوئی۔ دونوں میں مشابہت کا عابدہ نے سنا تھا دیکھ کر وہ حیران رہ گئیں۔ گھور کر وہ دونوں کو دیکھتی رہیں۔ پھر بانو نے کہا۔

"یہ میری سہیلی شبنم ہے ممی ——"

"اوہ بیٹی —— میں غلطی کھا گئی —— معاف کرنا —— تم بانو کی ہمشکل ہو۔ بالکل جیسے تم اس کی بہن ہو ——" وہ بولیں۔

"جی بہن ہی تو ہوں ——" مسکرا کر شبنم نے کہا۔

پہلی ہی نظر میں دیکھ کر عابدہ کے دل میں مامتا کا بے پناہ طوفان اٹھا۔ اور وہ اسے پیار کرنے لگیں —— یوں جیسے انہیں اپنی گمشدہ بچی یاد آگئی ہو —— بڑی مشکل سے انہوں نے آنسوؤں کو روکا۔

شبنم بھی یوں چپ چاپ ان کے سینے سے لگی ہوئی تھی —— جیسے اسے ماں مل گئی ہو گمشدہ ماں۔

اچانک شیخ صاحب بھی اندر آئے —— اور احمد بھی۔

دونوں شبنم کو دیکھ کر حیران رہ گئے —— انہوں نے بھی اس سے باتیں کیں اور جانے کیوں انہیں اپنی گمشدہ بچی شبنم یاد آگئی۔

دعوت میں سبھی گھر والے شریک تھے —— شبنم کو وہ یوں پیار سے دیکھ رہے تھے جیسے انہیں شبنم سے کچھ زیادہ ہی عقیدت ہو۔

دعوت کے بعد ـــ عابدہ اور شیخ صاحب تو وہیں رہے ـــ مگر بانو اور شبنم دوسرے کمرے میں چلے گئے۔

عابدہ نے شوہر سے کہا "میری مامتا کہتی ہے یہ میری بچی ہے"

"میرا دل بھی اسے پیار کرنے کو بیتاب ہے۔ میرا خون بھی جوش مار رہا ہے ـــ مگر بیگم اس پر کوئی بات ظاہر نہ کر دینا ـــ شاید وہ بُرا منائے اس کے والدین زندہ ہیں ـــ اور یہ محض اس وجہ سے ہے کہ وہ بانو کی ہمشکل ہے۔ اور ہم چونکہ اس کے ماں باپ ہیں اس لئے ہمیں اپنی گمشدہ بچی یاد آ گئی۔" شیخ صاحب نے کہا۔

عابدہ دیر تک سوچتی رہی ـــ پھر بولیں "کاش تو میری گمشدہ شبنم ہوتی اور ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

بانو دوسرے کمرے میں شبنم سے احمد کا تعارف کروا رہی تھی۔

یہ میرے بھیّا احمد ہیں ـــ سیکنڈ ایئر میں پڑھتے ہیں ـــ بڑے ذہین ہیں اور بڑے پلیئر بھی۔"

اس نے اظہار تشکر سے احمد کو سلام کیا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا۔ بولا۔

"کیا تمہارا کوئی بھائی ہے۔؟"

"نہیں ـــ" وہ بولی۔

"خیر ـــ نہ جانے میرا دل چاہتا ہے کہ میں تمہیں بہن بنا لوں ـــ کیا تم میری بہن بننا پسند کرو گی۔؟"

وہ غور سے احمد کو دیکھتی رہی ـــ اس کے چہرے پر واقعی بھائیوں

کا پیار تھا ـــــ وہ بڑے جذباتی انداز میں بولی "مجھے بڑی خوشی ہوگی ـــــ ایک بھائی مل جائے گا ـــ"

"تو آج سے تم میری بہن ہو ـــ" وہ بولا "اگر زندگی کے کسی بھی مرحلے پر بھائی کی مدد کی ضرورت پڑے تو مجھے ضرور یاد رکھنا ۔ میں نے اگر تمہارے لیے جان بھی قربان کر دی تو اسے فرض خیال کروں گا ـ"

"خدا نہ کرے میں آپ کی جان لوں بھیا ـــ" وہ جذباتی انداز میں بولی ۔

آہستہ سے اس نے شبنم کے سر پر پیار کیا اور باہر نکل گیا ۔

زیر لب اس نے کہا ـــ "کاش یہ تو میری گمشدہ بہن ہوتی ـ"

بڑی دیر تک وہ باتیں کرتی رہیں ـــــ نہ جانے کیوں شبنم کا اس گھر سے جانے کو دل نہ چاہتا تھا ـــ نہ جانے یہ ماں کی کشش تھی کہ اسے یہ گھر اپنے گھر سے اچھا لگا تھا ـــــ عابدہ بیگم ـــ اس کے قریب بیٹھی اس سے اس کی ـــ اور بہت سی باتیں پوچھ رہی تھیں ـ

اور وہ یوں پیار سے انہیں سب کچھ بتا رہی تھی جیسے مدت کے بعد اس کی ماں ملی ہو اور وہ اس سے کچھ پوچھ رہی ہو ـ

بانو نے اچانک کہا "بھئی اب چلو گی نہیں ـــ میں نے خالہ سے کہا تھا کہ جلد تمہیں واپس لے آئیں گے ـ ـ وہ ناراض ہوں گی ـ"

"چلی جائے گی ـــــ ابھی تو آئی ہے ـــ" عابدہ نے یوں کہا جیسے شبنم کا جانا اسے ناگوار گزرا ہو ـــــ اور خود شبنم کا بھی واپس جانے کو دل نہ چاہتا تھا ـ

وہ بڑی دیر کے بعد واپس آئی۔ پروین اس کی منتظر تھی۔
دیر تک وہ پروین سے اس گھر — اور گھر والوں کی باتیں کرتی رہی —
وہ چاہتی تھی کہ اس گھر کی باتیں کرتی رہے — یہ فطری امر تھا۔
اور اس رات وہ دیر تک — عابدہ — بانو — اور احمد کے بارے
میں سوچتی رہی — پھر وہ بولی "کاش تم میرے حقیقی بھائی ہوتے احمد۔
اور زندگی میں پہلی بار اپنے ماں باپ، کی یاد میں اس کا دل تڑپا۔ اور اس
کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

اچانک پروین نے اس کے آنسو دیکھ لئے۔
"کیا ہوا بیٹی —؟" وہ گھبرا کر بولیں۔
"کچھ نہیں امّی —" اس نے آنسو پونچھ دیئے۔
آخر بات کیا ہے۔ میری بیٹی کیوں روتی ہے۔؟" پروین نے اسے
پیار سے کہا۔ اور سینے سے لگا دیا۔
پروین کے سینے سے لگ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ دیر تک
وہ روتی رہی اور بے چاری پروین بھی گھبرا گئی — پرویز بھی اسے
پیار کرنے لگا اور بولا "آخر کچھ بتاؤ تو کیا بات ہے؟"
بڑی مشکل سے اس نے بتایا کہ اسے مرحوم ماں باپ یاد آ رہے
ہیں — اور وہ ان کی یاد میں روتی ہے۔
"ہم جو تیرے ماں باپ ہیں —" پرویز نے جذباتی انداز میں کہا —
اور اسے پیار کرنے لگا۔

وہ حیران تھے کہ آخر آج شبنم کو کیا ہو گیا ہے ـــ وہ کبھی ماں باپ کے لئے نہیں روئی ـــ آخر کیا وجہ کہ آج اُسے ماں باپ کی یاد اتنی شدت سے آئی ـــ

مگر وہ اس بات سے بے خبر تھے ـــ کہ وہ مامتا کی گود میں ـــ ماں کی گود کی گرمی سے آشنا ہو آئی ہے -

اور اس نے پہلی بار اپنے خاندان سے ملاقات کی ہے -

اسلم اپنے بستر پر پڑا گہری سوچوں میں گم تھا۔

شبنم نے میرا ساتھ دینے کا وعدہ کر کے مجھ پر احسان کیا ہے — وہ مجھ سے پیار کرتی ہے — میں نے اسے اپنانے کا وعدہ کیا ہے — میں اسے ضرور اپناؤں گا — ضرور — ہر قیمت پر —"

ذہن نے سرگوشی کی ۔" والدین مان جائیں گے کیا۔؟"

" انہیں کیا اعتراض ہوگا —" اس نے خود ہی جواب دے دیا۔

شبنم ان کے سامنے پلی بڑھی — جوان ہوئی ہے — وہ قابل بھی ہے ، خوبصورت بھی اور انتہائی شریف بھی — پھر گھر والوں کو اور کیا چاہیئے ۔ وہ پروین اور پرویز پھوپھا کی بیٹی بنی ہوئی ہے — ان کی جائیداد کی وارث — والدین ضرور مان جائیں گے ۔"

ذہن نے ایک اور سرگوشی کی ۔

" ممی تو بچپن میں اسے گھر میں رکھنے پر رضامند نہ تھیں ۔ انہوں نے

اسے گھر سے نکال دیا۔ وہ اسے منحوس خیال کرتی تھیں۔ اور انہوں نے ہمیشہ اس سے نفرت کی ہے ــ یہ الگ بات ہے کہ وہ اب اس سے وہ سلوک نہیں کرتیں مگر اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ وہ اب ہمارے گھر میں نہیں رہتی۔"

دل نے کہا۔" نہیں ــ وہ میرا کہا ضرور مانیں گی ــ میں انہیں خودکشی کی دھمکی دوں گا۔ وہ میری ہے ــ اور میں اسے اپناؤں گا ــ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر قسم کھائی ہے ــ اگر ابو اور امی نے ساتھ دینے سے انکار کر دیا تو میں بھی گھر چھوڑ دوں گا۔ اور اسے حاصل کر کے رہوں گا۔

پھر اسے شبنم یاد آگئی ــ بھولا بھالا چہرہ ــ شرم سے سرخ۔

جھکی جھکی نگاہیں ــ حیا آلود۔

مترنم آواز ــ جیسے کوئی ساز بج رہا ہو۔

خوبصورت ــ جیسے وینس کا مجسمہ

وہ خود سے بولا "مجھے زندگی مل گئی شبنم ــ تم میری زندگی ہو ــ شادی کی طرف داری بھی تمہیں حاصل ہے ــ کوئی وجہ نہیں کہ گھر والے نہ مانیں ــ ابو تمھیں بیحد چاہتے ہیں شبنم ــ"

اور پھر شبنم کی تصویر پرس سے نکال کر اسے دیکھنے لگا ــ خیالوں میں کھویا ہوا وہ خوابوں کی وادیوں میں کھو گیا۔ جہاں اور پھولوں کے وہ دونوں گیت گا رہے تھے۔

دنیا ان کے پیار کے سامنے ہیچ تھی۔ اور جو آگ اس نے شبنم کے دل میں لگائی تھی ــ شبنم اس کی تپش سے بے خبر نہ تھی دل میں میٹھا میٹھا

پیار کا درد انڈ رہا تھا — ایک آنچ — جو اس سے کہہ رہی تھی — تم — اور اسلم — دونوں ایک ہیں — دو قالب ایک روح۔

اسے اسلم کے پیار بھرے وہ جملے یاد آئے "مجھے تم سے پیار ہے — میں تمہیں اپنانا چاہتا ہوں۔ مرد ہاتھ پکڑ کر نہیں چھوڑا کرتے — اگر تم میرا ساتھ دینے کا وعدہ کرو تو میں ہر شئے سے ٹکرا جاؤں گا۔

اور تم — تم کتنی خوبصورت ہو شبنم

وہ ان لفظوں کے احساس سے بےخود ہو گئی — اس نے آنکھیں بند کر لیں اور تصور میں اسلم کا چہرہ سجا کر اس سے باتیں کرنے لگی۔

" اسلم — میں زندگی بھر تمہارے قدموں میں رہنے اور تمہارے قدموں میں مرنا اپنے لئے سعادت خیال کروں گی — "

اچانک خیالات کا تانتا ٹوٹ گیا "کیا اسلم کی ممی مجھے بہو بنا لیں گی — وہ مجھ سے نفرت کرتی ہیں۔ وہ مجھے اپنے گھر اور اپنے کمرے تک میں رہنے دینا پسند نہیں کرتیں — اور کہاں یہ اعزاز کہ وہ مجھے اس گھر کی مالکن کے حقوق بخش دیں "

مگر پھر اسے نشاط کے وہ پیار بھرے فقرے یاد آئے۔

" شبنم بھابی — " یہ فقرہ بار بار اس کے ذہن میں گردش کرنے لگا — شبنم بھابی — شبنم بھابی — شبنم بھابی

وہ خود سے بولی — " شکریہ نشاط — اگر تمہارا تعاون ساتھ رہا — تو تمہاری بھابی بننا فخر خیال کروں گی — کاش — تم اور تمہارے ابو میرا ساتھ دیں — "

اور اسے اسلم پر تو پورا بھروسہ تھا ـــــ وہ مرد تھا ـــــ اور اس نے بڑے عزم سے اس سے کہا تھا ـــ " میں تمہیں اپناؤں گا ہر قیمت پر ـــ "

خیالات کے تانے بانے میں اسے نیند آگئی۔ خواب میں بھی اسلم موجود تھا۔ وہی مسکراتا ہوا خوبصورت اسلم۔

وہ اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے خلاؤں میں اڑ رہی تھی ـــ ہوا اور بادلوں کے جھولے پر۔ جہاں ارد گرد چاند ستارے تھے ـــ اور ان کے درمیان وہ خوشی کا جھولا جھول رہے تھے۔

اسلم مسکرا رہا تھا ـــ اور اس سے کہہ رہا تھا۔

میں چاہتا ہوں کہ یونہی تمہارے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے خلاؤں میں اڑتا رہوں اور وقت ختم ہو جائے۔

وہ اسلم کے سینے سے لگ گئی ـــ اور اسے یوں سکون مل گیا۔ جیسے اس کی کائنات اسلم کے بازوؤں کے دائرے میں ہو۔

شبنم کی سالگرہ تھی۔

گو اس کی سالگرہ کی تاریخ سے کوئی بھی واقف نہ تھا۔ مگر چونکہ پروین اور پرویز کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی ـــــ اور انہوں نے شبنم کو ہی بیٹی بنا رکھا تھا۔ اس لئے یہ ان کی خواہش تھی کہ وہ بیٹی کی سالگرہ منائیں اور گھر میں کوئی تقریب ہو۔

انہوں نے بڑے اہتمام سے سالگرہ کی پارٹی ترتیب دی ـــ اور اس میں سبھی واقف کاروں اور دوستوں کو بلایا گیا۔

نشاط اور اسلم اس سالگرہ پارٹی میں انتظامات میں پیش پیش تھے۔ جب دعوتی کارڈ لکھے گئے تو بانو کو بھی بلایا گیا ـــ اچانک اس نے پروین سے کہا۔

"ممی میں بانو کے بھائی کو بھی بلاؤں گی۔"

"بھائی کو ــــ" وہ حیرانی اور رشک سے بولیں

"اس کی کیا ضرورت ہے ــــ" پرویز بھی قریب بیٹھے تھے۔

"انہوں نے مجھے بہن بنا رکھا ہے — امی — جب بھائی سالگرہ میں
شریک نہ ہو تو کیا خاک مزا آئے گا۔"

مسکرا کر پروین نے اجازت دے دی — اور اس نے احمد کو احمد بھیا
کے نام سے کارڈ لکھا — احمد خوش ہو گیا — اور وہ سالگرہ پہ بہن کے
ساتھ جانے کو تیار ہو گیا — عابدہ اور خان صاحب نے معذوری ظاہر کی۔

بانو نے تحفہ دینے کے لئے ایک خوبصورت سی ساڑھی خریدی —
اسلم نے بھی ایک بہت خوبصورت چوڑیوں کا تحفہ دیا — اور نشاط نے
سوٹ کا کپڑا — سبھی نے کوئی نہ کوئی تحفہ دیا۔

تحفہ دینے کے بعد اسلم کو ایک ضروری کام سے جانا پڑا۔ اس لئے
نہ تو سالگرہ کی پوری تقریبات میں شریک ہوا اور نہ ہی بانو اور احمد سے
مل سکا۔ کیونکہ وہ دیر سے آئے تھے۔

وہ سالگرہ کی پارٹی ہوئی۔ موضوع — بانو اور شبنم تھیں — عورتوں
اور مردوں نے ان ہم شکل لڑکیوں کو دیکھا اور حیرانی کا اظہار کیا — ایک
عورت نے کہا۔

"انہیں بہنیں ہونا چاہئے تھا۔"

مسکرا کر شبنم نے بانو کو دیکھا اور بولی — "تو کیا تو میری بہن نہیں ہے؟"

"ہوں — میں تمہاری بہن تو ہوں —" مسکرا کر وہ بولی۔

وہ زندگی کی اٹھارویں سالگرہ منا رہی تھی — موم بتیاں بجھا کر اس
نے کیک کاٹا تو سب نے مبارکباد دی۔

اور پھر اچانک احمد نے اپنا تحفہ جو سرخ کاغذ میں لپٹا ہوا تھا شبنم کو دے دیا۔ ساری محفل احمد کی طرف متوجہ ہوئی۔ شبنم نے کہا۔

"احمد میرے بھیا ہیں نا" ساری عورتوں اور مردوں نے احمد کو دیکھا —اور بڑی تیزی سے شبنم نے تحفہ کے گرد لپٹا ہوا کاغذ کھول دیا۔

سبھی کے خیال میں وہ کوئی بیش قیمت تحفہ تھا— جو اتنے اہتمام سے پیش کیا گیا—— تحفہ دیکھنے کو سبھی آگے کو جھکے۔

اور پھر سب کھلکھلا کر ہنس پڑے— ہنسی میں مذاق کا رنگ تھا۔ جیسے وہ شبنم اور احمد دونوں کا مذاق اڑا رہے ہوں۔

مگر شبنم کا چہرہ کھل اٹھا— اب تک کبھی کسی نے اسے یہ تحفہ نہ دیا تھا۔ وہ بیحد خوش تھی—— احساس ممنونیت سے اس نے احمد کی طرف دیکھا اور بولی— "بہت خوبصورت تحفہ ہے بھیا—"

اور احمد بھی مسکرا دیا۔ وہ ایک بڑی ساری سوتی جاگتی گڑیا تھی۔

ایک عورت نے مذاق کیا۔

"شبنم اب بھی گڑیوں سے کھیلے گی—"

"ہاں—" وہ کسی قدر تعصب اور عزم سے بولی۔ "ضرور کھیلے گی"

احمد مطمئن تھا— اس نے ایک بہن کے لئے صحیح تحفہ کا انتخاب کیا تھا۔ اور شبنم کے خیال میں بھی اسے یہی تحفہ ملنا چاہئے تھا۔

دونوں اپنی اپنی جگہ خوش تھے—— انہیں کسی کے مذاق— اور دوسروں کی پسند کی پرواہ نہیں تھی—— بہن نے بھائی کا تحفہ پسند

کر لیا تھا۔ اور اس کے لئے یہی سب سے بڑا احساس تھا۔

پارٹی ختم ہوئی ——— اور سب مہمانوں کے ساتھ جب احمد اور بانو بھی واپس ہو گئے تو بانو نے کہا —" بھیا — یہ کیا تحفہ رہا — جو تم نے شبنم کو دیا ——"

" بانو —" وہ کچھ سوچتے ہوئے بولا —" تم ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتیں — تم بہن اور بھائی کے درمیان تحفے کے تبادلے سے بے خبر ہو —— شبنم سے پوچھنا یہ تحفہ اس کی توقع کے عین مطابق تھا ——"

اپنے خیال اور تصور میں وہ اپنی گمشدہ بہن شبنم سے مل کر آیا تھا۔ اور اس نے بہن کو گڑیا دی تھی —— وہ مسرور تھا۔

اپنے کمرے میں کارنس پر شبنم نے گڑیا کو سجا دیا — اور اس سے باتیں کرتی ہوئی بولی۔ تم بہت دیر بعد آئی ہو میری گڑیا —— میں نے بہت عرصہ تمہارا راستہ دیکھا ہے۔ تم اس وقت کہاں تھیں۔ جب میں ننھی بچی تھی۔

اور پھر خود ہی مسکرا دی — پروین نے اسے باتیں کرتے سن لیا تھا —— وہ قریب کھڑی ہوئی اسے پیار کرتی ہوئی بولی۔

" ابھی تک گڑیوں سے پیار ہے میری بیٹی کو ——"

اور وہ ماں کے سینے سے لگ گئی —— جیسے یہ تحفہ واقعی اس کے سگے بھائی نے اسے دیا ہو۔

کبھی کبھی ۔۔ جب کبھی اسلم اور شبنم کی ملاقات ہوتی وہ آنکھوں آنکھوں میں پیار کی باتیں کرتے ـــ ماحول اور گھر کے حالات اس نوعیت کے تھے کہ وہ ایک دوسرے سے سرِعام بات نہ کر سکتے تھے ۔

اور نہ ہی انہیں ملاقات کا کوئی اور موقع ملا کہ وہ ایک دوسرے سے بات چیت کریں اور دل کا حال کہیں ۔

دونوں کا دل چاہتا تھا کہ وہ ایک دوسرے سے ملیں ۔ تنہائی میں بیٹھیں ـــ اور گھنٹوں باتیں کریں ـــ پیار کی باتیں ـــ ایک ہو جانے کی باتیں ـــ اور اپنی اپنی بے تابی کی باتیں ۔

مگر انہیں ایسا ماحول میسر نہ آسکا ـــ اور وہ دل کی باتیں ایک دوسرے سے نہ کر سکے ۔۔ وہ دور سے ایک دوسرے کو دیکھتے ـــ ان کی آنکھیں ان کی آنکھوں سے ملتیں ۔ نگاہیں پیار کا افسانہ کہتیں ـــ مسکراہٹیں اقرارِ محبت کی تصدیق کرتیں ۔۔ اور پھر شبنم کی نگاہیں جھک جاتیں ۔۔ جیسے وہ کچھ کہہ گئی ہو ۔

اطمینان رکھو اسلم ---- میں تمہاری ہوں ---"

اسلم مرد تھا --- وہ اس کو زیادہ دیر برداشت نہ کر سکتا تھا
---- وہ ملاقات کا کوئی ذریعہ چاہتا تھا۔

وہ سوچتا رہا۔ پہلے تو اس نے فیصلہ کیا کہ وہ نشاط سے کہے کہ وہ شبنم اور اس کی ملاقات کرا دے۔

مگر پھر اس نے سوچا ۔ جوان بہن سے ایسی بات کہنا درست نہیں۔
پھر ---- پھر کیا ہو؟

سوچ سوچ کر اس نے فیصلہ کیا کہ وہ کالج جائے گا ---- اور راستے میں شبنم سے کہے گا ---- وہ شبنم کو کسی پارک یا ہوٹل میں یا کسی اور جگہ لے جائیگا ---- جہاں وہ خوب باتیں کریں گے۔ اور پیار کی وہ بے تابی جو وہ دل میں چھپائے ہوئے ہے اس پر بیان کر دے گا۔

مگر پھر اسے نشاط کا خیال آیا۔ وہ بھی تو اس کے ساتھ ہوگی۔
مگر اس نے قسمت آزمائی کا فیصلہ کر لیا۔

کالج سے چھٹی کے وقت وہ سیدھا کالج کے قریب پہنچا اور کچھ دور ٹھہر کر شبنم کا انتظار کرنے لگا۔

لڑکیاں گھروں کو جا رہی تھیں۔ اسے سب لڑکیاں شبنم سے کم تر دکھائی دیں۔ وہ ستاروں کے اس جھرمٹ میں اپنا چاند تلاش کر رہا تھا۔ جس نے اس کی زندگی کو چکا چوند کر دیا تھا۔

اچانک اسے شبنم دکھائی دی۔ وہ تنہا تھی ---- اور اپنی ہی دُھن

میں جا رہی تھی۔

ارد گرد اس نے دیکھا وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ قریب آکر اس نے کھنکارا۔

شبنم نے کوئی توجہ نہ دی۔

وہ پھر کھنکارا۔ مڑ کر شبنم نے اسے دیکھا۔ اس کے چہرے پہ ناراضگی کے آثار تھے۔

"کیا کوئی ناراضگی ہے؟" وہ قریب جاکر بولا۔

غصّے سے اس کا چہرہ تمتما رہا تھا۔ اور بڑے غصّے سے بولی۔

"کیا بات ہے۔ کون ہیں آپ۔؟"

"جی ۔۔۔ جی میں ۔۔۔" وہ ہکلایا "آپ کا ادنیٰ خادم اسلم" اس نے جھک کر کہا ۔۔۔ اس کے خیال میں شبنم یہ سب مذاق کر رہی تھی۔

"میں تمہیں پولیس کے حوالے کر دوں گی" وہ غصّے سے بے قابو ہو گئی۔

اب بھی اس نے یہ مذاق خیال کیا ۔۔۔ وہ بولا "اپنی زلفوں میں باندھ لو ۔۔۔"

"اوہ تمہاری یہ جرأت" ۔۔۔ وہ چلّا اٹھی

وہ تو ٹھیک تھا کہ ارد گرد کوئی اور نہ تھا ۔۔۔ ورنہ مصیبت آجاتی

وہ چلّائی ۔۔۔ "میں شور مچا دوں گی ۔۔۔"

"آخر یہ بے رخی کیسی ۔۔۔؟" وہ بولا۔

"بے رخی ۔۔۔" حیرانی سے وہ بولی "تم جاتے ہو یا بے عزت ہونا

چاہتے ہو —"

اب اس نے سمجھا کہ وہ واقعی غصے میں ہے کیونکہ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا — وہ بولا۔

"اگر تم اس وجہ سے ناراض ہو کہ میں نے تمہیں سر عام کیوں مخاطب کیا تو میں معافی چاہتا ہوں مگر خدا کے لئے یہ بے رخی نہ کیا کرو —"

یا خدایا۔

اس نے سر پر ہاتھ مارا۔ اور بولی "کس احمق سے واسطہ پڑ گیا ہے — آپ چاہتے کیا ہیں۔؟"

"صرف تمہیں — چاہتا ہوں" — وہ بولا۔

اس کا پارہ بے حد چڑھ گیا — اور اس نے اسلم کا گریبان پکڑ لیا۔ وہاں کوئی اور نہ تھا — اور سائڈ پر تھے — اسلم نے کہا۔

"چھوڑو مجھے — مجھے یہ توقع نہ تھی کہ تم یہاں تک پہنچ جاؤ گی۔ — یہ سب تم نے اچھا نہیں کیا شبنم —"

"شبنم —" وہ حیرانی سے بولی اور اس نے اسلم کا گریبان چھوڑ دیا۔

"تو کیا تم —؟ وہ حیران رہ گیا۔

وہ مسکرائی اور بولی "آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے — میں شبنم نہیں بانو ہوں — شبنم میری سہیلی ہے اور میری ہمشکل بھی"

"اوہ معاف کیجئے —" وہ شرمندگی سے وہاں سے جاتا ہوا بولا۔

"کوئی بات نہیں آئندہ احتیاط کیجئے —" بانو نے جواب دیا۔

جونہی وہ جانے لگا بانو نے آواز دی "ذرا ٹھہریئے —"

وہ رک گیا — "فرمایئے —"

"کیا آپ شبنم سے پیار کرتے ہیں —؟"

"جی —" وہ بوکھلا گیا — بھید تو کھل چکا تھا — اسے چھپانے سے کیا حاصل تھا۔ اس نے کہا "ہاں — میں اس سے پیار کرتا ہوں۔"

"کیا آپ نشاط کے بھائی ہیں —" وہ بولی۔

"جی ہاں — آپ انہیں بھی جانتی ہیں —" اسلم نے حیرانی سے کہا۔

وہ اس واقفیت سے گھبرا گیا تھا۔ اس کے خیال میں یہ بھید کھل جانے کا واقعہ کالج میں شبنم کو بدنام کر سکتا تھا — وہ بولی — "وہ میری کلاس فیلو ہیں —"

"آپ کا شکریہ —" اسلم نے کہا "براہ کرم میری بہن کو یہ سب مت بتایئے گا —"

وہ مسکرائی اور بولی — "میں تو ضرور بتاؤں گی —" اور تیزی سے وہاں سے چلی گئی۔

وہ سوچ رہی تھی — شبنم کا انتخاب برا نہیں — اسلم اسمارٹ ہے — خوبصورت بھی ہے۔ اور اس کی کشادہ پیشانی اس کے قابل اور ذہین ہونے کی علامت ہے۔

اور اسلم سوچ رہا تھا اب اسے نئی مصیبت سے نمٹنے کیلئے تیار رہنا چاہیئے — نشاط بھی اس سے ناراض ہو جائے گی — اور اس

حرکت کا وہ بھی برا مانے گی۔

اور پھر گھر آکر تنہائی میں اس نے نشاط کو سب کچھ بتا دیا۔ اس نے کہا۔

" میں وہاں سے گزر رہا تھا —— جب میں نے شبنم کو دیکھا —— اسے تنہا دیکھ کر میں نے اسے بلا لیا تاکہ اس سے پوچھوں کہ وہ تنہا کیوں ہے —— تو اس نے میری بے عزتی کر دی —— اور بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ بانو ہے —— اسی کی سہیلی —— "

نشاط ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گئی اور بولی۔

" تم بھی غلطی کھا گئے بھیا —— وہ اس روز یہاں آئی —— مگر تم جلد چلے گئے۔ سالگرہ پر تم اسے نہ مل سکے —— ان دونوں سے لیکچرار بھی غلطی کھا جاتی ہیں اور اکثر ماں باپ بھی —— "

پھر اس نے بتایا —— کالج کے ڈرامے میں وہ جو ہمشکل بہنوں کا پارٹ ادا کیا تھا۔ شبنم کے ساتھ وہی بانو تو تھی۔

بہر حال بات آئی گئی ہو گئی۔ شبنم کو پتہ چلا تو وہ بھی ہنس دی۔ اور اپنا بھید کھل جانے سے اُسے خود ہی سے شرم آئی۔

بانو نے بھی بڑا مرچ مسالہ لگا کر انہیں بات سنائی تھی —— اور شبنم کو اس کے پیار کی مبارکباد دی تھی۔

مگر بانو اتنی کم ظرف نہ تھی کہ وہ کالج میں اس بات کا ڈھنڈورہ پیٹ دیتی آخر وہ شبنم کی بہن تھی —— اس نے بات اپنے تک ہی رکھی تھی۔

ماں کا دل اولاد کے لیئے جامِ جہاں نما سے کم نہیں ہوا کرتا۔

اور عابدہ بھی تو ماں تھی۔ گو اس کی بچی دو دن کی تھی جب گم ہو گئی تھی مگر ماں کا دل کہتا تھا کہ وہ زندہ ہے۔ اور یہ بھی کہ وہ ایک نہ ایک دن ان سے ضرور آن ملے گی ـــــ وہ اکثر دعا مانگتیں کہ میری بچی تو جہاں بھی ہے خوش رہے۔

جب سے انہوں نے شبنم کو دیکھا تھا۔ ان کا سکون ہی رخصت ہو گیا تھا۔ وہ سوچتی ـــــ

"میری بچی شبنم تھی ـــ اور یہ بچی بھی شبنم تھی ـــ پھر یہ دونوں ہمشکل ہیں ـــ جیسے سگی بہنیں ہوں ـــ کیا ایسا تو نہیں کہ وہ میری ہی بچی ہو۔ جب تھی وہ شبنم کے بارے میں سوچتیں ـــ ملتا کا جذبہ طوفان کی طرح شبنم کے پیار میں امنڈ پڑتا اور وہ دل ہی دل میں کہتیں ـــ "کاش تو میری شبنم ہوتی"

اس کا نام شبنم تھا ـــ وہ سوچتیں۔

دو دن کی بچی جب گم ہوئی تو اس کے گلے میں کوئی نام کی تختی تو نہیں تھی

جو دوسروں کو بھی اس کا نام معلوم ہوگیا۔

اور پھر بچی خود بھی اپنا نام بتانے سے رہی ــــ وہ پھر سوچتیں ــــ یہ محض اتفاق ہے ــــ قدرت نے اس لڑکی کو ہمارے سامنے لاکر اس زخم کو پھر تازہ کر دیا ہے جو ہماری بچی کی گمشدگی کی وجہ سے ہمارے دل پہ لگا تھا۔

ہر چند وہ اس اچانک واقعہ کو بھولنے کی کوشش کرتی ــــ مگر یہ اس کے بس میں نہ تھا۔ جوں جوں وہ اس واقعہ کو دل سے بھلانے کی کوشش کرتی ــــ شبنم کا پیار اسی شدت سے سر اٹھاتا۔

اور پھر اس نے خواب میں دیکھا۔ جس نے عابدہ کا سکون تباہ کر دیا اور وہ شبنم کے زندہ ہونے کے بارے میں سو فیصدی مطمئن ہوگئی۔

اس نے خواب میں دیکھا۔ وہ ایک پارک میں جارہی ہے ــ چھوٹی سی بانو اس کے ساتھ ہے یوں جیسے وہ اسے سیر کروانے گئی ہو۔

اچانک ایک لڑکی ان کے سامنے آجاتی ہے ــ غور سے اس نے دیکھا اور پوچھا ــ "تو کون ہے بیٹی ــ"

"مجھے پہچانو ماں ــ" وہ بولی "میں تمہاری گمشدہ بیٹی شبنم ہوں۔"

"شبنم تم ــ" وہ چلائی ــ اور اس نے شبنم کو بازوؤں میں لے لیا۔

"ہاں ماں ــ" وہ رو پڑی۔

"تم کہاں تھیں اب تک ــ ؟" ماں نے بھی روتے ہوئے پوچھا۔

"ماں ــ" وہ روتے ہوئے بولی ــ

"میں تو ایک مدت سے تمہیں تلاش کر رہی ہوں۔"

"مگر تم رہتی کہاں ہو ---؟" ماں نے پوچھا۔

"ماں --- میری کہانی بڑی لمبی ہے ---" شبنم نے جواب دیا۔

"سنوگی تو رو دوگی --- مجھے میری سوتیلی ماں نے جب باہر پھینک دیا۔ تو میں سڑک پر پڑی روتی رہی --- اور پھر ایک بے اولاد جوڑے نے مجھے وہاں سے اٹھا لیا اور وہ لوگ مجھے اپنے گھر لے گئے --- انہوں نے مجھے بیٹی بنا لیا میں اس گھر میں پلتی رہی --- مگر پھر خدا نے خود ان کو اولاد کی نعمت سے نوازا --- انہوں نے مجھ سے نفرت کرنا شروع کر دی --- وہ مجھے حرامی بچی خیال کرتے رہے --- اور میرا جینا دوبھر کر دیا۔ اور پھر ان کے ہاں کی ایک ملازمہ نے مجھے پالا --- جب اس کی شادی ہو گئی تو وہ مجھے بیٹی بنا کر گھر لے گئی اور اس نے مجھے پالا --- اب میں بڑی ہو گئی ہوں ماں۔ مجھے تم بہت یاد آتی ہو --- گو مجھے ہر قسم کا آرام ہے مگر تمہاری گود کا آرام کہاں سے لاؤں --- ماں --- اب تم مل گئیں اب آؤ --- اور ان لوگوں کو بتاؤ کہ میں تمہاری اولاد ہوں حرامی بچی نہیں --- مجھے اس گالی سے نجات دلاؤ ماں --- آؤ ماں۔

وہ ماں کو کھینچنے لگی۔

ماں نے اسے سینے سے کھینچ لیا --- اور چیخ کر بولی۔

"تم میری بچی ہو --- میں دنیا بھر کو بتاؤں گی کہ تم میری جائز اولاد ہو --- کوئی بھی شخص تمہیں حرامی بچی نہیں کہے گا --- میری بچی --- میری شبنم آؤ۔ میرے ساتھ چلو ---" وہ چلاتی رہی۔

اور پھر اچانک اسے کسی نے جھنجھوڑ ڈالا۔

شیخ صاحب اسے جگا رہے تھے۔

"بیگم — بیگم ہوش میں آؤ — کیا بات ہے؟"

وہ اٹھی — اور ارد گرد دیکھا — اور مایوسی سے شوہر کو دیکھنے لگی

"کیا کوئی خواب دیکھا ہے۔؟" وہ بولے۔

"ہاں —" عابدہ نے جواب دیا "خواب میں میں نے اپنی شبنم کو دیکھا ہے۔"

شیخ صاحب نے لمبا طویل سانس لیا اور بولے "تمہارے خوابوں

اور خیالوں اور ہر بات پر اپنی گمشدہ بچی کا چہرہ ہے۔ تم شاید اسے کبھی نہ بھول سکو۔"

"آج یہ زخم اور تازہ ہو گیا ہے" وہ بولیں "سرتاج اس نے مجھے اپنی

تمام کہانی سنائی ہے — میری معصوم بچی نے بڑے دکھ اٹھائے ہیں"

اور پھر اس نے شوہر کو ساری کہانی سنا دی — سرتاج — آج لوگ

اسے حرامی بچی خیال کرتے ہیں۔ میری بچی کا مستقبل تاریک ہے۔ مجھے اسے

تلاش کرنا ہے — ہر قیمت پر — تاکہ دنیا والوں کو بتا دوں کہ وہ ناجائز بچی

نہیں ہے۔"

"بیگم —" شیخ صاحب نے الجھن سے کہا "خدا کے لئے بس کرو

— تم میرا جینا بھی دو بھر کر رہی ہو۔"

وہ رو پڑیں اور بولیں "میں ماں ہوں سرتاج — اور میں نے جو خواب

دیکھا ہے وہ بالکل درست ہے۔ کوئی ماں اولاد کے بارے میں غلط خواب نہیں

دیکھ سکتی — اب میں اسے کہاں تلاش کروں — اس نے مجھ سے درخواست

کی ہے کہ ماں ان لوگوں کو مت دو کہ میں ان کی ناجائز بچی نہیں ہوں "

"ہاں شاید یہ سچ ہو" شیخ صاحب نے کہا: "مگر اسے تلاش بھی تو نہیں کیا جا سکتا۔"

"میرا دل کہتا ہے وہ مجھے مل جائے گی ۔۔۔ بہت جلد" عابدہ نے کہا

"یہ تمہارا محض خیال ہے ۔" وہ بولے "آج تک دو دن کی بچی کبھی نہیں مل سکی ۔۔۔ اور ہاں تم اسے کیسے تلاش کر سکو گی ۔"

وہ میرے سامنے آئی تو میری ممتا اسے تلاش کر لے گی ۔"

وہ چپ چاپ رہے ۔

اچانک وہ بولیں "سرتاج ۔۔۔"

"کیا ہے ۔ ؟" انہوں نے کہا ۔

"میرا دل کہتا ہے شبنم ۔۔۔ میری گمشدہ بچی ہے ۔۔۔ میں اس کے ماں باپ کو ملوں گی ۔۔۔ شاید وہ کوئی بات بتا دیں ۔"

"میں اس کے حق میں تو نہیں ہوں ۔" شیخ صاحب نے کہا ۔

"مگر تمہارے سکون کے لئے میں کچھ نہیں کہتا ۔۔۔ تم ان سے پوچھ دیکھو ۔۔۔ مگر یہ سب بے فائدہ ہوگا ۔۔۔ اور تمہیں مایوسی ہوگی ۔"

بے ساختہ عابدہ کے ہاتھ دعا کے لئے اٹھ گئے ۔

خواب نے ان کا زخم ہرا کر دیا تھا ۔۔۔ اور سکون درہم برہم کر دیا تھا ۔۔۔

بیگم جبیں ۔۔۔ خان صاحب اور نشاط ۔۔۔ وہ سب بازار شاپنگ کے لئے گئے تھے۔

نشاط نے اپنی ضروریات کی کچھ چیزیں خریدی تھیں ۔۔۔ وہ کئی روز سے ابو سے کہہ رہی تھی۔

جب خان صاحب سے اس نے کہا کہ وہ ان کے ساتھ بازار چلے تو بیگم بھی چلنے کے لئے تیار ہو گئیں انہوں نے بھی شاپنگ کا شوق ظاہر کیا۔

انہوں نے اسلم سے کہا اگر اس نے بھی چلنا ہو تو چلے مگر وہ بولا۔

" ابو آپ جائیں ۔۔۔ میں گھر پر رہوں گا ۔۔"

خان نے کہا ۔۔" کہیں جانا نہیں ۔۔ گھر ملازموں پر نہیں چھوڑا جا سکتا۔"

چنانچہ وہ گھر پر ہی رہا۔ اچانک اس کے دروازے پر دستک ہوئی

" کون ہے؟ " وہ بولا ۔

" نشاط کہاں ہے ۔؟" مترنم سی سہمی ہوئی آواز سنائی دی ۔

اس نے شبنم کی آواز پہچان لی۔ بجلی کی تیزی سے وہ اٹھا۔ اپنے کمرے کا دروازہ کھولا اور بولا۔ "آپ ۔۔؟

" نشاط کہاں ہے ۔ ؟" نظریں جھکا کے وہ بولیں ۔

" وہ بازار گئی ہے ابو اور ممی بھی ساتھ ہیں ۔ وہ بولا ۔

" آئیے آپ تو اندر آئیے ۔۔"

" نہیں میں جاتی ہوں ۔۔" شبنم نے کہا ۔

اسلم نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اندر لیجا کر بولا ۔

" اتنے دنوں بعد ملی ہو ۔۔ اور گھر پر بھی کوئی نہیں ہے ۔۔ کچھ دیر رکو باتیں کریں گے ۔ ابھی گھر والے نہیں آئیں گے ۔"

" کوئی دیکھ لے گا ۔۔" وہ سہم کر بولی ۔

" پھر کیا ہوا ۔ تم کوئی چور ہو ۔۔۔ ؟" وہ بولا ۔

وہ اندر آ کر کرسی پر بیٹھ گیا ۔۔ اسلم نے دروازہ کھلا رہنے دیا ۔ اور ملازم سے چائے لانے کو کہا ۔

پھر وہ بولا ۔۔ "بڑے دنوں بعد ملاقات ہوئی ہے ۔۔ کیا تمہارا دل کبھی ملنے کو نہیں چاہتا ۔۔"

" مگر کیا کریں ۔۔ ملاقات کیسے ہو ۔ ؟" وہ بولی ۔

" اس روز تمہاری غلطی میں میں نے یاد کر بلا لیا ۔۔ تمہیں معلوم ہوا ۔" ؟ ۔

"جی ۔۔" وہ مسکرا دی ۔

"اس نے مجھے بڑا شرمندہ کیا۔ خیر چھوڑو ان باتوں کو۔" اسلم نے کہا "کوئی پیار کی بات کرو۔"

وہ چپ رہی ۔۔۔ ملازم چائے لے آیا تھا۔ شبنم نے چائے بنا کر اسے دی اور خود بھی پینے لگی ۔۔۔ وہ خوفزدہ سی تھی جیسے ابھی کوئی آجائے گا ۔۔۔ اور پھر اسے خواہ مخواہ شرمندہ ہونا پڑے گا۔

اسلم نے کہا "اگر ملاقات اور بات کا وقت نہیں ملتا تو تم لکھ کر بھی پیغام دے سکتی ہو۔ اس طرح بھی تو آدھی ملاقات ہو جاتی ہے۔"

"آپ بڑے وہ ہیں ۔۔۔" وہ بولی۔

"پہلے تو نہیں تھا ۔۔۔ اب تم نے کر دیا ہے" اسلم نے جواب دیا۔

وہ مسکرا دی ۔۔۔ پھر وہ بولی "امتحان ہونے والے ہیں ۔۔۔ میں تو دن رات تیاری میں رہتی ہوں۔"

"میرا خیال ہے کہ امتحان سے فارغ ہو کر امی سے صاف صاف بات کر لوں۔ میں اب زیادہ دنوں انتظار نہیں کر سکتا ۔۔۔ ٹھیک ہے نا۔" اسلم نے پوچھا۔

"جی" شرما کر اس نے جواب دیا۔

"شبنم" وہ بڑے پیار کے موڈ میں تھا "تم نے میری راتوں کی نیند بھی چرا لی اور دن کا سکون بھی ۔۔۔ پل بھر تمہارے بغیر چین نہیں آتا۔"

"اور یہی حال میرا بھی ہے" وہ بولی۔

"اس کا مطلب ہے دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی" اسلم

نے مسکرا کر کہا۔ اور جواب میں وہ بھی مسکرا دی۔

اچانک اسلم نے پھر کہا "تو کیا تم مجھے خط لکھا کرو گی۔؟"

"نہیں" وہ بولی۔

"کیوں۔؟" غصے سے وہ بولا۔

"اگر آپ نے خط لکھا تو اس کا جواب دے دیا کروں گی" مسکرا کر وہ بولی۔

"شریر" وہ مسکرایا۔ اور اس نے شبنم کا ہاتھ پکڑ لیا ـــ اور اسے سہلانے لگا۔

اچانک اندر کار کے داخل ہونے کی آواز سنائی دی ـــ وہ بولا۔

"تم جلدی سے دوسرے کمرے میں چلی جاؤ ـــ گھر والے آ گئے ہیں"

وہ تیزی سے اٹھی اور نشاط کے کمرے میں جا کر کرسی پر بیٹھ گئی۔

شاپنگ کا سامان لئے نشاط اپنے کمرے میں داخل ہوئی تو وہ شبنم کو دیکھ کر حیران رہ گئی پھر وہ بولی ـــ "بھیا سے ملاقات ہو گئی نا"

"نہیں تو ـــ" وہ گھبرا کر بولی۔

مگر نشاط کی مسکراہٹ سے وہ شرمندہ ہو گئی ـــ اسے یوں لگا جیسے اس کے چہرے سے نشاط نے اصلی بات پڑھ لی ہو۔

امتحانات ہو رہے تھے — اور وہ سبھی بے حد مصروف تھے۔

امتحان اسکول اور کالج کے ہوں یا زندگی کے کسی بھی شعبے کے بہرحال ان کا خوف مسلط رہتا ہے — لہذا وہ لوگ بھی پیار وغیرہ کو بھول گئے اور امتحان میں اتنے مگن ہوئے کہ شبنم اور اسلم نے ایک دوسرے کی خبر تک نہ لی — مگر جب امتحان ختم ہو گئے تو دونوں کو ایک دوسرے کا خیال شدت سے آنے لگا۔

بے کاری — اور فراغت یوں بھی انسان کو ان باتوں کی طرف اکساتی ہے۔ چنانچہ اسلم نے شبنم کو خط لکھا۔

"میری اچھی شبنم — سلام!"

امتحانوں سے فارغ ہو گئے — اور اب ہمارے صبر و پیار کا امتحان شروع ہو گیا ہے — ہم نے اس امتحان پر بھی پورا اترنا ہے۔

تم نے تصویر دینے کا وعدہ کیا تھا مگر شاید پھر بھول گئیں۔ اپنی

تصویر مزید دو تاکہ فراغت میں اس سے باتیں کر کے دل کا بوجھ ہلکا کر لیا کروں ـــــ اور ملاقات کی بھی کوئی صورت پیدا کرو۔

تمہارا اپنا۔

اسلم

بڑے اناڑی پن سے خط لکھا گیا تھا ـــ پھر اس نے یہ خط خاموشی سے بھجا کر شبنم کو دے دیا۔ اس کے گھر کا آنا جانا تو بہر حال تھا ـــ خط پڑھ کر وہ بڑی دیر تک اسے دیکھتی رہی۔

محبوب کے خط کا مزہ تو اسے ہی آسکتا ہے جسے اس سے پیار ہو خط گو کتنا ہی مختصر تھا۔ مگر اس کا ایک ایک لفظ اسلم کے پیار کی منہ بولتی تصویر تھا۔

بار بار شبنم نے خط پڑھا ـــ اور پھر خود ہی ان الفاظ کے سرور میں کھوئی رہی۔ اس نے خط سنبھال کر اپنے سوٹ کیس میں رکھ لیا۔ جیسے یہ خط اس کے پیار کی نشانی ہو۔

اس نے اسلم کو خط لکھا ـــ

میرے مستقبل کے مالک !

آداب

خط پڑھا ـــ پہلی بار میں نے محسوس کیا کہ پیار کرنے والے کا خط بھی کتنا مزیدار ہوتا ہے ـــ خط کا ایک ایک لفظ آپ کے پیار کی منہ بولتی تصویر تھا ـــ میں حیران ہوں کہ اس کا کیا جواب دوں ـــ بہر حال

یہ آپ کو تصویر روانہ کر رہا ہوں۔ اس امید کے ساتھ کہ میری عزت جو دراصل آپ کی عزت ہے کی آپ حفاظت کریں گے۔ اور اپنی تصویر بھی مجھے روانہ کریں گے۔

نیک تمناؤں کے ساتھ رخصت دیں۔

والسلام

آپ کی اپنی۔ شبنم

آپ کی اپنی ——— شبنم

یہ وہ الفاظ تھے جنہوں نے اسلم کو مسرور کر دیا ——— وہ بے خودی میں بار بار خط پڑھتا اور ہر بار اسے نیا مزہ آتا۔

اور پھر ——— ان کی خط وکتابت جاری رہی ——— اسلم کے خطوط کا وہ جواب دیتی اور اسلم اس کے خط کا جواب دیتا۔

دونوں ایک دوسرے کے خطوط سنبھال کر رکھتے جیسے یہ بھی ان کا سرمایہ ہوں ——— وہ امتحان سے فارغ ہوئے تھے ——— اسلم کا زیادہ وقت افسانے لکھنے میں گزرتا۔

اس کے افسانوں میں ایک نیا رنگ آ گیا تھا ——— اور وہ افسانوں میں ایسی باتیں لکھتا جس سے پیار کا بھرم رہ جاتا ——— اور وہ پیار بھرے دلوں کی ترجمانی کرتے۔

شبنم ہر افسانہ پڑھتی ——— اسے یوں محسوس ہوتا جیسے ہر افسانے میں وہ خود ہیروئن ہے اور اسلم ہیرو۔

ہر روز ہی وہ تقریباً شبنم کے گھر جاتا ——— پرویز سے وہ دیر تک

باتیں کرتا رہتا۔

وہ اس سے متاثر تھے اور اسے ذہین بچہ مانتے تھے جس روز وہ کسی وجہ سے نہ جا سکتا پروین فون سے خیریت پوچھ لیتی۔

چونکہ پروین بہت نیک دل ہے — اور خود بے اولاد ہے۔ اس لیے وہ بچوں سے پیار کرتی ہے — آخر اس نے بچپن میں اسلم کو بھی تو کھلایا تھا اور اسلم سے پروین کا پیار ایک فطری بات تھی — وہ اسلم کی بڑی خاطر کرتی مگر وہ بھی اس بات سے بے خبر تھی کہ اسلم ان کی شبنم سے پیار کرتا ہے۔

اور اس نے شبنم کو اپنی شریک زندگی بنانے کا عہد کر رکھا ہے۔
یوں بھی اگر ان کو یہ بات معلوم ہو جاتی تو ان کو کوئی اعتراض نہ تھا — مگر انہیں یہ بھی تو معلوم تھا کہ بیگم جیسی ایسا سوچ بھی نہیں سکتیں۔
شبنم گھر کے ماحول میں اسلم سے دور دور رہتی — گھر والوں کی شرم کے باعث وہ اسلم سے بات تک نہ کرتی۔ البتہ نگاہوں سے ایک دوسرے کے دل کا حال ضرور پوچھ لیتے تھے۔ اس نے یہ بھی ثابت نہ ہونے دیا کہ وہ اسلم میں دلچسپی لیتی ہے۔

آخر وہ جوان ہو گئی تھی — اسی دوران نشاط کی خالہ کا خط آیا۔
انھوں نے بچوں کو فرصت کے یہ دن اپنے ہاں پہاڑ پر گزارنے کیلئے بلایا تھا۔

وہ ہر سال بچوں کو بلاتی تھیں — ان کی ایک نوجوان بیٹی ہے۔ نجمہ۔

وہ بھی نشاط کو ہر سال بلاتی ۔۔۔ مگر وہ کبھی وہاں نہ گئے تھے ۔۔۔ دراصل ان کے ابو اور امی بچوں کو اپنے سے دور نہ کرتے تھے۔ بڑی چاہت کے بعد انہیں اولاد نصیب ہوئی تھی اور اب وہ ان کی نظروں کا تارا تھی۔

مگر اس بار نجمہ نے نشاط کو بڑے پیار سے بلایا تھا ۔۔۔ اور اسلم سے بھی انہوں نے ضد کی کہ وہ مری ضرور آئیگا۔ ہوا بھی بدل جائے گی اور سیر بھی ہو جائے گی۔

بیگم جبین نے پہلے تو مخالفت کی مگر بعد میں رضامند ہو گئیں۔ خالہ نے لکھا تھا کہ وہ شبنم کو بھی ساتھ لائیں۔

شبنم کو بھی اجازت مل گئی ۔۔۔ اور وہ مری جانے کو تیار ہو گئے۔ وہ بہت خوش تھے ۔۔۔ اسلم کی خوشی کا تو ٹھکانا نہ تھا ۔۔۔ وہ اپنی محبوبہ کے ساتھ صحت افزا مقام پر جانے کے تصور ہی سے خوش ہو جاتا تھا ۔۔۔ وہاں کم از کم انہیں ملاقات کے مواقع تو ملیں گے۔

تیاریاں کئی روز رہیں ۔۔۔ اور پھر وہ اسلم کے ساتھ مری جا پہنچی۔

خالہ نے ان کا بڑے پیار سے استقبال کیا ۔۔۔ نجمہ بھی بیحد خوش تھی۔ وہ اسلم اور شبنم کے تعلقات سے بے خبر تھی۔ اس نے سبھی کو خوش آمدید کہا اور وہ نشاط اور شبنم سے گلے ملی۔ اور اپنی خوشی کا اظہار کیا۔

مری میں ان کا بہت بڑا بنگلہ تھا ۔۔۔ مگر وہاں ہر ایک کی رہائش کے لئے علیحدہ کمرہ تو نہ مل سکتا تھا۔

شبنم نشاط اور نجمہ ۔۔۔ ایک ہی کمرے میں رہیں ۔۔۔ جیسے ان کی

آمد سے پہلے سجایا گیا تھا۔

اور اسلم اپنے خالو کے ساتھ ان کے کمرے میں رہا ۔۔۔ تیسرے کمرے
میں خالہ اور ملازمہ تھیں۔

اس شام جب وہ لان میں بیٹھے ہوئے چائے پی رہے تھے تو اچانک
نجمہ نے کہا "ابو ۔۔۔ کل صبح ہم جھیل پر پکنک منائیں گے۔"
"بیٹی ابھی یہ لوگ آئے ہیں ۔۔" خالہ نے کہا "تھکے ہوئے ہوں گے
۔۔۔ انہیں ایک روز آرام کرنے دو، پھر پروگرام بناتے رہنا ۔۔ ابھی کیا ہے؟"
"ہم پیدل آئے ہیں کیا خالہ ۔۔؟" اسلم نے کہا۔
"تم لڑکے ہو ۔۔۔ لڑکیاں تو تھک گئی ہوں گی ۔۔" خالہ نے مسکرا کر کہا۔
"نہیں خالہ ہم کوئی تھکی ہوئی نہیں ہیں ۔۔" نشاط نے جواب دیا۔
"ہم تو ضرور کل پکنک منانے جائیں گے اور آپ کو بھی ہمارے ساتھ
چلنا ہوگا۔ ضرور چلنا ہوگا ۔۔"

"نہیں بابا ۔۔۔ میں نہیں جا سکتی ۔۔" خالہ بولیں "میں بلڈ پریشر کی مریض
ہوں ۔۔ میں ان پہاڑیوں کو کہاں پھلانگتی پھروں گی ۔۔ تم خیر سے جوان ہو تم سیر کرو۔
میری اب ان پکنکوں کی عمر ہے کیا" اور پھر وہ مسکرانے لگیں۔
"تو آپ چلیں گے خالو" پہلے نشاط نے خالو سے پوچھا۔
"بیٹے مجھے ایک کام ہے" وہ بولے "تمہارے ساتھ اسلم جو ہوگا۔
تم کیوں گھبراتی ہو ۔؟"

وہ چپ ہو گئیں ۔۔۔ جیسے انھوں نے اجازت لیکر اور بڑوں کو پکنک

میں شامل نہ کرے کہ کوئی بہت بڑا کام سر انجام دیا ہو۔

معنی خیز انداز میں شبنم اور اسلم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور مسکرائے۔ نشاط نے ان کی مسکراہٹ دیکھ لی۔

اور پھر وہ شرمندہ ہوگئے۔ کیونکہ یہ کوئی اچھی بات تو نہ تھی کہ وہ ہر بات میں اپنا ہی مطلب حل کریں۔

نجمہ کہہ رہی تھی صبح ہی چلیں گے۔ پیدل چلنا ہوگا۔ یہاں پہاڑیوں میں سواری کا انتظام نہیں ہوا کرتا۔

"کتنی دور جانا ہوگا ---؟" پیدل چلنے سے گھبراہٹ کے آثار چہرے پر سجائے ہوئے نشاط نے پوچھا۔

"یہی میل بھر ---" نجمہ نے کہا۔

"اور یہ میل بھر شہری میل سے چار گنا زیادہ ہوتا ہے" اسلم نے انہیں ڈرایا۔

"پہاڑیوں کی اونچ نیچ کا تم میل بھر بھی پیدل نہیں چل سکتیں۔"

"اور واپسی کیسے ہوگی۔؟" وہ گھبرائی ہوئی بولی۔

"گھوڑے لے لیں گے ---" نجمہ نے کہا۔

"تو کیا ہم گھوڑ سواری کریں گے۔؟" شبنم نے کہا۔

"کیا حرج ہے۔؟" وہ مسکرائی۔

بھئی ان پہاڑیوں میں ٹیکسیاں تو نہیں ہوا کرتیں۔ یہ شہر نہیں --- اور پھر تفریح تو پیدل چل کر ہی کی جاتی ہے۔

وہ چپ چپ سی ہوگئی --- نجمہ نے ان کی چپ کا مطلب سمجھ لیا۔ وہ بولی

"تم سیر کرنے آئی ہو۔ اب جب ان پہاڑیوں پر پیدل چلوگی —— تو بڑا مزا آئے گا —— دیکھ لینا کوئی تھکن نہیں ہوگی ——"

"خیر دیکھ لیں گے ——" نشاط نے جواب دیا۔

اور نجمہ ملازمہ کو بتانے چلی گئی کہ اس نے ان کے لئے سیر پر جانے کے لئے کیا کیا چیزیں تیار کرنی ہیں ——"

اور خالو بچوں کے لئے پکنک پر لے جانے کے لئے چیزیں خریدنے گئے تھے۔

خالو میاں بہت سامان خرید لائے تھے۔

بڈھے بھی بڑے عجیب ہوتے ہیں — ہر چند کہ وہ پکنک پر نہ جارہے تھے مگر وہ بھی بچوں سے کم خوش نہ تھے — ان کے لئے یہی خوشی بہت تھی کہ ان کے بچے سیر کو جائیں گے۔

وہ بسکٹ، ٹافیاں، فروٹ اور بند ڈبوں میں مربہ دار کھانا خرید لائے تھے۔ یہ سب اتنا تھا کہ وہ تو چار تھے، آٹھ بھی مل کر نہ کھا سکیں اور پھر نجمہ نے بھی ملازمہ سے کہہ کر بہت ساری چیزیں تیار کروائیں۔

دراصل ان لوگوں نے اسلم کو اس لئے بلا لیا تھا کہ وہ اب نجمہ کی شادی کرنا چاہتے تھے۔ اور ان کی نظر میں اسلم ایک بہترین لڑکا تھا — جو ان کی بیٹی کے لئے مناسب ہو سکتا تھا۔ اکلوتا — اور گھر کا وارث — جب کہ ہر ماں باپ چاہتے ہیں کہ ان کی بیٹی ایسی ہی جگہ بیاہی جائے۔ جہاں وہ خود راج کرے اور اس سے باز پرس کرنے والا کوئی نہ ہو۔

نجمہ اس بات سے بے خبر نہ تھی ۔۔۔ اور جب سے اس نے اسلم کو دیکھا تھا اس کا دل نئے انداز سے دھڑک رہا تھا ۔۔۔ اسے اسلم پسند آگیا تھا۔

اس کے خیال میں اسلم بھی اس بات سے بے خبر نہ تھا کہ نجمہ کے ماں باپ اسے نجمہ کے لئے پسند کر چکے ہیں ۔۔۔ وہ اسلم سے زیادہ قریب ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔

سبھی نے تھوڑا تھوڑا سا سامان اٹھایا ۔۔۔ ملازم کو بھی وہ ساتھ لیجانا ضروری خیال نہ کرتے تھے۔

نجمہ تو مری ہی میں رہتی تھی ۔۔۔ اور بارہا چشمہ پر آچکی تھی۔ اسے راستے معلوم تھے۔ وہ راستے بتاتی گئی ۔۔۔ اور پھر نجمہ کے دل میں ایک غلط فہمی نے جنم لیا ۔۔۔ جب اسلم نے ازراہ ہمدردی یا میزبان کی ہمدردی کی خاطر نجمہ سے کہا۔

"آپ تھک گئی ہوں گی ۔۔۔ لائیے میں آپ کا سامان اٹھاؤں ۔"

بھرپور نظروں سے اس نے اسلم کو گھورا اور بولی "آپ بھی اپنا سامان مجھے دے دیں ۔۔۔ میں تھکوں گی نہیں ۔۔۔ آپ کو تو تبھی میرا بوجھ اٹھانا ہوگا جب اس کا موقعہ آئے گا۔"

اسلم صرف مسکرا دیا ۔۔۔ شبنم بھی بات کی نزاکت کو نہ سمجھ سکی۔ مگر نشاط سمجھ گئی کہ اسلم نے اس کی سوچوں کا انداز بدل دیا ہے ۔۔۔ مگر وہ چپ رہی۔ اس کا بھائی خوبصورت تھا۔ اور نوجوان بھی ۔۔۔ ہر لڑکی تنہائی کے چند لمحے پاکر غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتی تھی اور اسے دل میں بسا سکتی تھی

— مگر اسے دخل دینے کی ضرورت نہ تھی وہ جانتی تھی کہ اسلم کے دل میں شبنم کا گھر ہے — اور اس نے کسی اور کے لئے داخلہ کا دروازہ بند کر رکھا ہے — ہنسی مذاق — اور خوش گپیوں میں — چشمے تک پہنچ کر — یہاں تک — اسلم نجمہ کے دل میں گھر کر چکا تھا — اس نے نجمہ کو بہت سے لطیفے سنائے اور شعر بھی — وہ ہنس ہنس کر لوٹ پلوٹ ہو جاتی۔

شبنم — بڑی بھولی بھالی اور صاف دل تھی — اسے تو شک بھی نہ ہوا کہ حالات خراب ہیں اور اسلم بھی نہ سمجھ سکا۔

چشمے پر وہ اچھل کود کرتے رہے — پانی سے کھیلتے رہے — پھول توڑ توڑ کر گلدستے اور ٹوکریاں بناتے رہے۔ اور ایک دوسرے کو گلدستے مارتے رہے۔

شبنم بھی اسلم کے قریب رہی اور نجمہ بھی۔

البتہ نشاط تو اس کی بہن تھی — وہ عجیب شش و پنج میں رہی کہ وہ کس کا ساتھ دے مگر وہ اس تمام ڈرامے کو دلچسپی سے دیکھتی رہی

پھر وہ پہاڑیوں پر چھپنے کے کھیل کھیلتے رہے — ایک کو چھپا دیا جاتا اور باقی سب بھی بعد میں چھپ جاتے — اور پھر جلد سے جلد سب کو تلاش کرنا ہوتا تھا۔

جب نجمہ کی باری آئی — تو اسلم ایک بڑے پتھر کے پیچھے چھپ گیا۔ جلد ہی اور سب سے پہلے نجمہ نے اسلم ہی کو تلاش کیا — اور پھر

وہ بولی۔ اب آپ مجھ سے کیا چھپیں گے ؟"

وہ مسکرا دیا اور بولا "ہاں یقیناً" تم ہر جگہ تلاش کر لوگی۔ ان پہاڑیوں کی راز دار جو ہو۔"

وہ مسکرائی اور اس کے چہرے پر بھی سرخی پھیل گئی — لفظ راز دار کا اس نے غلط مطلب لیا تھا۔

پھر انہوں نے مل کر دوسروں کو بھی تلاش کیا — وہ یوں اسلم کا ہاتھ پکڑے گھسیٹ رہی تھی کہ جوشِ رقابت میں شبنم جل ہی تو گئی — اور اس نے منہ دوسری طرف کر لیا — اسلم نے جان لیا کہ نجمہ کا اس کا ہاتھ پکڑنا شبنم کو ناگوار گزرا ہے۔ وہ اس کے قریب آیا اور بولا "ناراض ہو گئیں ؟"

"میں کیوں ناراض ہونے لگی۔" وہ کندھے جھٹک کر بولی۔

"میری بھولی ملکہ —" وہ پیار سے بولا — "وہ میری خالہ زاد بہن ہے۔ ہم دیر بعد ملے ہیں یہ صرف بے تکلفی ہے۔ پیار نہیں۔ تم دل چھوٹا نہ کرو۔ جس دل میں تم ہو وہاں کوئی دوسری کیسے جگہ پا سکتی ہے ؟"

وہ بھی مسکرا دی — اس کا دل صاف ہو گیا۔

تھک کر نجمہ گھاس پر بیٹھ گئی — اور بولی "میں تو تھک گئی" باقی سب بھی وہاں آ گئے۔ پھر وہ خود ہی بولی "چشمے سے ہاتھ منہ دھو کر کھانا کھا لیا جائے۔ بہت دیر ہو گئی۔"

"ہاں ہاں ضرور —" نشاط اور اسلم نے جواب دیا۔

سبھی نے چشمے سے ہاتھ منہ دھویا ــ نشاط اور اسلم دسترخوان کے ایک طرف بیٹھ گئے۔ اور نجمہ اور شبنم دوسری طرف ــ وہ کھانا کھاتے رہے فروٹ، بسکٹ ــ مربے ــ کھانے کی دیگر چیزیں۔

وہ ایک دوسرے کو کھانا پیش کرتے ــ جب اسلم شبنم کو کوئی چیز دیتا تو نجمہ کے چہرے پر ناگواری کے آثار پیدا ہوتے اور جب نجمہ اسلم کو کچھ دیتی تو شبنم بُرا سا منہ بناتی۔

ایک موقعہ پر جب شبنم نے ایک اخروٹ توڑا اور اسلم کو اس کا مغز دیا تو نجمہ چپ نہ رہ سکی۔ بولی ــ "کچھ خود بھی کھاؤ نا"

بڑے بھولپن سے شبنم نے مغز اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "لو تم بھی کھاؤ ــ"

اس کے اس بے ساختہ پن سے وہ بڑی متاثر ہوئی۔ اور سب مسکرا دیئے۔

اچانک نجمہ نے کہا "میں نے آپ کے بڑے افسانے پڑھے ہیں ــ بڑا خوبصورت اور اچھا لکھتے ہیں ــ آپ نے شاعری بھی کی ہے؟"

"نہیں ــ" وہ بولا۔ جواب بہت مختصر تھا۔

"مگر بھیا گا اچھا لیتے ہیں" نشاط نے بتایا۔

"تو ہم ضرور آپ کا گانا سنیں گے" نجمہ نے کہا۔

"ابھی نہیں ــ میرا موڈ نہیں ہے" اسلم نے کہا۔

"موڈ والی کیا بات ہے۔ گانے کا موڈ بنانے میں کیا دیر لگتی ہے؟" شبنم بولی۔

سنا دیجئے نا ــ" وہ خود اسلم سے گانا سننا چاہتی تھی ــ اچھا سا مسرور کن۔
وہ شبنم کی بات ٹھکرا نہ سکا۔ اور پھر نشاط نے بھی کہدیا۔ سنائیے نا بھیا۔"
" سناتا ہوں ــ" وہ بولا۔
کچھ دیر وہ سوچتا رہا۔ شاید وہ سوچ رہا تھا کہ اسے کون سا گیت
سنانا چاہیئے۔ اور پھر وہ سنانے لگا۔ بول تھے۔

گیت
بس میں ہو گر تو چاند کے ہالے میں ڈھال دوں
اے حسن بے مثال تری کیا مثال دوں

گانا اتنا سحر آلود تھا کہ سب مست ہو گئیں۔
شبنم کے چہرے پر حیا کی سرخی تھی ــ اور نجمہ ــ بھی زمین پر
نظریں گاڑے تھی ــ اس کا چہرہ شرم سے سرخ تھا۔
گانا ختم ہوا تو وہ ان جانی سوچوں میں گم تھیں ــ دونوں اپنی جگہ
غلط فہمی میں مبتلا تھیں ــ ان دونوں کے خیال میں یہ گانا ان کے لئے
تھا ــ نشاط سیب کاٹ رہی تھی۔
اچانک اس نے سیب کا ایک بڑا ٹکڑا شبنم کو دیا اور بولی "لو کھاؤ"
وہ چونکی ــ جیسے کسی دوسری دنیا سے بولی ہو ــ اور پھر مسکرا کر
اس نے سیب کا ٹکڑا لے لیا۔
نشاط نے اسے یوں معنی خیز انداز میں دیکھا کہ اسے شرم آگئی۔
اور پھر ــ نشاط نے نجمہ کو بھی سیب کا ٹکڑا دیکر اس کے خیالات
کا تانا بانا توڑ دیا ــ دونوں ہی اسلم سے نظریں نہ ملا رہی تھیں۔

اسلم نے یہ گانا تو نجمہ کی فرمائش پر سنایا تھا ۔۔۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کے ذہن میں بولوں کا جو خاکہ تھا وہ شبنم کا تھا ۔

اس نے نجمہ سے پوچھا ۔۔۔ "گانا پسند آیا ؟"

"جی ۔۔" وہ جیسے کسی کنوئیں کی گہرائی سے بولی ۔

اور سب یوں مسکرا دیئے ۔۔۔ جیسے وہ نجمہ کا مذاق اڑا رہے ہوں ۔۔

شبنم اپنی جگہ گانے کے سرور میں مست تھی ۔۔۔ اس کے کانوں میں ابھی تک اسلم کی آواز گونج رہی تھی "اے حسن بے مثال تیری کیا مثال دوں ۔"

وہ اسلم کی طرف دیکھ کر مسکرائی ۔۔۔ یوں جیسے اس نے اسلم کا شکریہ ادا کیا ہو ۔۔۔ نشاط یہ سب دیکھ کر لطف اندوز ہو رہی تھی ۔۔۔ وہ نجمہ کی غلط فہمی جان گئی تھی اور اسے یہ غلط فہمی دور کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی ۔۔۔ وہ جانتی تھی کہ سچائی ان کے درمیان نفرت کی دیوار کھڑی کر دے گی ۔ پھر وہ کیوں ایسا کرتی ۔

اچانک نجمہ نے کہا ۔۔۔ "بہت دیر ہو گئی اب چلنا چاہیئے ۔۔"

"ہاں ہاں ضرور ۔۔" شبنم نے بھی ہاں میں ہاں ملائی ۔

اور پھر وہ پیدل ہی واپس آگئیں ۔۔۔ بھلا وہاں گھوڑوں کا کیا انتظام ہو سکتا تھا ۔

اسلم نے نجمہ اور شبنم دونوں کی تھکن صرف ایک شعر سے دور کر دی ۔

"اے حسن بے مثال تیری کیا مثال دوں ۔"

اور ان الفاظ کا جادو تو وہی جان سکتا ہے جس کے دل میں پیار بسا ہو ۔

نجمہ کی سوچوں کا محور بدل چکا تھا۔

اس کے خیال میں پیار کی یہ منزل پا جانا ممکن تو نہ تھا — مگر وہ سوچ رہی تھی کہ جیسے اس نے خود پہلی ہی نظر میں اسلم کو پسند کر لیا ہے۔

اسی طرح اسلم نے بھی اسے پسند کیا ہے۔

وہ اسلم کی نگاہوں میں چھپی ہوئی فطری شرافت، اور ہمدردی کو پیار خیال کر بیٹھی تھی۔ اور بے حد خوش تھی کہ اسے اس کی منزل اتنی جلدی مل گئی۔

وہ خود پر رشک کر رہی تھی۔

اس رات جب وہ اکیلی تھی تو اسے اسلم بہت یاد آ رہا تھا — ہر چند کہ شبنم اور نشاط اس کے قریب ہی بستروں پر سوئی ہوئی تھیں — مگر وہ آنکھیں بند کئے سوئی ہوئی بنی رہی۔ اور اسلم کے تصور میں کھوئی رہی۔

شبنم — وہ تو پہلے ہی اسلم کا سکون تھی — اور خود اس کا سکون اسلم کی معیت میں تھا۔ وہ اس سے پیار کرتی تھی — جس پیار پر خود اسلم نے اپنی رضامندی

کی مہر لگا دی تھی ۔ یہ پیار اس کا سرمایہ تھا ۔

مگر اس رات وہ سوچ رہی تھی کہ اسلم نے بر عام اس کے لئے ایسا گیت گا کر اچھا نہیں کیا ۔ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا ۔

پیار کی معراج یہ تو نہیں کہ دوسروں کی موجودگی میں اس کا چرچا کیا جائے اور دوسروں کو اپنے پیار سے آگاہ کر کے رسوائی کا دروازہ کھول دیا جائے ۔

اس نے سوچا ۔ وہ اسلم کو ملے گی تو اسے منع کر دے گی کہ وہ ایسا نہ کیا کرے ۔ وہ اعتدال سے کام لیا کرے اور سر عام اظہار محبت نہ کیا کرے ۔

اور نشاط ۔۔ وہ بھی کچھ سوچ رہی تھی ۔ اسے شبنم پسند تھی ۔ بچپن سے اب تک اس نے شبنم کے ساتھ وقت گزارا تھا ۔ اور ہر دور میں اس نے شبنم سے پیار کیا تھا ۔۔ وہ جس قدر شبنم سے قریب رہی کسی ہم عمر لڑکی سے قریب نہ رہی تھی ۔ اور وہ اسے ہر قیمت پر بھابی بنانا چاہتی تھی ۔

یہ تو درست تھا کہ خود اسلم نے شبنم کو دل دے دیا تھا ۔۔ اور اسے اپنے خوابوں کی رانی بنا لیا تھا ۔۔ مگر اس کے باوجود وہ سوچتی تھی کہ اگر ایسا نہ بھی ہوتا تو وہ کسی نہ کسی صورت شبنم کو بھابی بنا لیتی ۔۔ اس نے یہاں تک سوچا تھا کہ اگر وہ مرد ہوتی تو شبنم سے شادی کر لیتی ۔

اس قدر اسے شبنم سے پیار تھا ۔

مگر اچانک یوں نجمہ کا اسلم کی زندگی میں داخل ہو جانا ۔۔ اور ان دونوں کا اس قدر جلد ایک دوسرے کے قریب آ جانا اسے گوارا نہ تھا ۔۔ اسے خود اپنے بھائی پر شک ہونے لگا ۔

مردوں کا کیا بھروسہ۔ وہ تو صورت کے بارے میں خوب سے خوب تر تلاش کرتے ہیں۔ نہ جانے بھیا بھی بدل جائیں۔ آخر وہ دوسرے مردوں سے مختلف نہیں ہو سکتے۔

گو نجمہ نے اسلم سے کوئی ایسی بات نہ کی تھی۔ جو نشاط کو غلط فہمی میں ڈال دیتی مگر پیار کرنے والوں اور پیار بھرے دل کی زبان سے زیادہ آنکھیں باتیں کیا کرتی ہیں۔ اور پیار کرنے والوں کا انداز ہی بتا دیتا ہے کہ دلوں میں چور چھپا ہوا ہے۔

وہ سوچ رہی تھی کہ۔ اس نے وہاں آکر اور خود بھیا اور شبنم کو یہاں لاکر غلطی کی ہے۔ کیوں وہ سب نشاط کی ضد کی وجہ سے وہاں آئے تھے مگر اب وہ اس قدر جلد واپس بھی نہ جا سکتے تھے۔ وہ اس کا کیا عذر پیش کرتی۔ جب کہ خالہ نے اتنی جد و جہد کے بعد تو اسے بلایا تھا۔

اور پھر اس نے بڑے عزم کے ساتھ خود سے کہا۔

"میں بھیا اور شبنم کے پیار کو پروان چڑھاؤں گی۔ میں سائے کی طرح نجمہ کے ساتھ رہوں گی۔ میں اسے بھیا کے قریب نہ ہونے دوں گی۔"

اور پھر وہ سو گئی۔

شبنم۔ اور نجمہ۔ بہت دیر تک جاگتی رہیں۔ ہر نوجوان لڑکی کی طرح جو شادی کی عمر کو پہنچ چکی ہو۔ اور کسی بھی نوجوان کا قرب انہیں گھر بسانے کی امنگ بخش دیتا ہو۔ وہ بھی ایسی منزل پر تھیں اور اب ان کے دل کی دھڑکن بھی کسی مضبوط بازوؤں کے سہارا میں۔

کسی ہمزاد کے دل کی دھڑکنوں کا ساتھ دینا چاہتی تھیں ۔

مگر اسلم بڑا اناڑی تھا۔ وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ نجمہ اس سے پیار کرنے لگی ہے۔ اس کے ذہن پر تو شبنم سوار تھی ۔ وہ کسی بھی دوسری لڑکی کو کیا دے سکتا تھا ۔

وہ شبنم کے خیال میں کھویا ہوا تھا ۔

اس بات سے بے خبر کہ اب اسے اپنانے اور اسی کے دو طرفہ کردار سے پیار میں مبتلا ہونے والا ایک اور دل اسی گھر میں اسکے لئے دھڑک رہا تھا۔ اور اب شبنم کے علاوہ کسی اور کو بھی اس کے نام سے شرم آنے لگی ہے اور وہ کسی اور دل کا سکون ختم کر چکا ہے ۔

دوسرے کمرے میں ان کی خالہ نے خالو سے کہا "ماشاءاللہ اسلم جوان اور بڑا خوبصورت نکلا۔"

"ہاں" وہ بولے "اور وہ بڑا ذہین بچہ بھی ہے۔"

"میری نجمہ کی قسمت ہے" وہ بولیں۔

پھر کچھ سوچتی رہیں ـــ اور پھر بولیں۔

"میں جلد ہی بہن جبین سے کہہ کر دونوں کی منگنی کر دوں گی ـــ مجھے لڑکا پسند آ گیا ہے اور میرا خیال ہے نجمہ بھی اسے پسند کرنے لگی ہے۔

خالو صرف مسکرا دیئے۔

انہوں نے بھی آخر جوان بیٹی کی شادی کرنا تھی ۔

اسلم اپنے کمرے میں بیٹھا تھا — وہ کسی انجانی سوچ میں تھا۔
خالو بازار گئے تھے — خالہ اپنے کاموں میں مصروف تھیں۔ جب سے بچے آئے تھے ان کی مصروفیات بڑھ گئی تھیں — مگر وہ یوں بھی ان زائد مصروفیات سے خوش تھیں۔ بھرا بھرا گھر کسے اچھا نہیں لگتا — یہ تو عورت کی فطرت ہے کہ وہ گھر میں رونق کو زیادہ پسند کرتی ہے۔ اور خالہ بھی تو عورت تھیں ان کا بھی خوش ہونا فطری بات تھی۔

شبنم اور نشاط سامنے والی پہاڑی تک سیر کرنے کے لئے گئی تھیں۔

اچانک نجمہ اسلم کے کمرے میں داخل ہوئی۔

"آپ یہاں اکیلے بیٹھے ہیں —" اس نے کہا۔

"ہاں —" وہ بولا — وہ کوئی رسالہ دیکھ رہا تھا۔

"آیئے باہر سیر کریں" وہ بولی۔

"شام کو چلیں گے —" اسلم نے اس سے پیچھا چھڑانے کو کہدیا۔

وہ اسلم کے قریب بیٹھ گئی اور بولی — "کچھ بجھے بجھے ہیں آپ — کیا گھر یاد آرہا ہے — ؟"

"نہیں تو —" وہ بولا "کیا یہ گھر نہیں ہے — میرا تو یہاں دل لگ گیا ہے — تم نے گھر ہی بھلا دیا —"

وہ اسے اظہارِ محبت کا ایک اچھا انداز سمجھ بیٹھی — شرما کر اس نے کہا۔

"یہ تو آپ کا حسنِ ظن ہے —"

وہ شرارت کے موڈ میں تھا — وہ نجمہ کا پکنک کے لئے شکریہ ادا کرنا چاہتا تھا۔ مسکرا کر اس نے کہا "تم بھی بڑی دلچسپ ہو۔"

"اور آپ کم ہیں کیا — ؟" وہ بولی۔

"اس روز آپ نے جو گانا سنایا — اس کے بول بڑی دیر تک میرے کانوں میں گونجتے رہے آپ کتنا اچھا گا سکتے ہیں — خود میرا دل چاہتا ہے کہ میں بھی گانا سیکھ لوں آپ سے —" وہ مسکرائی۔

"گانا سیکھا تو نہیں جاتا۔ ہر شخص جسے یہ شوق ہو وہ گانا گا سکتا ہے بس تم خود کوشش کرو گانا آجائے گا۔ اور اس دن وہ گانا میں نے تمہارے لئے گایا تھا — پسند آگیا اس کا شکریہ۔"

اس کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا — گانے کے بول ذہن میں گونج گئے۔

ع اے حسنِ بے مثال تری کیا مثال دوں۔

وہ شرما کر بولی "بڑے شریر ہیں آپ"

"اس میں شرارت کی کیا بات ہے — ؟" وہ بولا "آخر تمہاری خواہشات

کا احترام میرا فرض جو ہے۔"

اسی وقت نشاط اور شبنم وہاں پہنچ گئیں — اسلم کے کمرے سے انہوں نے نجمہ اور اسلم کی آواز سنی تو وہ رک گئیں۔

اور پھر انہوں نے ان کے وہ آخری الفاظ سن لئے — پیار میں ڈوبے ہوئے۔ جہاں یہ الفاظ نجمہ کو غلط فہمی میں مبتلا کر سکتے تھے، شبنم کو بھی غلط فہمی میں مبتلا کر گئے۔ اور نشاط کو بھی۔

نشاط کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا۔ وہ بولی۔

"میں بھیا کو یہ دو طرفہ ڈرامہ نہ کھیلنے دوں گی —"

مگر شبنم نے اسے روک لیا۔ اور بولی "نجمہ برا منا جائے گی ہم اس کے مہمان ہیں — تمہیں صبر سے کام لینا چاہئے۔ خدا کے لئے رک جاؤ۔"

وہ شاید زور سے چلا پڑتی — مگر شبنم نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور اسے گھسیٹ کر اپنے کمرے میں لے آئی۔

شبنم کا رنگ زرد پڑ گیا — یوں جیسے موت کی خبر سن لی ہو یا اس کی کوئی قیمتی چیز کھو گئی ہو۔

نشاط نے اس کی طرف دیکھا اور بولی۔

"یہ مرد بدل ہی جایا کرتے ہیں — بڑھتے ہوئے سائے اور ان مردوں کے پیار میں فرق نہیں ہوتا۔ سایہ بھی بڑھ کر تاریکی میں گم ہو جاتا ہے۔ اور اپنا کوئی نقش نہیں چھوڑتا۔ مگر یہ مرد اپنے پیار کا جھانسہ دیکر دل توڑ دیتے ہیں۔ اور ایسا زخم دیتے ہیں جو کبھی نہیں بھرتا۔ مگر میں بھیا کو اس بات کی اجازت نہ

دوں گی — میرے بھیا نے اس پیار کو پروان چڑھایا ہے — اور اگر اس پودے کو میرا خون پی کر بھی سر سبز رہنے کی ضرورت پیش آئی تو اس سے بھی گریز نہ کروں گی

"نہیں نشاط بہن —" وہ بولی "مجھ بد قسمت کیلئے تم ایسا نہ کرنا میں نے زندگی میں ہمیشہ پا کر ہی کھویا ہے۔ ایک بار اور کھو دوں گی تو کیا ہو جائے گا — میرا دل تو ان چرکوں کو سہنے کا عادی ہو گیا ہے۔"

"پیار کا زخم سہنے کی تم میں سکت نہیں" نشاط نے کہا "میں بھیا سے دو ٹوک بات کر دوں گی ابو اور امی سے بھی — میں بھیا اور نجمہ کا کھیل ختم کر دوں گی"

"نشاط —" شبنم نے کہا۔ شدت جذبات سے وہ اس کے سینے سے لگ گئی۔

"حوصلہ پیدا کرو —" نشاط نے کہا۔ "میں خود نمٹ لوں گی — ایک بہن کی موجودگی میں دوسری بہن کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اتنے میں نجمہ ان کے کمرے میں داخل ہوئی "ارے تم یہاں ہو۔" وہ بولی "میں تمہیں گھر بھر میں تلاش کرتی رہی —"

"ہم بڑی دیر سے یہاں ہیں —" نشاط نے کہا "تم اسلم بھیا سے باتیں کر رہی تھیں — ہم نے مداخلت کرنا مناسب خیال نہ کیا۔ اور یہاں آ گئے۔"

"وہ — وہ تو بس یونہی —" اس نے کہا۔ اور پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

وہ بہت خوش تھی۔

مزید خوشی اس بات کی تھی — کہ نشاط اور شبنم کم از کم اس کے پیار سے آگاہ تو ہو گئیں —"

نشاط اور نجمہ سوگئیں ـــ مگر شبنم کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی۔
اس نے تو اپنے ذہن میں ایک محل بنایا تھا۔ اسے اپنے تصورات اور
پیار سے بسایا تھا ـــ اور اس محل کا حکمران اس نے اسلم کو بنا دیا تھا۔ وہ
جو اس کی منزل تھی اور جس نے اسے اپنانے کا عہد کیا تھا۔

اسے نیند کیسے آسکتی تھی جب کہ اس کی منزل ہی اس سے چھن چکی تھی
ـــ اس کا دل ٹوٹ گیا تھا۔ پیار کرنے والے بہت جلد غلط فہمی کا شکار
ہو جاتے ہیں ـــ کیونکہ ان کا دل بہت نازک ہوتا ہے ـــ اور بعض اوقات
یہ غلط فہمیاں ہی تو راستے کی خلیج بن جاتے ہیں۔

اس نے سوچا ـ میں کل صبح ہی واپس چلی جاؤں گی ـــ اس گھر والوں
سے اس کا کیا رشتہ۔ وہ کیوں اسلم اور نجمہ کے راستے کی دیوار بنے۔ وہ اپنا دکھ
کسے سناتی ـــ وہ اس ماحول سے دور ہونا چاہتی تھی ـــ وہ اسلم اور نجمہ کا
ملاپ دیکھ کر برداشت نہ کرسکتی تھی۔

مگر اس نے سوچا "مجھے اسلم سے آخری بار ضرور ملنا چاہیے — میں اس سے دل کی بات تو کہہ دوں، بے وفا کو الوداع تو کہہ دوں۔ اسے وہ وعدے یاد دلا کر شرمندہ تو کر دوں جو اس نے مجھ سے کیے تھے۔ اسے وہ زخم تو دکھاؤں جو اس نے میرے دل پر لگائے ہیں۔"

مگر، دل پر لگے ہوئے زخم تو محسوس کیے جاتے ہیں دیکھے نہیں جا سکتے اور انہیں صرف وہی دیکھ سکتا ہے جس کے دل میں خود پیار بسا ہوا ہو۔

چپکے سے وہ اٹھی — اور اسلم کے کمرے کی طرف آئی — اس نے دیکھا اسلم سو رہا تھا۔

"تم کتنی پرسکون نیند سو رہے ہو" وہ بولی "اس بات سے تم بھی بے خبر ہو کہ تمہارے رویے نے کسی کی نیند اور سکون اڑا دیا ہے۔ خدا تمہیں خوش رکھے"

اس کے قریب ہی خالو سو رہے تھے۔ پہلے تو وہ کچھ سوچتی رہی — پھر وہ آہستہ سے اندر داخل ہوئی اور اس نے اسلم کے انگوٹھے کو پکڑ کر ہلایا۔

خالو کروٹ بدلے سو رہے تھے۔

اسلم نے دوسری طرف کروٹ لے لی۔ وہ شاید کوئی خوبصورت خواب دیکھ رہا تھا۔

وہ خود سے بولی "شاید تم مجھ کے ساتھ خواب کی کسی وادی میں سیر کر رہے ہو۔"

اس نے دوبارہ جھنجھوڑ دیا — وہ آنکھیں مل کر اٹھا۔

تم — اس نے آہستہ سے کہا۔

شبنم نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا، اور ساتھ آنے کا اشارہ کیا، وہ اٹھا

اور ساتھ چل دیا۔

لان میں آکر وہ بولی ۔۔ "بیٹھ جاؤ ۔۔" آواز میں تلخی تھی۔

وہ بیٹھ گیا اور بولا ۔۔ "آج بڑا رحم آیا مجھ پر۔ میری شہزادی کو مجھ سے ملنے کی کیا سوجھی ۔۔؟"

"میں آپ سے آخری ملاقات کرنے آئی ہوں ۔۔" وہ بولی۔

"آخری ملاقات ۔۔۔ وہ کیوں ۔۔۔ آخر کیا ہوا تمہیں ۔۔" اس نے بیتابی سے پوچھا۔

"تم خود جانتے ہو ۔۔" شبنم نے جواب دیا۔

"میں کچھ نہیں جانتا ۔۔" وہ بولا ۔۔ "آخر میں نے تمہیں کیا تکلیف پہنچائی ہے تمہاری گفتگو بتا رہی ہے کہ تم مجھ سے ناراض ہو۔ اور ۔ ۔ ۔ ۔"

"زیادہ باتوں کی ضرورت نہیں ۔۔" شبنم نے کہا "میں تمہارے اور نجمہ کے راستے کی دیوار بننا پسند نہیں کرتی ۔۔"

"نجمہ ۔۔" حیرانی سے اس نے کہا ۔۔ "وہ میری بہن ہے ۔۔ خالہ زاد بہن ۔۔ کیا میں اس سے نہ ملوں ۔۔؟"

"ضرور ملو ۔۔" شبنم نے کہا ۔۔ "اور ہو سکے تو جلدی شادی کر لو۔ وہ اچھی لڑکی ہے ۔۔"

"شبنم ۔۔" اس نے شبنم کے تھپڑ مار دیا ۔۔ "تم یہ کیا کہہ رہی ہو ۔۔ ہوش کی بات کرو ۔۔ میں اس سے شادی کا تصور بھی نہیں کر سکتا ۔۔ مجھے تم سے پیار ہے ۔۔"

شبنم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ بولی "اور مار لو — دل کی بھڑاس نکال لو — شاید تم مجھ سے یہ کھیل نہ کھیل سکو —"

آخر تمہیں ہوا کیا ہے۔؟" اس نے شبنم کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"میرا ہاتھ چھوڑ دو —" وہ بولی "یہ نجمہ کی حق تلفی ہو گی۔"

"مگر تمہیں یہ شبہ کیوں ہوا۔؟" اسلم نے پوچھا۔

"میں پہلے دن ہی آپ کے انداز سے سمجھ گئی تھی کہ حالات خراب ہیں۔ میں نے خود آپ دونوں کو باتیں کرتے سنا ہے" شبنم نے کہا۔

وہ مسکرا دیا اور بولا "عورتیں بڑی شکی مزاج ہوتی ہیں۔ آخر تم بھی تو عورت ہو نا — اس خصوصیت سے عاری کیسے ہو سکتی ہو — وہ میرے پاس خود چلی آئی اور اس نے جو باتیں کیں وہ محض وقت ضائع کیا — مجھے اس سے پیار نہیں میں نے تمہیں اپنانے کا وعدہ کیا ہے — اور تمہاری قسم میں تمہیں چاہتا ہوں میرے دل میں کسی دوسری لڑکی کیلئے کوئی جگہ نہیں —"

"آپ جھوٹ بولتے ہیں —" وہ آہستہ سے بولی۔ اس کا غصہ ختم ہو رہا تھا۔

"میں قسم کھاتا ہوں — مجھے تم سے اور صرف تم سے پیار ہے۔"

"مگر مجھے تم سے پیار نہیں —" شبنم نے شکایتی انداز میں کہا۔

"تم بھی جھوٹ بول رہی ہو —" اسلم نے مسکرا کر کہا۔

"میں سچ کہتی ہوں —" شبنم ابھی تک نہ مسکرائی تھی۔

"اگر تمہیں مجھ سے پیار نہ ہوتا — تو رات کے پچھلے پہر تم میرے پاس نہ آتیں۔ تم مجھ سے شکایت نہ کرتیں — اور میرا یہ تھپڑ برداشت نہ کر پاتیں۔ بلکہ اس

کا جواب تھپڑ سے دیتیں ــــ میں جانتا ہوں ــــ یہ تمہارا پیار تھا جو تمہیں میرے کمرے میں کھینچ لایا ــــ" اسلم نے جواب دیا۔

" اسلم ــ" شدتِ جذبات سے وہ بولی۔ اور اس کے سینے سے لگ گئی۔ اس نے کہا۔" اگر تھپڑ ــ ہمارے غصّے کو پیار میں بدل سکتا ہے تو تو۔ اور تھپڑ مار لو ــ"

" نہیں شبنم ــ" اسلم نے کہا۔ اور اس کا گال چوم لیا۔

وہ الگ ہو گئی اور بولی ــ" آئندہ ایسا نہیں چلے گا ــ"

" واقعی نہیں چلے گا ــ" دونوں مسکرا دیئے۔

" آؤ واپس چلیں کوئی دیکھ لے گا ــ" شبنم نے کہا۔

" نہیں ــــ ابھی رکو ــــ کچھ باتیں اور کریں گے ــــ بہت مدت کے بعد تنہائی نصیب ہوئی ہے۔ اور وہ بھی اتنے تنگ ماحول اور اتنے اچھے موسم میں ؟"

پھر وہ چٹان کی طرف چل دیئے ــ

اسلم نے کہا۔ میرا دل چاہتا ہے تمہیں کوئی گیت سناؤں ــ"

" ضرور سناؤ ــ" وہ چٹان پر بیٹھ گئے۔ اسلم گانے لگا۔

ع ہو اجازت تو تیری مانگ میں تارے بھر دوں۔

دل یہ چاہتا ہے کہ جان تجھ پہ نچھاور کر دوں

کافی دیر وہ بیٹھے رہے اور جب وہ واپس اپنے کمروں کی طرف آنے لگے تو اچانک شبنم نے دیکھا۔

برآمدے کے کونے میں نشاط کھڑی ــــ سب دیکھ رہی تھی۔ "

شبنم نے کہا۔ "میں بات اسلم سے ملی تھی ۔"
"میں نے تم سے پوچھا تو نہیں کہ تم بھیّا سے ملی تھیں یا نہیں" نشاط نے کہا۔
"ارے تم کیوں ناراض ہو مجھ سے؟" وہ بولی "میں تو ان سے کہنے گئی تھی
کہ میں چاہ رہی ہوں — صبح۔ تاکہ مجھ اور تمہارے درمیان دیوار نہ رہے۔
"شبنم —" وہ چلائی "تم بھائی کے پیار کے افسانے مجھ کو کیوں سناتی
ہو — تمہیں پیار کرنے کا ڈھنگ بھی نہیں آتا —"
وہ حیران تھی کہ آج نشاط کو کیا ہو گیا ہے — وہ چپ ہو گئی۔
دونوں چپ رہیں۔ پھر شبنم ہی نے کہا "میرا مطلب ہے کہ میں تم
کو یہ بتانے لگی تھی کہ اسلم نے میری غلط فہمی دور کر دی۔"
"میں ایسی باتیں سننے کے موڈ میں نہیں" نشاط نے بےرخی سے کہا۔
یہ باتیں بتانا اس لئے ضروری ہے کہ تم خود اسلم سے بات کرنے والی تھیں"
شبنم کو بھی غصہ آ گیا۔

"ہاں شاید —" وہ بولی۔

"مگر میں نے رات اسلم کے منہ سے جو گانا سُنا — اس نے خود میری غلط فہمی دور کر دی — کچھ بتانے کی ضرورت نہیں —"

"میں نے تمہیں برآمدے میں کھڑے دیکھ لیا تھا" شبنم نے کہا۔

"میں یہ بھی جانتی ہوں" نشاط بولی — "میں خود سامنے آگئی تھی"

"مگر کیوں —؟" شبنم نے حیرت سے کہا۔

"اس لئے کہ تمہیں احساس ہو جائے کہ رات کی تنہائی میں تمہیں ملتے ہوئے میں نے دیکھ لیا ہے —" نشاط نے کہا۔

"اوہ —" شبنم نے کہا "تو تم اس لئے ناراض ہو کہ میں رات کو اسلم سے کیوں ملی؟"

"ہاں —" نشاط نے کہا۔

"تم نے خود کہا تھا کہ غلط فہمی دور کرنی چاہیئے —" شبنم نے عذر کیا۔

"شبنم —" وہ سختی سے بولی "رات کی تاریکیاں گناہوں کو جنم دیتی ہیں — اور گناہ اس لئے نہیں ہوا کرتے کہ وہ سرِ عام کئے جائیں — میں بھائی کو کوئی غلط کام کرتے برداشت نہیں کر سکتی —"

"تمہیں ہم پر بھروسہ ہونا چاہیئے —" شبنم نے کہا۔

"مجھے تم پر بھروسہ ہے اور اسلم بھیّا پر بھی —" وہ بولی "مگر یہ جوانی ایک شیطان ہے جو انسان کو گناہ کی طرف لے جاتی ہے — میں نہیں چاہتی کہ رات کے اندھیرے میں تم ملو۔ اور شیطان تمہارے درمیان آکر تمہیں برباد کر دے"

"ہاں نشاط —" وہ بولی — "یہ بات تو ہے —"

"تو وعدہ کرو کہ آئندہ تم کبھی بات کو اسلم سے نہ ملوگی" نشاط نے وعدہ لیا۔

"میں وعدہ کرتی ہوں —" اس نے نشاط سے ہاتھ ملایا۔

دونوں مسکرا دیں۔

نشاط نے کہا — "بھیا بڑے جادوگر ہیں انہوں نے تمہیں منا ہی لیا"

"وہ بے گناہ ہیں" شبنم نے کہا — "وہ نجمہ کو بہن کہتے ہیں — اگر نجمہ ان کی طرف راغب ہے — وہ ہمیں غلط فہمی میں مبتلا کرے تو اس میں ان کا کیا قصور تھا —"

"بے شک —" نشاط نے کہا۔

اور دونوں ایک دوسرے گلے مل کر مسکرا پڑیں۔

نشاط بولی — "جب تک میں زندہ ہوں تمہیں کوئی فکر نہ ہونا چاہئے شبنم — میں تیری خوشیاں پوری کروں گی۔"

شبنم کی غلط فہمی تو دور ہو گئی — مگر نجمہ کی غلط فہمی کس طرح دور ہوتی۔
وہ تو اپنے دل میں اسلم کا پیار بسائے بیٹھی تھی — اس کی ہو جانے
کے خواب دیکھ رہی تھی۔

اور نشاط — ان سب کا تماشا دیکھ رہی تھی۔

بار بار وہ سوچتی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کھیل کھیل میں ہی سارا اپنا بنایا
کام بگڑ جائے۔

اسی دوران نجمہ کے والدین کو یقین ہو چکا تھا کہ نجمہ اور اسلم ایک دوسرے
سے اسی قدر نزدیک ہیں کہ اب انہیں ایک دوسرے کے ہو جانے میں کوئی اعتراض
نہ ہو گا۔

ان کے شکوک ایک اور بات نے رفع کر دیئے۔

ایک شام جب کہ — نشاط اور شبنم اپنے کمرے میں تھیں — اور کچھ
کتابیں پڑھ رہی تھیں۔ ان دونوں کے خیال میں اسلم باہر گیا ہوا تھا — نجمہ کے

والدین نے ان کو بڑے پیار کے انداز میں دیکھا تھا۔

وہ لان میں نجمہ کے ساتھ بیٹھا تھا۔

نجمہ اس سے بڑی گہری باتیں کر رہی تھی ــــ یہ الگ بات کہ بات کا موضوع الگ تھا۔

عمر کا ہر دم بدلتا ہوا موسم۔ جو انسانوں کی طرح پل پل میں بدل جاتا ہے۔ مگر والدین اس گفتگو کو نہ سمجھ سکے۔ اس کے ماں باپ دوسرے کمرے میں تھے۔ جس کی کھڑکی لان میں کھلتی تھی اور وہ جالی میں سے ہر بات کو دیکھ رہے تھے۔ ان کے خیال میں نجمہ اور اسلم اپنے پیار کے عہد و پیمان کر رہے تھے۔

"خالہ نے کہا ــ" اسلم نجمہ سے بڑا پیار کرنے لگا ہے۔"

"میں بھی اسے محسوس کر رہا ہوں ــ" خالو بولے۔

"یہ کوئی اچھی روایت نہیں ہے ــــ میرا خیال ہے ہمیں ذرا گہری نظر رکھنی پڑیگی۔ ورنہ ــ زمانہ خراب ہے ــ"

"گہری نظر رکھنے سے بھی کیا ہوگا ــ؟" وہ بولیں "جوانی کے جذبات تو بندشوں سے بھڑک اٹھتے ہیں ــ"

"تو کیا تمہارا خیال ہے انہیں کھلی چھوٹ دیدی جائے ــ"

میرا مطلب یہ نہیں ــ" خالہ معنی خیز انداز میں بولیں "ہمیں یہ بات بہن جبیں کو لکھنا پڑے گی۔"

"فائدہ ــ" وہ بولے۔

تاکہ ان دونوں کی خواہشوں کو حقیقت کا رنگ دیا جاسکے" خالہ مسکرادیں۔

"ہاں ہاں —" خالو کھسیانے ہو گئے — "کوئی حرج نہیں اسلم اچھا لڑکا ہے ——"

"تو کیا میں کوشش کر دوں —" وہ بولیں۔

"تمہاری مرضی —" خالو نے ذمہ داری قبول نہ کی — "تم بہنوں کا معاملہ ہے دیکھو بات بن جائے تو اچھا ہی ہوگا۔ ورنہ میں تو اس تنہائی کے میل ملاپ کو اچھا خیال نہیں کرتا —"

"آپ اپنی بات بھول گئے" وہ مسکرا کر بولیں "کتنے بے صبر ہوتے تھے اور دن رات ہمارے گھر کے چکر لگایا کرتے تھے —— وہ تمہارا دور تھا۔ یہ ان بچوں کا دور ہے۔ ان بچوں کے بھی وہی جذبات ہیں ہمارا ہی خون جو ہوا۔

"ہاں ہاں ٹھیک ہے" خان صاحب کو گزرے دن یاد آ گئے تھے۔ مگر خیال رہے — وہ اور زمانہ تھا اور آج کا زمانہ اور ہے —— یہ نہ ہو کہ کوئی غلطی ہو جائے"۔

"کوئی بات نہیں ہوگی —" خالہ نے فیصلہ کن بات کی "میں تو چند ہی روز میں انہیں بندھن میں باندھ دوں گی —"

خالو مسکراتے ہوئے اٹھے اور باہر چلے گئے۔

خالہ خط لکھنے لگیں — انہوں نے بہن کو خط لکھا۔

"پیاری بہن،

سلام۔

جب سے بچے آئے ہیں تم نے خط نہیں لکھا۔ البتہ بچے تمہیں خط

لکھ دیتے ہیں ۔

وقت بڑا اچھا گزر رہا ہے — ماحول بھی خوشگوار ہے نجمہ اور اسلم تو اتنے گھل مل گئے ہیں کہ محسوس کرتی ہوں کہ وہ اب ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے — اب ہمیں ان کے بارے میں کچھ سوچنا ہوگا — بچیاں بخیریت ہیں اور کیا حال ہیں — جلد جواب دو۔

آپ کی بہن
رضیہ

خان صاحب کو خط ملا — پڑھ کر وہ فکر مند سے ہو گئے اور انہوں نے کچھ سوچتے ہوئے وہ خط بیگم کی طرف بڑھا دیا ۔
بیگم جبیں نے جب نجمہ اور اسلم کے بارے میں پڑھا تو خوشی سے ان کا چہرہ سرخ ہو گیا ۔
انہوں نے زیر لب کہا — "میں نجمہ کو بہو بناؤں گی ۔"
اور خود ہی دوبارہ مسکرا دیں ۔

شام کو بیگم نے کہا "مجھے اسلم بہت یاد آتا ہے۔"
"تو خط لکھ کر اسے واپس بلالو" خان صاحب نے جواب دیا۔
"میں بھی اداس ہو گیا ہوں۔۔۔ گھر میں رونق ہی نہیں ہے۔ بچے گھر کی رونق بھی ساتھ ہی لے گئے ہیں۔"
اچانک وہ بولیں ۔۔ "آپ نے کل خط پڑھا تھا۔"
"ہاں ۔۔۔" وہ بولے۔
اس کے بعد ہونے والی گفتگو کے لئے وہ خود متوقع تھے۔
"رضیہ نے اسلم اور نجمہ کے بارے میں بڑی دلچسپ بات لکھی ہے کہ وہ ایکدوسرے سے علیحدہ ہونا بھی پسند نہیں کرتے ۔۔ اور بڑے گھل مل گئے ہیں ۔۔۔"
"میں نے پڑھا تھا" وہ بولے "مگر یہ اچھی بات نہیں ہے ۔۔ جوانی کے نشے میں اگر کوئی ایسی ویسی بات ہو گئی تو کیا ہوگا۔ بہت شرمندگی ہوگی۔"

"شرمندگی کی کیا بات ہے۔؟" وہ بولیں "اللہ رکھے اسلم جوان ہے اس کی شادی بھی تو کرنی ہے۔ اگر اس کو نجمہ پسند آگئی ہے تو اس میں کیا حرج ہے؟"

"تمہارا مطلب ہے تم اسے بہو بنانا چاہتی ہو ۔" وہ بولے۔

"میں تو مدت سے اس کی طرف دیکھ رہی ہوں۔ میں اسے بہو بنانے کا خود ارادہ کر رہی ہوں ۔۔۔ یہ بھی اچھا ہوا کہ اسلم نے اسے خود بھی پسند کر لیا۔ اب تو کوئی اعتراض بھی نہ رہا۔" وہ بولیں۔

"تو بہن رضیہ سے بات کرلو ۔" خان صاحب نے کہا۔ جیسے یہ رشتہ خود انہیں بھی پسند ہو۔

خوشی کا رنگ بیگم جبیں کے چہرے پر پھیل گیا ۔۔ وہ بولیں "بہن رضیہ کو بھی اعتراض نہ ہوگا ۔۔۔ خود انہوں نے ہمیں لکھا ہے کہ نجمہ اور اسلم گھل مل گئے ہیں۔ یہ لڑکی والوں کا مخصوص فقرہ ہوتا ہے کہ انہیں شادی میں اعتراض نہ ہوگا۔"

"تو بسم اللہ کرو ۔" وہ بولے "انہیں لکھ دو کہ وہ نجمہ کو ہمیں دے دیں ۔" خان صاحب نے کہا۔

"بس میں نے تو آپ کی اجازت لینی تھی ۔" وہ بولیں "میں ابھی خط لکھ دیتی ہوں ۔"

اور پھر انہوں نے اپنی بہن رضیہ کو خط لکھا۔ مضمون یہ تھا۔

سلام

خط ملا ۔۔۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔

یہ میری خوش قسمتی ہوگی کہ اسلم اور نجمہ گھل مل جائیں اگر ایسا

ہے، تو میرا خیال ہے آپ کو بھی نجمہ کو میری بہو بنانے میں کوئی اعتراض
نہ ہوگا — گھر کی بچی ہے۔ گھر میں خوش رہے گی۔
اور میں بھی جلد منگنی کر دوں گی — تم اپنی رائے لکھو۔
— بچوں کی خیریت سے مطلع کرو — مفصل خط پھر
لکھوں گی — بھائی صاحب کو سلام۔

والسلام — آپ کی بہن
بلقیس۔

خط کا اتنی جلدی — اور حسبِ توقع جواب پاکر وہ بہت خوش ہوئیں
بچے سیر کو گئے تھے — انہوں نے خط شوہر کو دیدیا۔ وہ بولے "ٹھیک ہے
جو تم چاہو کرو"
"میں بہن کو لکھ دیتی ہوں کہ جلد آکر منگنی کر دیں"
خالو نے کہا "جیسی تمہاری خوشی" وہ تو خود بھی چاہتے تھے کہ ان دونوں
کو ایک کر دیا جائے۔ جوان بیٹی کا بوجھ وہ کندھوں سے اتار دینا چاہتے تھے۔
اچانک وہ بولیں "میرا خیال ہے اب ان کا ملنا جلنا کم کر دیا جائے"
"ہاں یہ درست رہے گا" وہ بولے۔ اس صورت میں ہم ان دونوں کے پیار
میں وقفے پیدا کر دیں گے۔ اور وہ ایک دوسرے کو زیادہ شدت سے چاہنے لگیں گے۔
"آج نجمہ آجائے تو میں اسے بتا دوں گی کہ وہ اسلم کی منگیتر بننے والی ہے
اس لئے اب اس سے کچھ حجاب کرے" بیگم مسکرا کر بولیں۔
اور خالو بھی مسکراتے ہوئے باہر چلے گئے۔

خالو کا مری میں ایک باغ تھا ــــ چار یا پانچ میل دور ــــ"
وہاں انار، سیب، انگور اور بہت سے موسمی پھل۔ جو ان لوگوں کی دولت تھی۔

نجمہ نے ایک روز نشاط اور شبنم سے کہا " بھئی تم نے ہمارا باغ تو دیکھا ہی نہیں ــ"

" تم دکھاؤ تو دیکھیں ــ" شبنم نے جواب دیا۔

" کیا اعتراض ــ" وہ بولی ــ

" کل ہی چلیں گے ــ کتنی دور ہے یہاں سے ؟" وہ بولیں۔

" چار یا پانچ میل کے فاصلے پر ــ" نجمہ نے بتایا۔

" اوہ ــ اتنی دور ــ" نشاط نے کہا " بھئی ہم تو اتنا چل نہ سکیں گے۔"

" پیدل کیوں جائیں گے ۔" وہ مسکرائی۔" یہاں سے گھوڑے کرایہ پر لیں گے۔ اور ان گھوڑوں پر سواری کر کے باغ میں پہنچ جائیں گے ۔"

نا بابا ہمیں گھوڑوں کی سواری سے ڈر لگتا ہے۔" وہ بولیں۔

"او! یہ بات ہے۔" نجمہ نے کہا۔

ڈرنے والی کیا بات ہے۔ بھئی یہ پہاڑی گھوڑے بڑے شریف ہوتے ہیں۔ یہ سواری کو گرنے نہیں دیا کرتے۔

"مگر میں نے تو کبھی گھوڑ سواری نہیں کی۔" معصومیت سے شبنم بولی۔

"کل کر لینا۔" نجمہ نے جواب دیا۔

اتنے میں اسلم آگیا۔ پروگرام اس کے سامنے پیش ہوا اور اس نے بھی ساتھ دینے کا وعدہ کر لیا۔ اس نے بھی نشاط اور شبنم کو حوصلہ دیا کہ گھوڑ سواری خطرناک نہیں — یہ گھوڑے بڑے شریف ہوتے ہیں۔"

کسی قدر حوصلہ پاکر وہ تیار ہوگئیں۔

ابو اور امی نے نجمہ کو اجازت دے دی۔

ضروری اشیاء لے کر دوسرے دن وہ باغ کی سیر کو چلدیں۔

حسب پروگرام گھوڑے کرائے پر لئے گئے — اور وہ جلد ہی باغ پہنچ گئے۔ گھوڑوں کی سواری سے ان کے دل میں جو خوف تھا وہ بھی دور ہوگیا — اور سیر بھی خوب ہوئی۔ باغ میں ایک چھوٹا سا کاٹیج بنایا گیا تھا۔

جب ملازموں نے نجمہ اور ان لوگوں کو دیکھا تو وہ ارد گرد جمع ہوگئے۔ اور خاطر داری ہونے لگی۔

بڑا اچھا وقت گزرا — انہوں نے خوب پکے پکے پھل توڑے۔ کچھ کھائے اور کچھ خراب کئے — پھل خراب نہ کئے جائیں تو پکنک کا کیا مزہ۔

پھر نجمہ نے کہا ۔ "اگر آپ پسند کریں تو اس سامنے والی پہاڑی پر چناروں کے سائے میں بیٹھا جائے وہاں سے ارد گرد کا ماحول بڑا شاندار لگتا ہے ۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں ۔" اسلم نے ہاں میں ہاں ملائی ۔

شبنم اور نشاط بھی وہاں چلنے کو تیار ہو گئیں ۔

سامنے والی پہاڑی سے وہ ارد گرد کا نظارہ کرتے رہے ۔ سڑک پر چلنے والی ٹریفک وہاں سے صاف دکھائی دے رہی تھی ۔ یوں جیسے چھوٹے چھوٹے کھلونے رینگ رہے ہوں خوابوں کی وادی تھی اور خواب کا سا منظر ۔ پیار کرنے والوں کا دل یوں بھی مچل جاتا ہے ۔

وہ پھر گھاس کے تختے پر بیٹھ گئے ۔

اچانک نجمہ نے کہا ۔ "آپ نے آج کوئی گیت نہیں سنایا ۔"

"میں گویا نہیں ہوں کہ گیت ہی سناتا رہوں ۔ اب تم سناؤ ۔" اسلم بولا ۔

"مجھے گانا نہیں آتا ۔" وہ بولی ۔

"میرے بارے میں بھی یہ سوچ لو ۔" اسلم نے جواب دیا ۔

"واہ کیسے سوچ لوں ۔" نجمہ نے کہا ۔

"ایک مقولہ ہے کہ گانا اور رونا سبھی کو آتا ہے ۔"

"تو تمہیں بھی آنا چاہئے ۔" نجمہ نے کہا ۔

"بہتر ہے ۔ آپ گانا سنائیں ۔ میں بھی کچھ سنا دوں گی ۔"

"وعدہ ۔" اسلم نے ہاتھ ملایا ۔

"ہاں وعدہ ۔" نجمہ نے اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا ۔

شبنم جل کر رہ گئی — اس کی موجودگی میں اسلم کو نجمہ سے ہاتھ ملانے کا حق نہ تھا۔ وہ تو معمولی معمولی باتوں سے گویا جل جاتی تھی۔

اس نے کہا — "سنو — میں ایک اپنا گانا سناتا ہوں۔"

لڑکیاں قریب کھسک آئیں۔ اسلم کی آواز میں بڑا جادو تھا — اور وہ بڑے اچھے انداز میں گاتا تھا — وہ گانا سنانے لگا۔

بول تھے —

ہونٹ وہ ہونٹ کوئی پھول کھلا ہو جیسے
بال وہ بال — کہ گھنگھور گھٹا ہو جیسے
اف یہ لہجے کا ترنم یہ زباں کی شوخی
سننے والے نے کوئی گیت سنا ہو جیسے

شبنم بے خود ہو گئی۔ اس کے خیال میں یہ گانا اس کی تعریف میں تھا — اور نجمہ بھی بے خود تھی۔ وہ بھی اسے اپنے لئے تصور کر رہی تھی — آخر اس نے ہی تو گانے کی فرمائش کی تھی۔

مگر وہ بار بار شبنم کو دیکھتا۔

نشاط کو غصہ آرہا تھا۔ جب گانا ختم ہوا تو وہ اٹھ گئی۔ اور کچھ دور چنار کے درخت سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔ اسے غصہ آرہا تھا۔

اسلم بہن کا موڈ جان لیتا تھا — وہ قریب گیا اور آہستہ سے بولا۔ "میری باجی ناراض ہو گئیں شاید —"

"ہاں —" وہ سختی سے بولی — "بہن کے سامنے ایسے فحش شعر کہنے کا

تمہیں حوصلہ نہیں ہونا چاہیئے بھیا —"

"ہاں شاید — کچھ اس قسم کے شعر تھے" وہ بولا۔

"بہرحال — میں آئندہ احتیاط کروں گا —"

"اور آپ نے نجمہ کی فرمائش کیوں پوری کی —" اسے ابھی تک غصہ تھا۔

"ہم اس کے مہمان جو ہیں —" اسلم نے جواب دیا۔

شبنم قریب آگئی تھی۔ اسلم نے اس کا ہاتھ دبایا۔ اور بولا۔

کوئی بات دل میں نہ لانا — یہ شعر تمہارے ہی لئے تھے —"

وہ مسکرا دی — اور نشاط سے باتیں کرنے لگی — نجمہ دور کھڑی تھی

اسلم تیزی سے اس کے پاس گیا — وہ اکیلی نجمہ کی طرف دیکھ کر صرف

اخلاق کے باعث اس کے پاس گیا تھا۔

"آپ بھی آجائیے ادھر —"

شرم سے اس کی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں۔ وہ بولی "سب کے

سامنے ایسی باتیں نہ کیا کیجئے —"

"کیا مطلب ۔؟" وہ حیرت سے بولا "میں نے کوئی غلط بات کی؟"

"غلط بات تو نہ تھی —" وہ شرمائی ہوئی بولی۔

"مگر دوسروں کے روبرو آپ کو ایسی تعریف سے کیا حاصل —

مجھے بڑی شرم آتی ہے —"

"اوہ یہ بات ہے —" وہ مسکرا دیا "خیر ادھر آؤ — آئندہ محتاط

رہوں گا —"

راستے میں اس نے کہا — "نشاط کو بھی یہی غصہ ہے —"

"ہونا ہی چاہیئے —" وہ مسکرا دی۔

عجیب نوجوان تھا اسلم بھی۔ اس کی غلط فہمی دور کرنے کی بجائے وہ اس کی بوکھلاہٹ اور شرمندگی سے مزہ لے رہا تھا۔

پھر سب مسکرانے لگے —— ادھر ادھر کی باتوں میں کافی وقت گزر گیا۔

اچانک نشاط نے کہا — "چلو واپس چلیں —"

"ہاں ہاں — بہت دیر ہوگئی ——" شبنم نے بھی جواب دیا۔

"مگر نجمہ ابھی جانے کے موڈ میں نہ تھی۔ وہ بولی۔

"کون سا روز روز یہاں آتے ہیں —— ذرا رکو —— چلیں گے —"

"نہیں بھئی ہم تو تھک گئے ——" نشاط نے کہا۔

"ہاں ہاں نجمہ اب چلنا چاہیئے —" اسلم نے کہا۔

واپسی بھی گھوڑوں پر ہوئی —— راستے میں کوئی بات نہ ہوئی۔ نشاط اور شبنم ایک دوسرے کے ساتھ تھیں۔ ان سے چند قدم آگے نجمہ تھی اور سب سے آگے اسلم تھا۔

نشاط اور شبنم دونوں نے محسوس کیا۔

نجمہ بڑی دلچسپی سے بار بار اسلم کو گھور رہی تھی۔

شبنم اور نشاط — رات کے ابتدائی حصے میں اپنے اپنے بستروں میں دبکی ہوئی کوئی ناول پڑھ رہی تھیں ، نجمہ وہاں موجود نہ تھی۔ نشاط کو معلوم تھا کہ وہ اپنی ممی کے کمرے میں ہوگی۔

سونے سے پہلے وہ کچھ وقت ابو امی کے ساتھ ان کے کمرے میں ضرور گزارا کرتی تھی۔

اس نے سوچا — یہ بہت اچھا موقعہ ہے۔ اسلم بھیا نے نجمہ کو بھی غلط فہمی میں ڈال دیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ خالہ بھی اس کا غلط مطلب اخذ کر لیں۔ اور کوئی اور ہی بات ہو جائے۔ اس سے پہلے یہ غلط فہمی دور کر دی جائے — وہ خالہ اور نجمہ دونوں کو بتا دینا چاہتی تھی کہ شبنم اس کی ہونے والی بھابی ہے۔

اس سے اچھا موقع اور کون سا ہو سکتا تھا — کہ نجمہ اور خالہ دونوں وہاں تھیں اور وہ باتوں باتوں میں ان سے یہ بات کر سکتی تھی۔ اسلم اپنے کمرے میں تھا۔

اچانک — وہ اٹھی اور شبنم سے بولی: "تم کتاب پڑھو — میں خالہ کے

پاس جا رہی ہوں۔ خالہ سے آج میں سارا دن نہیں ملی۔ کچھ گپیں لڑاؤں گی "

شبنم صرف مسکرادی اور کتاب پڑھتی رہی۔

ذہن میں الفاظ بناتی وہ خالہ کے کمرے میں پہنچی۔ وہ الفاظ جو وہ خالہ سے کہنے والی تھی۔ مگر پھر وہ ان کے کمرے کے دروازے پر ٹھٹھک کر رک گئی۔ کمرے سے خالہ اور نجمہ کے باتیں کرنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

" بیٹی میں جانتی ہوں کہ تم اسلم کو چاہتی ہو — اور اسلم تمہیں — بہت دنوں سے میں تم دونوں کو دیکھ رہی ہوں — "

" ممی — بس وہ تو — وہ — " نجمہ بوکھلا گئی۔

وہ انکار نہ کرنا چاہتی تھی تاکہ کوئی غلط فیصلہ اسے اسلم سے دور نہ کر دے

خالہ نے کہا " میں تم پر پابندی نہیں لگاتی اور نہ ہی — میں تم دونوں کی خوشیاں چھیننا چاہتی ہوں۔ میں صرف اس قدر کہتی ہوں کہ اس میل ملاپ میں شرافت اور اعتدال کو قائم رکھو۔ ایسا ضروری ہے۔ جوانی دیوانی ہوتی ہے اور شیطان تو کوئی نہ کوئی موقع تلاش کرتا ہی ہے جب وہ انسان کو راستے سے بھٹکا دے۔"

" ممی آپ کو مجھ پر اعتماد رکھنا چاہیئے " وہ بولی۔

" مجھے تم پر اعتماد ہے۔ تم میری بیٹی ہو — میں تمہیں خوب سمجھتی ہوں "

خالہ نے کہا۔ " بیٹی میں تمہاری خوشیاں ضرور پوری کردوں گی — ضرور — "

" اوہ ممی — " وہ ماں سے لپٹ گئی۔ جیسے ماں نے اسے خوش خبری دی ہو۔

ماں نے کہا " میں نے جبیں بہن کو خط لکھا تھا۔ اور میں نے انہیں لکھ دیا تھا کہ تم دونوں ایک دوسرے سے گھل مل گئے ہو — اور شاید تم ایک دوسرے کو اس

قدر چاہنے لگے ہو کہ ایک دوسرے کو زندگی بنا لو — ان کی رائے میں نے مانگی تھی۔"

"پھر ممی —" وہ بیتابی سے بولی۔

"انہوں نے اسلم کے لئے تمہیں مانگا ہے۔" ماں نے بتایا۔

وہ شرما گئی — اور کچھ نہ بولی۔

ماں نے کہا — "اب بتاؤ — میں انہیں کیا جواب دوں۔"

وہ پھر بھی کچھ نہ بولی — ماں نے پھر پوچھا۔ "بتاؤ نا میں ہاں کر دوں نا —"

"جیسے تمہاری خوشی ممی —" وہ بولی۔

"شاباش بیٹی —" ماں نے جواب دیا۔ "میں نے صحیح اندازہ لگا لیا اسلم یوں بھی اچھا لڑکا ہے۔ اور وہ تمہیں خوشی دے سکے گا۔"

وہ چپ تھی — شرم تو اسے بہر حال آ رہی تھی۔

پھر ماں نے کہا۔ "اب تم اسلم سے ملنا جلنا کم کر دو گی۔ اور پھر کہیں سیر کو بھی نہیں جاؤ گی — میں خط لکھ کر رشتہ پکا کر رہی ہوں — تم نے بہر حال روایات کا احترام کرنا ہے۔ اور میں تمہیں اسلم سے دور رہنے کا مشورہ ہی دوں گی۔ شادی کے بعد جس قدر چاہو سیر کر لینا — ٹھیک ہے نا — ؟"

"جی ممی —" وہ اسی قدر بولی۔

آواز میں شرم بھی تھی اور کپکپی بھی — جیسے اسے اس قدر جلد اپنی توقع پوری ہونے کا احساس نہ تھا۔

نشاط کو تو سکتہ ہو گیا — اب اندھیرا تھا اور کوئی اور راستہ کرنا بیکار تھا — وہ دھیرے دھیرے قدموں سے واپس ہوئی اور اپنے کمرے میں آ گئی۔ اسے

اسلم کے اناڑی پن پر بہت غصّہ آرہا تھا ـــ اور انہیں ایک امتحان میں ڈال دیا تھا ۔

کمرے میں داخل ہو کر اس نے شبنم کو دیکھا ۔

سینے پر کتاب رکھے وہ نہ جانے کب پڑھتی پڑھتی سو گئی تھی ـــ وہ کافی دیر

اسے دیکھتی رہی ـــ اتنی معصوم ـــ بھولی بھالی ـــ اور خوبصورت بھابی ـ

اس نے خود سے کہا ـ اور اسے دیکھتی رہی ـ

اگر میں نے تجھے کھو دیا تو گویا میری کائنات لٹ جائے گی اور بھیا کا دل بھی ٹوٹ جائیگا ۔ میری بہن میں تیرے راستے میں آنے والے ہر طوفان کے سامنے خود دیوار بن جاؤں گی ۔ چاہے یہ طوفان مجھے بہا لے جائے ـــ اور پھر اس نے آہستہ سے شبنم کا گال چوم لیا ۔

خواب ہی خواب میں وہ مسکرادی ۔ یوں جیسے خواب میں اس کے سپنوں کے شہزادے نے اسے پیار کیا ہو ـ

جونہی وہ اپنے بستر پر لیٹی ـــ نجمہ اندر داخل ہوئی ۔ وہ بیحد خوش تھی خوشی اس سے چھپائے نہ چھپتی تھی ـــ وہ آتے ہی نشاط سے لپٹ گئی اور اسے چومنے لگی ـ

"بہت خوش ہو" وہ بولی ـ "ہاں ـــ" نجمہ نے کہا "جانتی ہو کیوں خوش ہوں"

"ہاں میں جانتی ہوں" نشاط نے جواب دیا ۔

"میرے سر میں درد ہو رہا ہے ـــ مجھے سونے دو ۔ اور خود بھی سو جاؤ پھر باتیں کریں گے" اور نجمہ خوشی کا طوفان دل میں چھپائے اپنے بستر پر جا لیٹی ـ

نشاط سوچ رہی تھی ۔ اسے نجمہ کو یہ جواب نہ دینا چاہئے تھا ـ آخر اس میں اس بیچاری کا کیا قصور وہ تو حالات سے بے خبر ہے ۔

شبنم حسب معمول مسکراتی ہوئی اٹھی۔

اسے معلوم نہ تھا کہ اس کا گلستان خزاں کی زد میں آچکا ہے اور گلچیں اس گلستاں کے سارے پھول توڑ کر پاؤں تلے مسل دینے کے درپے ہے۔ وہ تو حالات سے بے خبر تھی۔

نشاط نے سوچا تھا کہ اسے سب بتادے گی ــــ تاکہ وہ اور بھیا کوئی دو ٹوک فیصلہ کریں ــــ مگر پھر وہ شبنم کی خوشی کو غم میں بدل دینے کی طاقت نہ پاسکی اور چپ ہوگئی۔

وہ خود بجھی بجھی سی تھی ــــ شبنم نے اسے محسوس کیا۔

"کیا بات ہے ــــ؟" وہ فکر مندی سے بولی۔

"بس یونہی سر میں درد ہے۔" نشاط نے بتایا۔

"لاؤ سر دبادوں ــــ" شبنم بولی۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں ــــ" نشاط نے جواب دیا۔

"تم میری بہن ہو ــــ مجھے بتاؤ میں کیا کروں۔؟" شبنم نے کہا۔

اسے شبنم پر بے ساختہ پیار آیا وہ بولی "میں نے دوا کھائی ہے شبنم — معمولی سا درد ہے بس ذرا سیر کرنے اور پہاڑیوں پر بھاگنے دوڑنے سے دور ہو جائے گا — کوئی خاص بات نہیں ہے"

شبنم مطمئن ہو گئی — نجمہ بہت خوش تھی۔ وہ بھی ان سب باتوں کو سن رہی تھی۔

اور پھر کچھ دیر بعد نشاط حیران رہ گئی — نجمہ دوا لائی تھی — اور اصرار کر رہی تھی کہ وہ نشاط کو کھانی پڑے گی۔ اس کا یہ خلوص نشاط ٹھکرا نہ سکی اور دوا کھالی۔

اس کی طبیعت بڑی مضمحل تھی — وہ اپنے کمرے میں لیٹی رہی — ناشتہ اس نے ضرور کیا — خالہ نے بھی اس کی طبیعت پوچھی۔ اور بولیں —

"تھکن ہو گئی ہے بیٹی — ذرا آرام کر لو — طبیعت ٹھیک ہو جائے گی۔

"جی خالہ —" وہ بولی۔

نجمہ اور شبنم برآمدے میں جا بیٹھیں — اور اخبار پڑھنے لگیں۔ نشاط اپنے کمرے میں تنہا تھی۔

اسلم کو پتہ چلا — تو وہ نشاط کے کمرے میں آیا۔ اور اس کا حال پوچھا

"کیا سر میں درد ہے؟"

"نہیں بھیا —" وہ بولی۔ "درد سر میں نہیں دل میں ہے"

"دل میں —" وہ گھبرا گیا — "کب سے؟"

"سمجھنے کی کوشش کرو بھیا" نشاط نے کہا "تمہارا اناڑی پن رنگ لایا ہے۔ — تم سن کر دنگ رہ جاؤ گے کہ خالہ نے تمہاری اور نجمہ کی منگنی طے کر دی ہے۔

آج کل میں وہ امی کو خط لکھنے والی ہیں۔ امی نے بھی اپنے خط میں ہاں کر دی ہے

بس باضابطہ منگنی ہونے کی دیر ہے۔"

"نشاط۔" وہ چلا پڑا ۔" یہ کیا کہتی ہو؟"

"سچ کہتی ہوں بھیّا ۔۔۔ میں نے خود سب سنا ہے۔" نشاط نے کہا۔

"اوہ خدایا یہ کیا ہونے لگا ۔۔" اس نے سر پکڑ لیا۔

"بھیا جب سے میں نے سنا ہے طبیعت بوجھل ہے۔" وہ بولی۔

"ابھی شبنم کو یہ نہ بتانا ۔۔۔ ہم جلد گھر جانے کی کوشش کرتے ہیں۔

وہاں میں خود سب ٹھیک کر دوں گی۔"

"سچ ۔۔" وہ امید کا سہارا پا کر بولا۔

"میں کوشش کروں گی ۔۔۔ اور امید ہے کہ کوشش کامیاب ہوگی۔"

اور نشاط ۔۔ "اسلم کا چہرہ اتر گیا۔ کیا ہم یوں ایک دم خالہ سے جانے

کیلئے کہہ سکتے ہیں ۔۔۔ وہ ہمیں جانے دیں گی ۔۔۔ کوئی صورت نکالی۔

"میں بیماری کا بہانہ کرتی ہوں۔ اور واپسی پر زور دوں گی ۔۔ تم بھی

میری ہاں میں ہاں ملانا ۔۔" نشاط نے جواب دیا۔

"میں تیار ہوں ۔۔" اسلم بولا۔

اور پھر وہ گہری سوچوں میں ڈوب گئے۔

بیٹھے بٹھائے ایک نئی مصیبت آن پڑی تھی ۔۔ اور اسلم بوکھلا

گیا تھا۔ اس کے خیال میں یہ مصیبت گلے سے اتارنا مشکل ہوگی۔

نجمہ کے خلاف اس کا ذہن گویا پگھل رہا تھا۔

نشاط واقعی ـــ بیمار ہو گئی ـــ اور اس نے گردے میں شدید درد کا بہانہ داغ دیا۔

خالہ نے ڈاکٹر کو دکھایا۔ وہ سب گھبرا گئے۔ اور ڈاکٹر نے تشخیص کر کے دوا دے دی۔ مگر وہاں کوئی بیماری ہوتی تو بات بنتی ـــ اس نے سب کچھ شبنم کو بتا دیا کہ وہ کیوں اور کن حالات میں بیمار بنی ہے۔ شبنم بے چاری بجھ سی گئی اور اس کا دل بھی جلد واپس جانے کو چاہا۔ اس ذرا سی بات نے سب کو نجمہ سے بدظن کر دیا۔ نجمہ بہت پریشان تھی۔ مگر وہ سب نجمہ سے بات نہ کر رہے تھے۔

ڈاکٹر نے دو وقت کی دوا دی ـــ مگر ہر بار انہوں نے دوا گرا دی اور ظاہر یہ کیا کہ نشاط نے دوا پی لی ہے۔

پھر اسی شام نشاط نے مطالبہ داغ دیا۔ "میں واپس جاؤں گی۔"

"ہاں ہاں خالہ۔" اسلم نے لقمہ دیا۔ "اس کا جانا ہی بہتر ہے۔"

خالہ بے چاری عجیب الجھن میں پڑ گئیں ـــ وہ بولیں۔ "بیٹی میں اس حالت

میں تمہیں نہیں بھیج سکتی خدا نہ کرے کچھ ہو گیا تو میں بہن جبیں کو کیا جواب دوں گی۔"
مگر نشاط نے تو دوا پینے سے بھی انکار کر دیا — وہ روتی رہی کہ مجھے
تو امی ابو یاد آ رہے ہیں — اگر میں یہاں رہی تو مر جاؤں گی —"
خود نجمہ نہ چاہتی تھی کہ نشاط واپس جائے — اس نے نشاط سے کہا
"نشاط تم حوصلہ پیدا کرو — کیا ہم تمہارے کچھ نہیں لگتے —"
مگر نشاط اپنی ضد پر رہی — دراصل نجمہ اسلم کے دور ہونے کے تصور سے
ہی خوفزدہ تھی۔ مگر پھر اس نے اسلم اور شبنم کو بھی نشاط کا ہم خیال پایا تو
اس نے ہار مان ہی لی۔

خالہ نے مجبوراً ہاں کر دی — وہ پریشان تھیں کہ رو رو کر نشاط مزید
بیمار نہ ہو جائے۔ انھوں نے کہا "ذرا طبیعت سنبھل جائے تو میں واپس
جانے کی اجازت دوں گی۔"
وہاں طبیعت سنبھلنے میں کون سی دیر لگتی تھی — دوپہر تک طبیعت سنبھل گئی۔
خالہ نے کہا "ڈاکٹر کا علاج کامیاب رہا — تمہیں یہیں علاج کروانا
چاہیے" مگر وہ لوگ تو فیصلہ کن اقدام کر چکے تھے، انھوں نے کوئی بات نہ
مانی اور صرف ایک بات پر جمے رہے۔ "شام کو ہم چلے جائیں گے۔"
مجبوراً انہیں بچوں کی بات ماننی ہی پڑی۔ اور وہ اسی شام روانہ ہو گئے۔
نجمہ سب سے زیادہ اداس تھی، یہ سب کچھ حقیقتاً اچانک ہوا۔ اس
کے تصور میں بھی نہ تھا۔ اور وہ آخری بار اسلم سے کوئی بات بھی نہ کر سکی۔
اور جب وہ اپنے امی اور ابو کے ساتھ انہیں بس میں سوار کروانے آئی۔

تو بہت افسردہ تھی ــــ دور تک اسلم کو دیکھتی ــــ اور ان سب کو ہاتھ ہلا ہلا کر الوداع کہتی رہی ــــ اس نے خود سے کہا۔

"کوئی بات نہیں، بہت جلد تم یہاں دولہا بن کر آؤ گے اسلم ــ"

اور اسلم خود سے کہہ رہا تھا! نجمہ میں یہاں ضرور واپس آؤں گا ــ انتظار کرنا ــ مگر مہمان بن کر نہیں آؤں گا ــ شبنم کے ساتھ ہنسی موون منانے آؤں گا ــ"

وہ جدا ہو گئے ــــ مگر نجمہ کی سوچوں کو ایک نیا موضوع دے کر، جو اس کیلئے بڑا تکلیف دہ تھا ــ گزرے ہوئے خوشگوار دنوں کی یاد تنہائی میں اسے ڈسنے لگی تھی۔

اچانک بچوں کے بلا اطلاع دیئے پہنچ جانے سے خانصاحب اور بیگم جبیں بڑے حیران ہوئے ــــ اور جب انہیں پتہ چلا کہ نشاط کی طبیعت خراب ہو گئی تھی تو ــــ والدین بے چین ہو گئے۔

مگر اسلم اور نشاط نے انہیں تسلی دی کہ طبیعت تو بس یوں خراب تھی کہ نشاط نے کچھ کچے پھل کھا لئے تھے ــ اور ہم اداس ہو گئے تھے والدین سے دور نہ رہ سکتے تھے۔

نشاط نے دو ٹوک فیصلے کا پروگرام بنا لیا ــــ وہ جلد سے جلد والدین سے اسلم اور شبنم کی شادی کے بارے میں بات کرنا چاہتی تھی ــــ وقت ضائع کرنا خطرناک بھی ہو سکتا تھا ــ اور بیگم جبیں خانصاحب سے کہہ رہی تھیں۔

بچوں کی صحت مری جانے سے بہت اچھی ہو گئی ہے ــــ اور میرے اسلم کی صحت پر تو نجمہ کے قرب نے بڑا اچھا اثر ڈالا ہے۔

بڑا خوش خوش آیا ہے میرا بیٹا۔

شام کے کھانے پر ان کا مختصر گھرانہ اکٹھا ہوا۔

نشاط کے خیال میں یہ وقت شبنم اور اسلم کے بارے میں ذکر کرنے کیلئے سب سے موزوں تھا — اور وہ یہی تو سوچتی تھی کہ وہ جونہی ابو اور امی پر دباؤ ڈالیگی وہ فوراً مان جائیں گے اور اسے بہو بنائیں گے۔

مگر یہ بھولی لڑکی حالات سے خود بے خبر تھی — اسلم بھی وہاں موجود تھا۔ اچانک اس نے کہا "ممی — اسلم بھیا کی آپ شادی کر رہی ہیں نا؟"

"ہاں بیٹے —" ماں خوشی سے بولی — "تمہیں پتہ چل گیا؟"

"ہاں ممی —" وہ آہستگی سے بولی — اور پھر اچانک اس نے گویا دھماکہ کر دیا۔

"مگر میں اسلم بھیا کی شادی شبنم سے کرنے کا مشورہ دوں گی —"

ممی ابو یوں چونکے جیسے انہیں سانپ ڈس گیا ہو — نشاط اپنی ہی دھن میں کہہ رہی تھی اور اسلم نظریں جھکائے فیصلے کا منتظر تھا۔ وہ بولی۔

"ممی — اسلم بھیا اور شبنم میں بڑا پیار ہے۔ مدت سے انہوں نے شادی کرنے کا فیصلہ کر رکھا ہے — میں اس بات سے بے خبر نہیں ہوں۔ وہ ایک دوسرے

کے بغیر نہیں رہ سکتے اور یوں بھی ممی وہ گھر کی لڑکی ہے آپ جانتے ہیں — وہ قابل بھی ہے اور شریف بھی — خوبصورت بھی تو ہے — اور اچھی بھابی رہے گی۔ — ممی — بھیا کو اس سے اس قدر محبت ہے کہ انہوں نے تصویر اپنے پرس میں رکھی ہوئی ہے۔"

"نشاط —" وہ چیخ پڑیں "خاموش رہو — یہ سب ناممکن ہے۔"

"مگر کیوں ممی —" وہ آہستہ سے بولی۔

"کیوں —؟" ماں نے دوہرایا۔

"تم ابھی بچی ہو — تم ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتیں۔"

پھر انہوں نے اسلم سے کہا "اپنا پرس نکالو۔"

پرس سے شبنم کی تصویر نکال کر اس نے میز پر ڈال دی — ممی نے اسے پھاڑ کر پاؤں تلے روندھ دیا اور چلائیں "آئندہ اس کا نام بھی نہ لینا اور نہ اس سے ملنا — میں پروین سے بھی کہہ دوں گی اب وہ یہاں نہیں آنے لگی۔"

"مگر کیوں ممی — آخر یہ ضد کیوں۔ اس میں کیا خرابی ہے؟ نشاط نے کہا۔

خان صاحب خاموش نہ جانے کس خیال میں تھے۔ ممی نے کہا۔

"اسلم اس خیال کو دل سے نکال دو۔ میری بہو صرف نجمہ ہوگی۔"

"میں خودکشی کرلوں گا ممی"۔ اسلم نے کہا — اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

"اس حرامی بچی کیلئے —؟" ماں نے طنزیہ کہا۔

"حرامی —" نشاط اور اسلم نے دہرایا۔

"ہاں —" اس بار خانصاحب بولے "بیٹے جس بچی کی صحیح حیثیت کا ہمیں

علم نہ ہو ہم اسے بہو بنا کر اپنی نسل خراب نہیں کر سکتے ۔"

"مگر آپ یہ سب کیسے کہہ سکتے ہیں ۔" اسلم نے غصے سے کہا۔

نشاط گہری سوچ میں تھی ۔ اس کا رنگ فق ہو گیا تھا ۔

خان صاحب نے بھی وہ تمام واقعہ سنایا۔ جن حالات میں وہ انہیں ملی تھی۔ پھر آخر میں انہوں نے کہا " یہ تو ایک طے شدہ بات ہے کہ جو بچہ ایک دو دن کا سڑک پر پڑا لاوارث ملے وہ حرامی ہو سکتا ہے ۔ گندی اولاد جسے اپنے گناہوں کا بوجھ سمجھ کر کسی اوباش ماں نے سڑک کے کنارے پھینک دیا ہو گا ۔"

" ابو ۔" اسلم نے کہا " میں معذرت چاہتا ہوں ۔ کاش آپ نے مجھے یہ سب پہلے بتا دیا ہوتا ۔ تو میں اس منزل تک نہ پہنچ پاتا ۔ مگر اب میں اسے فراموش نہیں کر سکتا ۔ مگر خدا کے لئے مجھے کہیں اور شادی کیلئے مجبور نہ کریں میرا دل ٹوٹ گیا ہے اور میں اس کا ایک چرکا بھی برداشت نہ کر سکوں گا ۔

وہ افسردہ ہو گیا ۔ سب چپ ہو گئے ۔ نشاط گم سم تھی ۔

شبنم کے بارے میں اس کے لئے یہ انکشاف نیا تھا ۔ اسلم نے آہستہ سے کہا تو کیا تم حرامی ہو ۔ اتنی خوبصورت ۔ اتنی بھولی اور اتنی ذہین ۔ مگر میں تم سے شادی نہیں کروں گا ۔ تمہارا خون ناپاک ہے ۔ ماں باپ کے گناہوں کی سزا پانا تمہارا مقدر ہے ۔" اور نشاط نے خود سے کہا " شبنم ۔ تم حرامی اولاد نہیں ہو سکتیں ۔ تم میری بہن ہو ۔ میرا دل کہتا ہے کہ تمہارا خون پاک ہے ۔ کاش میں اسکا کوئی ثبوت پا سکتی ۔"

اور پھر اس نے فیصلہ کیا کہ وہ شبنم سے ملاقات کر کے کوئی راہ نکالے گی ۔ ماں باپ کی بات نے اسے خاموش ضرور کر دیا تھا ۔ مگر اس کے دل سے شبنم کا پیار نہ نکلا تھا ۔

بیگم جبیں غصے میں گویا پاگل ہو رہی تھیں ـــ ایک بچی کو جیسے وہ منحوس خیال کرتی تھیں ـــ اور جیسے وہ اپنے گھر میں ملازمہ کے کوارٹر میں بھی رہنے دینا پسند نہ کرتی تھیں ـــ اور جس سے انہیں ذہنی نفرت تھی۔ ان کی بہو بننے کی خواہشمند تھی ـــ وہ تو تصور بھی نہ کر سکتی تھیں ـــ یہ تو خیال بھی ان کے لئے سوہان روح تھا۔

اور صرف اتنی سی بات نے اسلم کے دل میں نفرت کا ایک لاوا سا ابل پڑا تھا ـــ وہ شبنم کے ناپاک جسم سے نفرت کرنے لگا تھا ـــ اور اسے یوں لگتا تھا کہ جیسے وہ اس کی زندگی میں داخل ہوگئی تو اس کی زندگی ناپاک ہو جائے گی۔"

ناجائز اولاد ـــ یہ تو لفظ بھی ایک گالی ہے۔ دنیا کی سب سے بڑی گالی مگر جب وہ اس کی بھولی بھالی صورت یاد کرتا۔ وہ بے خود ہو جاتا ـــ اور اس کے دل سے آواز اٹھتی۔

"شبنم کاش مجھ پر یہ حقیقت آشکارا نہ ہوتی ـــ یا مجھے تم سے پیار کرنے سے پہلے یہ سب معلوم ہو گیا ہوتا۔

وہ چپ چپ رہتا ـــ اس کا دل ٹوٹ گیا تھا ـــ وہ باوجود کوشش

کے اس کا خیال دل سے نہ نکال سکا — نفرت اور پیار —
یہ الگ الگ جذبے تھے جو اسے بے چین کئے دے رہے تھے۔
بیگم جبیں کو بہت غصہ تھا۔
وہ پروین کے ہاں جا پہنچی۔
پروین نے ان کا استقبال کیا — مگر وہ بیگم صاحبہ کا موڈ بھانپ
کر خود پریشان ہو گئی — بیگم صاحبہ نے کہا۔
"پروین — تم اپنی حیثیت مت بھولو — اور اس حرافہ کو بھی سمجھا دو
کہ وہ میرے بیٹے پر ڈورے نہ ڈالے۔
شبنم پاس بیٹھی تھی — وہ رونے لگی — پروین نے کہا۔
"آخر بات کیا ہے ؟"
"اس حرامی بچی نے میری بہو بننے اور گھر پر قبضہ کرنے کا خواب دیکھا ہے"
وہ گویا چلا دیں۔
"میں سمجھی نہیں — "حرامی کے لفظ سے پروین کو غصہ آ گیا — مگر
اس نے غصہ چھپا لیا۔
"سمجھنے کی کوشش کرو —" بیگم صاحبہ نے خود کہا "یہ اسلم سے پیار
کی پینگیں بڑھا رہی ہے اور میری بہو بننے کے خواب دیکھتی ہے۔ اس کی وجہ
سے آج میرے بیٹے نے پہلی بار میرے سامنے زبان کھولی ہے"۔
دونوں طرف خاموشی رہی۔
"تو اس میں حرج کیا ہے — اگر بچوں کی خواہش ہے تو ان کی شادی کر دیں"

بیگم صاحبہ۔ بچوں کی خوشیاں بھی تو ضروری ہیں ۔" پروین بولی ۔

پرویز بھی آ گیا ۔ وہ حیرانی سے سب سن رہا تھا ۔ پروین نے کہا ۔

" میں اسے جہیز میں کسی بھی دوسری لڑکی سے زیادہ کا مال دوں گی ۔ آپ حکم کیجئے ۔ میں وہی دوں گی ۔"

تو کیا اس کا خون بھی بدل دو گی ۔ ؟" وہ بولیں ۔ لہجے میں طنز تھا ۔

اس کے خون کو کیا ہوا ۔ کیا وہ نیچ ہے ۔ ؟" پروین بھی چلا دی ۔ اسے بھی غصہ آ گیا تھا ۔

" اپنے آپے میں رہو اور آہستہ بات کرو ۔" بیگم جبیں نے کہا ۔" یہ حرامی بچی ہے ۔ حرامی ۔"

پرویز نے کہا ۔ اس نے پہلی بار مداخلت کی ۔ " آپ یہ کیسے کہتی ہیں ۔"

" یہ بچی تم مجھ سے لائے ہو ۔ اور اس کے بارے میں میں زیادہ جانتی ہوں ۔"

وہ پروین ہی سے مخاطب تھیں ۔ پھر انہوں نے وہ کہانی سنائی جس نے شبنم کو حرامی ثابت کر دیا ۔ پروین نے کہا ۔

" میری بیٹی حرامی نہیں ہو سکتی ۔"

" تو اسے اپنے پاس رکھو ۔" بیگم جبیں نے کہا ۔" غلاظت کا ڈھیر اب میرے گھر نہیں آئے گا ۔"

" آپ غلط کہہ رہی ہیں ۔ آپ الزام دیتی ہیں ۔" پروین غصے میں گویا مرنے مارنے پر تل گئی ۔" اور اس سے پہلے جو آپ نے بتایا تھا ۔ وہ یہ تھا کہ شبنم کے باپ اور ماں مر چکے ہیں ۔ اور آپ نے پیار سے شبنم کو گود لیا تھا ۔"

"ہاں — شاید وہ بات میں نے چھپائی تھی —" وہ بولیں۔

"بیگم صاحبہ—" سوچ میں ڈوبے ہوئے پرویز نے کہا۔ "آپ اطمینان رکھیں۔ آپ جو چاہیں گی وہ ہوگا۔"

"میں جا رہی ہوں —" وہ بولیں۔ "اور اگر اس نے کبھی میرے بچوں سے ملنا چاہا تو مجھ سے بُرا کوئی نہ ہوگا۔" وہ اٹھ کر جانے لگیں۔

پرویز نے کہا۔ "چائے تو پیتی جائیے۔"

"نہیں —" وہ سختی سے بولیں۔ "میں اس گھر کی چائے بھی نہیں پی سکتی جہاں گندا خون موجود ہو — میرا آپ سے کوئی تعلق نہیں۔" وہ چلی گئیں۔

شبنم کا رو رو کر بُرا حال تھا۔ وہ بولی۔ "امی — میں حرامی نہیں ہوں۔ امی — میں نے خواب میں اپنے ماں اور باپ کو دیکھا ہے — انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ ہم تمہیں تلاش کریں گے۔"

وہ پروین کے سینے سے چمٹ گئی — اور پروین بھی رونے لگی۔ وہ اپنی بے پالک بیٹی کی بے گناہی کا کیا ثبوت دے سکتی تھی۔ انہیں بھی اصل بات کا علم نہ تھا۔ پھر وہ پرویز سے بولی۔ "ابو — خدا کیلئے مجھے بچاؤ — میں حرامی نہیں ہوں بے گناہ ہوں۔ اس میں میرا کیا قصور؟" وہ پرویز سے لپٹنے لگی۔

مگر پرویز نے اسے پرے دھکیل دیا اور بولا۔ "تم اپنے کمرے میں جاؤ — میں ناپاک خون کا قرب بھی برداشت نہیں کر سکتا۔"

شبنم اچانک چپ ہو گئی۔ اور بولی — "تو کیا ابو آپ بھی —؟"

کوئی جواب دیئے بغیر پرویز باہر چلا گیا۔ اسکے چہرے پر نفرت کا بے پناہ طوفان تھا۔

نشاط نے اسلم سے کہا "تو کیا تم بھی شبنم سے نفرت کرنے لگے ہو؟"

"نہیں — " اسلم نے آہستہ سے کہا۔

"پھر ۔۔؟" اس نے جواب دیا۔

"مجھے اس سے ہمدردی ہے — " اس نے جواب دیا۔

"تو اس سے شادی کر لو بھیا کسی بھی صورت — ورنہ بیچاری مر جائے گی۔ اس کا دل نہ توڑو — " نشاط نے التجا کی۔

"نشاط — " وہ سختی سے بولا "میں جانتا ہوں وہ بے گناہ ہے — اور یہ بھی کہ اس کے والدین کے گناہوں کی سزا اسے مل رہی ہے۔ مگر میں اسے اپنا کر اپنا اور خاندان کا نام ڈبونا نہیں چاہتا — میں عمر بھر کی آگ میں جلنا نہیں چاہتا۔"

"مگر بھیا وہ حرامی بچی نہیں ہے — " نشاط نے کہا۔

وہ آگے جھک آیا اور بولا "تمہارے پاس اس کا کوئی ثبوت ہے؟"

"نہیں — دھیمے لہجے میں وہ بولی — میرا دل کہتا ہے کہ وہ ایسی نہیں ہے
— اتنی خوبصورت — اتنی ذہین — اتنی شریف اور

عجیب ہو نشاط — "وہ بولا۔" ہر چمکنے والی چیز سونا نہیں ہوتی —
انگارے بھی تو خوبصورت ہوتے ہیں — مگر انہیں کبھی تم آرائش کے طور پر
استعمال نہیں کر سکتیں —"

"بھیا — اس کا یہی قصور ہے کہ اس کے والدین کا کسی کو علم نہیں —"
نشاط نے کہا: "اس کا اچانک کسی سڑک کے کنارے ملنا اس بات کا ثبوت
بھی تو نہیں کہ وہ حرامی اولاد ہے — اس کی گمشدگی ایک حادثہ بھی تو ہو
سکتی ہے۔ اس دنیا میں سب کچھ ممکن ہے بھیا —"

"شاید ممکن ہو۔" وہ بولا — "مگر میں گھر والوں کو اس کی وجہ سے
چھوڑ بھی تو نہیں سکتا — میں اس کے اور اپنے پیار کے لئے بوڑھے ماں
باپ کے سر میں خاک بھی تو نہیں ڈال سکتا —"

"بھیا کیا تمہیں اس سے نفرت ہے —" وہ حیرانی سے بولی۔

"نفرت —" وہ بولا — "یہ میرا زخم تھا: میں شاید اسے کبھی نہ
بھول سکوں گا — وہ میری زندگی کا تلخ تجربہ تھا۔ اور میں نے اس کے جوہر کے
دل پر سہے ہیں شاید وہ زخم نہ بھر سکیں — میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں کبھی
شادی نہ کروں گا — میں اس کی یاد میں زندگی گزار دوں گا — وہ خود بے
گناہ تھی — مگر اسے ماں اور باپ کے گناہوں کی سزا ملنا ضروری تھی۔"

"بھیا —" وہ بولی — "خدا کے لئے ایسی بات نہ کرو — انتظار کرو —

میرا عقیدہ ہے اگر وہ بیگناہ ہے تو خدا خود اس کا ثبوت دے گا۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو ——" وہ بولا۔

اور نشاط چپ چاپ بیٹھی رہی۔

میں کہاں سے وہ ثبوت لاؤں جو میری منہ بولی بہن کو بے گناہ ثابت کردے۔ دنیا والے یہ بتا رہے تھے کہ وہ گناہ گار تھی —— اور دنیا کا کہنا درست بھی تھا —— مگر اس دنیا کا کیا کیا جائے جو کہتا ہے کہ وہ بے گناہ ہے اور اس کا قصور اس قدر ہے کہ وہ کسی حادثے کے باعث والدین سے الگ ہو گئی۔

"اسلم نے کہا —— "کیا سوچنے لگیں ——"؟

"سوچتی ہوں بھیا کہ بیچاری شبنم کا کیا ہوگا —— دنیا کتنی ستم ظریف ہے اسے کن کن گناہوں کی سزا ملی ہے ——" نشاط نے کہا۔

"تم ان باتوں کو مت سوچو" اسلم نے جواب دیا —— "وہ مجھ سے پیار کرتی تھی —— چونکہ میرے دل پر لگا ہے اگر میں برداشت کر گیا تو تم بھی چپ رہو"

"میں چپ نہیں رہوں گی ——" نشاط نے کہا "میں ثابت کر دوں گی کہ وہ ایسی نہیں جیسا کہ دنیا والوں نے اسے خیال کیا ہے۔ میں نے اسے بہن بنا لیا ہے —— اگر وہ مصیبت میں پڑی تو میں بھی اس کا ساتھ دوں گی۔"

اور اسلم سوچنے لگا۔

وہ عجیب مصیبت میں پھنس گیا ہے —— اور اسے بہر حال اس مشکل سے کسی نہ کسی صورت نکلنا ہے۔

بیگم جبیں نے بڑی جلدی کی۔ انہوں نے خانصاحب سے کہا۔ "میں اب اسلم کی جلد سے جلد منگنی کر دینا چاہتی ہوں۔"

"مگر وہ تو مان نہیں رہا — " خاں صاحب نے کہا۔

"مان کیوں نہیں رہا — " وہ آرام سے بولیں۔ "میں اپنے بچے کے بارے میں زیادہ جانتی ہوں۔ میں اسے منالوں گی۔ اور یوں بھی جب منگنی ہو جائے گی تو وہ مطمئن ہو جائے گا۔"

"تمہاری مرضی — " وہ بولے۔

"مگر وہ سب کچھ سوچ سمجھ کر کرنا ایسا نہ ہو کہ تم کسی مشکل میں پھنس جاؤ — اور اپنے بیٹے سے ہاتھ دھو بیٹھو — "

"آپ فکر نہ کریں — " بیگم صاحبہ نے جواب دیا۔ "میں بہن کو خط لکھ رہی ہوں۔ وہ آجائیں گی اور ہم منگنی کر دیں گے — "

"بہتر — " وہ سرد مہری سے بولے۔

اور بیگم صاحبہ نے لکھ دیا۔

وہ خوش تھیں ۔۔۔ کہ پہلوان کے بیٹے سے شبنم کا پیچھا چھوٹا۔

اسی شام انہوں نے اسلم سے کہا: "اسلم بیٹے ۔۔۔ میں نے نجمہ کیلئے خط لکھ دیا ہے ۔۔۔"

"کیا مطلب ممی ۔۔۔؟" وہ بولا۔

"میں نے بہن کو خط لکھ دیا ہے کہ وہ تمہاری منگنی کے لئے آجائیں۔" بیگم صاحبہ نے کہا۔

"مگر ممی ۔۔۔ نجمہ سے میں شادی نہیں کر سکتا۔"

"مگر کیوں ۔۔۔" وہ غصے سے بولیں۔

"اس لئے کہ میں اسے بہن کہہ چکا ہوں ۔۔۔" وہ بولا۔

"اسلم ۔۔۔" وہ چلائیں ۔۔۔ "اتنی سیدھی باتیں کرکے وقت خراب نہ کرو بہن کہہ دینے سے وہ تمہاری سگی بہن نہیں ہو گی۔ اور یوں بھی تمہاری وہ خالہ زاد بہن ہے، شادی سے پہلے بہن ہی کہا اور خیال کرنا چاہئے۔"

"شاید یہ درست ہو ممی ۔۔۔" وہ بولا ۔۔۔ "مگر میں ایسا نہیں کروں گا۔"

"مگر تم تو اس سے بڑے مانوس تھے ۔۔۔ مجھے خود تمہاری خالہ نے اطلاع دی تھی۔ اب یہ سرد مہری کیوں ۔۔۔؟" وہ بولیں۔

ممی ۔۔۔ وہ فقط ہمدردی تھی ۔۔۔ وہی جو ایک خالہ زاد بہن سے ہو سکتی ہے اور یاد رکھیں اگر آپ نے کوئی غلط حرکت کی تو میں خودکشی کر لوں گا۔"

"میں زبان دے چکی ہوں۔ تمہیں ماں کی زبان کا پاس کرنا ہو گا۔ میں بہن

سے کیا ہوا وعدہ توڑ نہیں سکتی ۔"

"ممی ۔۔۔" وہ تقریباً رو دیا ۔۔"خدا کے لئے میرا امتحان نہ لیں۔

"بیٹے تم شبنم کو بھول جاؤ ۔۔۔ اور اب جبکہ میں اپنی خوشیاں پوری کرنا چاہتی ہوں ۔۔۔ تو تم اعتراض نہ کرو بیٹے ۔۔۔ ماں کی خوشیوں کیلئے مان جاؤ ۔۔۔ آخر ہمارا بھی تو کوئی حق ہے ۔۔" وہ بولیں ۔

"ہاں شاید ممی ۔۔" وہ اسی قدر بولا ۔

کچھ دیر وہ انجانی سوچوں میں ڈوبا رہا اور پھر اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اب بھلا وہ کر بھی کیا سکتا تھا ۔

جو کچھ ہوا ۔۔ خلافِ توقع تھا ۔ اور اس نے شبنم کے دل پر وہ چرکہ لگایا کہ اس کا دل ہی ٹوٹ گیا ۔۔۔ حرامی اولاد ۔۔"

یہ ایک ایسی گالی تھی ۔ جو دنیا کی سب سے بڑی گالی ہے ۔ اور یہ داغ وہ دھو بھی نہ سکتی تھی ۔۔۔ دو دن کی گمشدہ بچی بھلا اب جوان ہونے کے بعد اتنی بڑی خدائی میں اپنے والدین کو کہاں تلاش کر سکتی تھی ۔۔ وہ دن رات روتی رہتی ۔ اس نے کھانا پینا بھی چھوڑ دیا تھا ۔

سب سے بڑی دکھ کی بات تو یہ تھی کہ خود پرویز جسے وہ اپنا کہا کرتی تھی اس سے نفرت کرتا تھا ۔ اس نے خود پرویز کو پروین سے کہتے سنا تھا ۔

اس حرامی اولاد کو گھر سے بھی کسی صورت دور کر دو میں اب یہ غلاظت اپنے گھر میں زیادہ دیر نہیں رکھ سکتا ۔"

اور پروین نے بڑی منت کی تھی اس نے کہا تھا " سرتاج ۔ خدا کے لئے میرے لئے اسے گھر میں رہنے دو ۔"

اور انہوں نے یوں خاموشی اختیار کی تھی جیسے کڑوی دوا پی رہے ہوں

پرویز — جو اس سے ہر روز پیار کی باتیں کرتے اور اس کے کمرے میں آیا کرتے اور گھنٹوں اس سے بیٹیوں کی طرح باتیں کرتے۔

اب اس سے ملاقات تو کیا اس کی شکل سے نفرت کرنے لگے تھے، اور کئی روز سے اس نے اس کی شکل بھی نہ دیکھی تھی۔

وہ اداس اور خاموش اپنے کمرے میں رہتی — رو رو کر اس کی آنکھیں سوج گئی تھیں اور وہ بیمار لگتی تھی۔

مگر پروین اس کی طرف سے غافل نہ تھی — وہ اس کے کمرے میں کھانا لیکر آتی اور اسے تسلی دیتی۔

ایک روز اس نے کہا — "حوصلہ کرو شبنم — تم پر جو الزام لگا ہے اسے میں دھو تو نہیں سکتی۔ مگر میں نے تمہیں ماں بن کر پالا ہے — میں تیرا ساتھ دوں گی — یقین رکھو میں زندگی بھر تمہارا ساتھ دوں گی — میں تمہارا گھر بساؤں گی — کیا ہوا جو یہ لوگ تم سے نفرت کرنے لگے دنیا میں ابھی ایسے دردمند لوگ ختم تو نہیں ہو گئے جو تمہیں سہارا دیں۔"

وہ پروین کے سینے سے لگ گئی اور رونے لگی۔

"چپ رہو بیٹی —" وہ بولیں — "رونے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔"

"مجھے زہر لا دو ماں —" وہ بولی: "مجھے اپنے وجود سے نفرت ہو گئی ہے۔"

"ایسا نہ کہو —" تڑپ کر وہ بولیں — "تم میری بیٹی ہو — تم خودکشی نہیں کرو گی۔ میرا دل کہتا ہے تم وہ نہیں جو دنیا تمہیں خیال کرتی ہے۔"

"شاید ہاں —" اس نے کہا: "مگر ممی — تم دنیا پر یہ ثابت نہیں

کر سکتیں۔ اور یہ وہ بات ہے جو میرے ذہن میں خود میرے لیئے ہے۔
ممی ۔۔۔ میں نہیں چاہتی کہ میرے ساتھ آپ لوگ بھی تکلیف برداشت کریں جو صرف میرا مقدر بن چکی ہے ۔"

"شبنم ۔۔۔" ماں نے کہا ۔" کھانا کھاؤ ۔۔۔ بھوکی رہنے سے کوئی مسئلہ حل نہ ہوگا ۔ خدا بڑا رحم دل ہے ۔ وہ ضرور کوئی صورت پیدا کرے گا ۔ جس سے تم دنیا کی نگاہوں میں پاکیزہ ثابت ہو جاؤ گی ۔۔۔ اور تم اس معاملہ میں بے گناہ ہو شبنم ۔۔۔"

وہ چپ رہی ۔ یہ کھوکھلی باتیں اسے قائل نہ کر سکتی تھیں۔

پروین نے اسے کھانے پر زور دیا تو وہ بولی ۔

" ممی ابھی بھوک نہیں ۔۔۔ میں ذرا دیر میں کھا لوں گی ۔۔۔"

ٹھنڈی سانس بھر کر وہ کھانا رکھ کر چلی گئیں ۔ اور شبنم سوچوں کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب گئی ۔ ستم ظریف زمانے نے اسے بڑے دکھ دیئے تھے ۔۔۔ اور اس الزام میں جو اس کا گناہ نہ تھا ۔

اس نے آہستہ سے کہا " ماں تم کہاں ہو ۔۔۔؟ اگر تم گناہگار ہو تو آؤ ۔۔۔ اور مجھے بتاؤ ۔۔۔ یا تم بے گناہ ہو تو مجھے بتاؤ تم کون ہو ۔۔۔ اور میرا باپ کون ہے ۔۔۔ میں اس آگ میں جل رہی ہوں جو میں نے نہیں لگائی ۔۔۔ ماں تم میری حفاظت بھی نہ کر سکیں

وہ روتی رہی ۔۔۔

اور پھر وہ خدا کے سامنے سجدے میں گر گئی ۔ اس نے کہا " میرے خدا ! میری مشکل آسان کر دے ۔ میں ذہنی کشمکش کا شکار ہوں ۔ مجھے اس ذہنی کشمکش

سے نجات دلا — میرا راز کھول دے، یا مجھے موت دے دے — اور پھر وہ نہ جانے کب سو گئی۔

شبنم بڑی عجیب سوچوں میں تھی۔

اگر بے قصور ہے تو بے آبرو زندگی گزارنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ موت بدرجہا بہتر ہے۔

یہ زندگی کیا ہے — جو موت سے بدتر ہے — وہ موت کا سایہ چاہتی تھی — اس نے سوچا۔

"مجھے خودکشی کر لینی چاہیئے —"

"نہیں —" ذہن نے سرگوشی کی — "تمہاری موت تمہیں بے گناہ تو ثابت نہ کر سکے گی —"

اس نے سوچا " مگر اس طرح وہ دنیا کی نفرت بھری نگاہوں سے بچ جائے گی۔ لوگوں کی وہ باتیں تو نہ سن سکے گی جو وہ روز سنتی آئی ہے۔ اس طرح وہ کم از کم ذہنی الجھن سے تو نجات پا جائے گی۔

دنیا میں انسان پیدا ہوتے ہیں ــــ بے مقصد زندگی بھی گزارتے ہیں۔ اور پھر اس مٹی میں مل جاتے ہیں۔ وہ خیال کرنے لگی۔ وہ بھی ان ہی میں سے ایک تھی۔ اس نے بھی اس دنیا میں جنم لیا ــــ اور پھر وہ بھی ختم ہو گئی۔ لوگ اسے بھی بھول جائیں گے۔

دنیا کے یہ لوگ اپنے حسب نسب پر فخر کرتے ہیں۔ تب بھی زندہ رہیں گے۔

کچھ دنوں تک لوگ اسے بری لڑکی کی حیثیت سے یاد رکھیں گے ــ اور پھر وہ ایک حکایت بن جائے گی ــ ایک گمشدہ ورق۔

مگر ــ ان لوگوں کو اسے یاد رکھنے کی ضرورت بھی کیا ہے ــ وہ ان کی کیا لگتی ہے

وہ غلاظت کا ڈھیر ہے۔ اور غلاظت کا ڈھیر نگاہوں کے سامنے سے ہٹا دیا جائے تو بہتر ہے ــ"

اس نے اس پہلو پر غور کیا۔ اس کا دل دنیا اور دنیا والوں سے بھر گیا۔

اسے اسلم کا وہ پیار بھرا انداز یاد آیا۔ وہ کہتا تھا "میں تمہارے بغیر پل بھر نہیں رہ سکتا ــ میں رات کو تمہاری تصویر کو سینے سے لگا کر سوتا ہوں ــ اور یہ بھی کہ ــ تم میری ہو شبنم ــ تمہارے بغیر میری زندگی بے کیف ہو گی۔ میں تمہارے بغیر بے کیف اور بے رونق زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔"

اسے بہت سی باتیں یاد آئیں۔ وہ اشعار بھی ــ

ع دے اجازت تو تیری مانگ میں تارے بھر دوں
دل یہ چاہتا ہے کہ جان تم پہ نچھاور کر دوں

پھر وہ شعر۔

گر ہو سکے تو چاند کے ہالے میں ڈھال دوں
اے حسن بے مثال تیری کیا مثال دوں۔

اس نے کہا۔

ہیرا اگر گوبر میں گر جائے تب بھی ہیرا ہی رہتا ہے — اسلم تم اپنے ہیرے کو غلاظت میں گرا دیکھ کر اسے چھوڑ گئے — کیا تم اس غلاظت کا وہ داغ دھونے کی ہمت بھی نہ رکھتے تھے جو اس پر لگ گیا تھا۔

"تم تو مرد تھے تم نے ہمت کیوں ہار دی — کیا مجھ پر ایک الزام سے تمہارا پیار بھی اپنی موت آپ مر گیا — کیا تمہارا پیار اتنا عارضی تھا۔ یہ تم نے سوچ لیا ہوتا۔ تم حالات سے بے خبر نہ تھے۔

وہ رو دی — اور بولی " تم نے مجھ سے یہ سنگین مذاق کیوں کیا — میں کتنی اچھی طرح زندگی گزار رہی تھی۔ تم نے مجھے کانٹوں بھرے راستے پر چلنے پر مجبور کیا — اور جب میں اس راستے پر چل نکلی تو مجھے تنہا چھوڑ کر خود چلے گئے۔

"تم کتنے مطلبی تھے اسلم۔"

اس نے سوچا " مرنے سے پہلے اس سے ملوں گی — ضرور ملوں گی — اور اس کے ضمیر کو جھنجھوڑوں گی — اسے بتاؤں گی کہ میں اس لئے مر رہی ہوں کہ وہ مجھے سہارا نہ دے سکا۔

اسلم کی ممی نے اس کی اور شبنم کی ملاقات پر پابندی لگا دی تھی ـــ اور اب وہ بھی کسی صورت، اسلم سے نہ مل سکتی تھی ـــ مگر اس بے وفا سے موت سے پہلے ایک بار ملنا تھا۔

اسے اب کوئی پرواہ نہ تھی ـــ اتنا بڑا الزام اس نے برداشت کیا تھا کہ اب کوئی بھی الزام اسے اس سے کم تر لگتا تھا۔

اس نے سوچا۔ میں اسلم سے اس کے گھر پہ ملوں گی۔ آج ہی رات ـــ اس سے آخری باتیں کرنے کے لئے۔

اور پھر وہ رات کا انتظار کرنے لگی ـــ

باہر ہی سے اس نے اسلم کے کمرے کی بجلی روشن دیکھی، وہ جاگ رہا تھا۔ اس کے دل کو دھچکا سا لگا۔ اس نے خود سے کہا، "تو کیا ابھی تک وہ میرے پیار میں جاگ رہا ہے۔ وہ تا حال نہیں سویا۔ شاید وہ اب بھی اسے پیار کرتا ہے ـــ اس نے خود تو مجھ سے کوئی بات نہیں کی ـــ اس کی ممی تو پہلے

بھی مجھ سے نفرت کرتی تھی ۔"

اس کے دل میں اسلم کے پیار کا طوفان اٹھا ۔ آہستہ سے وہ کوٹھی میں چوروں کی طرح داخل ہوئی ۔ سب سو رہے تھے ۔ آہستہ سے اس نے باہر والے دروازے پر دستک دی ۔

"کون ۔۔۔ ؟" اسلم نے پوچھا ۔

اس نے کوئی جواب نہ دیا ۔ یہ بات تو ثابت ہو چکی تھی کہ اسلم ابھی جاگ رہا ہے ۔

اس نے پھر دستک دی ۔

اسلم اٹھا ۔۔۔ اور اس نے دروازہ کھول دیا ۔

"تم ۔۔۔" وہ حیرت اور نفرت کے ملے جلے جذبات سے بولا ۔

"ہاں ۔۔۔" وہ بولی ۔

"تم اس وقت یہاں ۔۔۔ اور کیوں ۔۔۔ ؟" اس نے یوں سوال کیا جیسے شبنم سے اس کا کبھی کوئی تعلق نہ رہا تھا ۔ اس کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے ۔

وہ اندر داخل ہو گئی اور بولی ۔" میں نے یہاں آنے کی ضرورت اس لئے محسوس کی کہ میں آپ سے آخری ملاقات کرنا چاہتی تھی ۔"

آخری ملاقات ۔۔" اس نے حیرت سے دہرایا ۔" اس کی ضرورت نہ تھی ۔"

"مجھے ضرورت تھی ۔۔" اس نے اسلم کے چہرے پر نفرت کے جذبات پڑھ لئے ۔

وہ کچھ دیر چپ رہے ۔۔۔ پھر اسلم بولا ۔۔" تم جاؤ شبنم کوئی دیکھ لیگا اور مجھے بھول جاؤ ۔۔۔"

"بھول جاؤں —" وہ بولی — "آگ لگا کر کہتے ہو بھول جاؤ — جلوں اور دھواں نہ دوں — تم بھی عجیب ہو — اگر ہمت نہ تھی تو مجھ سے پیار کیوں کیا تھا — کیا تم پہلے دن سے حالات سے باخبر نہ تھے —"

"تم پر جو الزام لگایا گیا ہے وہ اتنا سنگین ہے کہ میں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ مگر میں مجبور ہوں شبنم — میں تمہاری یاد میں کئی راتوں سے نہیں سویا۔ تم نہیں جانتیں کہ میرے حیثیت کیا ہیں — مگر ماں باپ کے سامنے میں بول بھی نہیں سکتا۔"

"تم مرد ہو — اور اتنے کم ہمت —" وہ بولی۔

"میں ہر بات برداشت کر سکتا ہوں۔ یہ نہیں کہ کوئی میری بیوی کو حرامی کہے۔ یہ میرے لئے دنیا کی سب سے سنگین گالی ہے۔" اسلم نے جواب دیا۔

"ہاں شاید —" وہ بولی "میں یہ گالی کل تک ختم کر دوں گی۔"

"کیا مطلب؟" اسلم نے حیرانی سے پوچھا۔

"میں خودکشی کر رہی ہوں —" شبنم نے جواب دیا۔

"شبنم —" وہ بولا — "تم خودکشی کیوں کر رہی ہو۔ تم زندہ رہو۔"

"کس کے لئے —" لہجے میں نفرت تھی — سوال تھا۔

"خود اپنے لئے —" وہ بولا۔

"خود اپنے لئے جینا بے معنی ہوتا ہے —" شبنم نے جواب دیا۔ جب صرف زندگی اپنے لئے ہوتی ہو بے معنی ہوتی ہے — شاید میں یہاں سے چلی جاتی اور دنیا کی وسعتوں میں گم ہو جاتی — مگر میں ایسا نہ کروں گی۔

میں چاہتی ہوں تم خود مجھے اپنے ہاتھوں دفن کرو — تاکہ دنیا یہ کہے کہ ایک اوباش ماں کی ناجائز اولاد ایسی ہی تو ہو سکتی ہے — گو وہ بے گناہ ہو۔"

"شبنم —" وہ پیار سے بولا — "خدا کی قسم میرے دل میں اب بھی تمہارا بے پناہ پیار ہے — اور میں نے اسی پیار کی وجہ سے شادی نہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے — مگر — مگر . . . ."

"ہاں ہاں بتاؤ مگر کیا۔؟" وہ بولی۔

مگر میں تمہیں بیوی نہ بنا سکوں گا — میں التجا کرتا ہوں شبنم کہ تم خودکشی کا ارادہ ترک کر دو — اور کوشش کرو کہ وہ الزام ختم ہو جائے جو تم پر لگایا گیا ہے — اس کے بعد میں تم سے شادی کر لوں گا" اسلم نے کہا۔

"اگر تم یہ چاہتے ہو کہ میں پکا ہوا پھول بن کر تمہاری جھولی میں آ گروں تو یہ تمہاری بھول ہے" وہ بولی "جدوجہد کے بعد اگر کوئی چیز حاصل کی جائے تو اس کا مزا دگنا ہو جاتا ہے — اور میں — میں ایک کمزور لڑکی — اتنا بڑا الزام کیسے دور کر سکتی ہوں — جب کہ مجھے خود نہیں معلوم کہ میں کیسے اس گھر تک پہنچی — اور کہاں سے یہ لوگ مجھے لائے۔؟"

اس نے ٹھنڈی سانس لی اور بولی — "کاش ان لوگوں نے مجھے سڑک کے کنارے بیچارگی کی حالت میں مرجانے دیا ہوتا۔ آج میں ان ذہنی دھچکوں سے تو بچ جاتی —"

"شبنم —" اسلم کے دل میں اس کے پیار کا طوفان سا اٹھا —

اور اس نے بڑے پیار سے شبنم کا ہاتھ پکڑ لیا۔

جھٹکے سے شبنم نے ہاتھ چھڑا لیا اور بولی "میرا ہاتھ ناپاک ہے اسے چھوڑ دو۔ میرے ساتھ تم خود بھی ناپاک ہو جاؤ گے۔ جاؤ ——— تم ان ملاقاتوں کا کفارہ ادا کرو، جو تم نے کی ہیں ——— اگر ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔"

شدت جذبات سے وہ بے قابو ہو گیا اور بولا "آؤ کہیں دور چلے جائیں ——— وہاں ہم ان لوگوں سے دور شادی کر لیں گے شبنم۔ میں تم سے اب بھی پیار کرتا ہوں ———"

گھر سے بھاگ جاؤں" وہ طنز سے بولی "تاکہ تمہارے گھر والے اور لوگ کہہ سکیں کہ شبنم آوارہ تھی ——— ناپاک، خون تھی وہ اسلم کے ساتھ بھاگ گئی ——— اوباش ماں کی اوباش بیٹی"

"مجھے اس کی پرواہ نہیں ———" وہ بولا۔

"مگر مجھے تو پرواہ ہے" وہ بولی "زندگی کا طویل سفر تم گھر والوں سے دور رہ کر طے نہ کر سکو گے۔ وہاں تمہیں شبنم کا پیار بھول جائے گا ——— اور پھر مجرم تو میں ہوں ——— میرے لئے تم کیوں مصیبت مول لو ——— اپنے گناہوں کا کفارہ مجھے ادا کرنے دو۔ اس گناہ کا جو میرے ماں باپ کا تو ہو سکتا ہے مگر میرا نہیں ——— مگر اس کا کفارہ میں نے ادا کرنا ہے ———"

"ہوش کی بات کرو شبنم" وہ بولا "میری بات پر غور کرو، میں دنیا بھر سے ٹکر لوں گا ———"

"اور گھر والوں سے دور رہ کر تم چند ہی روز میں مجھ سے نفرت کرنے لگو گے۔

بہرحال اب مجھے معلوم ہوگیا کہ تمہارے دل میں میرے لئے نفرت نہیں پیار ہے — اب میں آرام سے مر سکوں گی"

وہ اٹھی اور چلنے لگی — اسلم نے اسے روکنا چاہا — مگر وہ نہ رکی — اسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور ہاتھ کا بوسہ لے لیا۔

وہ باہر آئی — "اسلم" اس نے سسکی بھری "کاش تم میرے ہو سکتے — اور پھر وہ اس مقام کو حسرت سے دیکھتی رہی جہاں اسلم نے بوسہ دیا تھا۔

واپس آکر وہ رات بھر نہ سو سکی۔ بیتے دنوں کی یاد ناگ بن کر اسے ڈس رہی تھی۔

وہ دن اُس نے بسر کیا۔ خلافِ معمول وہ اس بند کمرے میں نہ رہی —
تمام دن اس نے پروین کے ساتھ گزارا۔ پروین بھی حیران تھی کہ آج وہ کیوں
افسردہ نہیں۔

اور شبنم — وہ زندگی کا آخری دن سکون سے گزارنا چاہتی تھی
اس نے پروین سے بہت سی باتیں کیں۔

اس نے کسی بات سے ظاہر نہ ہونے دیا کہ وہ اس کی زندگی کا آخری دن
ہے۔ شام کو وہ پرویز سے ملی۔ اس نے کہا۔

"شاید آپ ابو کہلوانا پسند نہ کریں۔ مگر میں اپنی زندگی کے اس آخری
دن آپ کو ضرور ابو کہوں گی — تاکہ میں سکون سے مر سکوں — میں
نے مرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ ابو میں شاید دنیا بھر کی نفرت برداشت کر لیتی
مگر آپ کی نفرت برداشت نہ کر سکی۔

میں بے گناہ ہوں — اگر گناہ ہے بھی تو میرے

والدین کا — مگر میں ان کے گناہوں کی سزا پانے کے لئے خود کو تیار کر رہی ہوں
اگر ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا — میں نے آپ کی عزت پر اپنے وجود کا سایہ
ڈال کر برا کیا۔

پرویز — وہ جس نے اسے بچپن سے پالا تھا۔ شدت جذبات سے
اسے سینے سے لگا کر کہنے لگا۔

"تم میری بیٹی ہو شبنم — میں غلطی پر تھا۔ تم نہیں مرو گی — ہرگز
نہیں۔ مجھے تم سے نفرت نہیں — تم میری بچی ہو — میں تمہیں ان لوگوں
سے دور لے جاؤں گا — اور وہ اسے پیار کرنے لگا۔

پروین رونے لگی اور شبنم پرویز کے سینے سے لگی بڑی دیر تک
سسکیاں لیتی رہی۔

اس کا مرنا آسان ہو گیا تھا۔

اور ان کے خیال میں شبنم نے اپنا ارادہ بدل لیا تھا۔

"میں تجھے یہاں سے لے جاؤں گا" ۔ اچانک پرویز نے پھر کہا۔ ہاں
میں تیری شادی بہت بڑے خاندان میں کر دوں گا اور تو زندگی کا باقی عرصہ سکھی
رہے گی —"

"سکھی رہوں گی —" اس نے دہرایا۔ "شاید اب میں سکھ نہ دیکھ سکوں
— آپ مجھے کہیں بھی لے جائیں۔ میری زندگی کی نحوست پھر میرے سامنے
آ جائے گی۔ اور یہ مجھے زندہ بھی نہ رہنے دے گی — وہ لوگ کبھی بھی کسی
بھی وقت مل جائیں گے۔ اور پھر سب بتا دیں گے۔" وہ چپ رہی اور بولی۔

"اور میں کسی بھی شخص کو دھوکہ نہ دوں گی ۔۔۔ اگر میرا خون ناپاک ہے تو اسے ضائع ہو جانا چاہئے ۔۔۔ کیونکہ ناپاک چیزیں کوڑے کرکٹ کے ڈھیروں پر پھینک دی جاتی ہیں ۔۔۔"

"مگر تم ناپاک نہیں ہو ۔۔۔" پروین نے تڑپ کر کہا۔ "دل کو تسلی دو بیٹی

دل ۔۔۔" وہ مسکرائی ۔۔۔ "اب دل کہاں ہے ۔۔۔ وہ دل ہی تو تھا جس نے اتنے چرکے لگائے ۔۔۔ اب یہ دل ہی پاس نہیں رہا ۔۔۔"

"شبنم ۔۔۔" پرویز نے سختی سے کہا ۔۔۔ "یہ تمہارے سوچنے کی باتیں نہیں انہیں تم نہ سوچو ۔ ہم جو مناسب ہوگا کریں گے ۔۔۔ اب کچھ صبر کرو ۔۔۔"

"جی اچھا ابو ۔۔۔" وہ آہستہ سے بولی ۔۔۔ اور پھر اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

پروین نے کہا ۔۔۔ "بیچاری کے دل کو چرکے لگے ہیں ۔ اسے یہ بات بتائی ہی نہیں جاتی ۔ اس کا واقعی دل ٹوٹ گیا ۔ ایسی باتوں سے تو انسان زندگی سے اکتا ہی جاتا ہے ۔۔۔"

"ہاں ۔۔۔" پرویز بولا ۔۔۔ "اب اسے تسلی دو اور حوصلہ دو ۔ ہماری کوئی اولاد نہیں ۔۔۔ ایسا نہ ہو کہ ہم اس اولاد سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں جو ہم نے بڑی چاہت سے پالی ہے ۔ اب یہی تو گھر کی رونق ہے ۔"

"اور آپ ہی نے تو اس کا دل توڑا ۔۔۔ وہ آپ کے رویّہ کی وجہ سے بد دل ہوئی ہے ۔۔۔" پروین نے جواب دیا ۔

"یقیناً ۔۔۔" پرویز نے جواب دیا "شاید میری غلطی تھی ۔ بہر حال اب اسے کوئی دھچکا نہ لگے گا ۔ اسے تسلی دو ۔ ہم کل ہی گھر بدلنے کی تیاری

کریں گے۔"

"جی اچھا ۔۔۔" پروین نے کہا۔

وہ شبنم کے لئے ۔۔۔ ہر قربانی دے سکتی تھی۔ سگی ماں کی طرح ۔ مگر اب وہ مطمئن تھی۔ کہ شبنم اب کوئی اقدام نہ کرے گی ۔۔۔ دنیا بھر اس کی مخالف ۔۔۔ ہے تو ہوا کرے ۔۔۔ وہ تو اس کے حامی تھے ۔

شام ہو چکی تھی ۔ پروین باورچی خانے میں مصروف تھی اور پرویز گھر سے باہر تھے اور شبنم خود اپنے کمرے میں تھی ۔

وہ بہت خوش تھی ۔ اس کی آنکھیں سوجھ چکی تھیں ۔ اور وہ آج خودکشی کرنے جا رہی تھی ۔ اس نے کہا ۔

" ماں تم جہاں بھی ہو مجھے معاف کر دینا ۔ میں حرام موت مر رہی ہوں ۔ صرف اس جرم میں کہ تم میری حفاظت نہ کر سکیں ۔

اس نے خودکشی کا ارادہ نہ بدلا تھا ۔ وہ خودکشی کرنے جا رہی تھی ۔ وہ چاہتی تھی کہ وہ ایسی موت مرے کہ اس کی لاش کم از کم گھر والوں کو مل جائے اور لوگ یہ خیال نہ کریں کہ وہ حرام موت نہیں مری بلکہ کسی کے ساتھ بھاگ

گئی ہے۔ اور اس جرم میں صرف اسے ہی نہیں اس کے والدین کو بھی بُرا بھلا کہا جائے۔

اس نے فیصلہ کیا کہ وہ کسی کار یا بس کی زد میں آجائے گی۔ ایک موت تو آسان ہو جائے گی۔ دوسرے گھر والوں کو مل جائے گی — آخر وہ اپنے کمرے سے باہر آئی۔

سب کچھ وہی تھا — وہی گھر — وہی لوگ — وہی ماحول اور وہی در و دیوار — اس نے حسرت سے ان سب کو دیکھا — اور پھر اس نے باورچی خانے میں جھانک کر دیکھا۔ پروین اپنے کاموں میں مشغول تھی اور ساتھ ہی ملازمہ کچھ پکا رہی تھی۔

پروین کی یہ عادت تھی کہ وہ ملازموں کی موجودگی میں کھانا خود پکایا کرتی۔

وہ آہستہ سے اپنے کمرے سے نکلی۔ اور پیدل چل دی — کہاں — یہ اسے خود معلوم نہ تھا۔

راستے میں لوگ آجا رہے تھے — خوش و خرم — دنیا کے کاموں میں مشغول — زندہ رہنے کی جد و جہد کے لئے۔

مگر اسے کسی چیز سے دلچسپی نہ تھی — اسے آج ہر چیز مایوسی اور غم میں ڈوبی ہوئی محسوس ہو رہی تھی — وہ چلتی رہی — پیدل — انجانی منزل کی طرف۔ جہاں موت اس کا انتظار کر رہی تھی۔

وہ ایک ویران کم آباد سڑک کے کنارے کھڑی تھی — کسی گاڑی کے

انتظار میں ۔ تاکہ جب بھی کوئی گاڑی ادھر سے گزرے اور وہ خود کود کر اس کی زد میں آجائے ۔

اور پھر اسے دور سے ایک گاڑی آتی دکھائی دی ۔۔۔ وہ تیز رفتاری سے آرہی تھی ۔ یہ ایک ہلکی سی کار تھی ۔۔۔ اور اسے باآسانی دنیا کے دکھوں سے دور کرتی ہوئی اپنے راستے پر جا سکتی تھی ۔

اسے یقین تھا کہ اسے کچلنے والی کار کا سوار وہاں رکنے اور خود کو جیل کی سلاخوں میں ڈالنے کا رسک نہ لے گا ۔ اور شاید وہ بڑی دیر وہاں پڑی رہے مگر وہ محتاط تھی ۔

اس نے جیب میں رقعہ ڈال رکھا تھا ۔ جس پر اس نے لکھا تھا کہ وہ دنیا کے دکھوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے خودکشی کر رہی ہے ۔ میرے خون کے الزام میں کسی بھی دوسرے پر شک نہ کیا جائے ۔ میں اپنی موت کی ذمہ دار خود ہوں ۔ اور پھر اس نے اپنا پتہ لکھتے ہوئے لکھا تھا کہ مجھے اس پتہ پر پہنچا دیا جائے ۔۔۔ تاکہ میرے وارث میری آخری رسوم ادا کر سکیں ۔

کار نزدیک آرہی تھی ۔ وہ تیار ہوگئی ۔۔۔ اس نے دنیا پر آخری نگاہ ڈالی ۔۔۔ اور پھر ۔۔۔ جونہی کار نزدیک آئی ۔ وہ درخت کی اوٹ سے کود کر سامنے آگئی ۔ اور پھر اس نے خود کو کار کی زد میں ڈال دیا ۔ بریک بڑے زور سے چرچرائے ۔ اور کار رک گئی ۔

اسے معمولی چوٹیں آئیں ۔ مگر وہ بیہوش ہو چکی تھی ۔

کار کا دروازہ کھلا ۔۔۔ اور اس میں سے جو نوجوان نکلا ۔۔۔ وہ احمد تھا ۔

اس کا منہ پولا بھائی۔

"شبنم — تم — وہ اس پر جُھکا

مگر وہ بیہوش تھی۔ اس نے نبض دیکھی اور پھر زخموں کو دیکھا۔ اس نے کار سے ایک کپڑا نکال کر زخموں پہ باندھ دیا تاکہ خون رک جائے — اور پھر آہستہ سے وہ اسے کار میں ڈالتے ہوئے زیر لب بڑبڑایا — "شبنم — تم نے خودکشی کیوں کی —" وہ بیحد پریشان تھا — بار بار وہ بیہوش شبنم کو دیکھتا۔

اور کار تیز سے تیز تر ہوتی چلی گئی — ہسپتال کی طرف جہاں جلد سے جلد وہ شبنم کو طبّی امداد دینا چاہتا تھا۔

ہسپتال میں شبنم کو داخل کر لیا گیا — سر کا زخم مہلک تھا — باقی زخم اتنے مہلک نہ تھے۔ رپورٹ لکھی گئی — اس نے شبنم کو اپنی بہن بتایا۔

اور پھر نرسوں نے اس کا لباس تبدیل کر دیا اور خون آلود لباس اسلم کو دیدیا گیا۔ اچانک اسے کپڑوں میں کسی کاغذ کی موجودگی کا احساس ہوا۔ جلدی سے اس نے وہ کاغذ نکال کر پڑھا۔

"خودکشی —" وہ آہستہ سے بولا۔ "مگر تمہیں کیا دکھ تھا — تم نے مجھے بتایا ہوتا — میں ضرور تیرا دکھ بانٹ لیتا میری بہن —"

اسے یوں لگا جیسے اس کی سگی بہن بیمار ہو۔ اور اس کی بہن نے دکھوں سے تنگ آکر خودکشی کی کوشش کی ہو۔

اور شبنم اس کی بہن کی سہیلی بھی تو تھی — اس نے مناسب خیال کیا کہ

وہ گھر والوں کو مطلع کرے تاکہ بے بی شبنم کی تیمارداری کر سکے۔ وہ خود تو زنانہ وارڈ میں نہ رہ سکتا تھا۔

چنانچہ اس نے گاڑی گھر کے راستے پر ڈال دی۔
ذہن پر ایک بوجھ تھا — اور وہ گم سم انجانی سوچوں میں گم تھا۔

بانو کو جب علم ہوا کہ اس کی ہمشکل لڑکی جو اس کی بہن بنی ہوئی ہے زخمی ہو کر ہسپتال میں ہے۔ اور وہ زخمی بھی اس کے بھیا کی کار سے ہوئی ہے تو اس نے بھیا سے خوب ناراضگی کا اظہار کیا اور پھر انہوں نے اپنی ممی کو بھی سب کچھ بتا دیا — شیخ صاحب گھر پر ہی موجود تھے۔

بیگم عابدہ اور شیخ صاحب حالات سے باخبر ہو کر بہت افسردہ خاطر ہوئے انہوں نے احمد سے کہا کہ وہ دیکھ بھال کر گاڑی نہیں چلاتا — مگر احمد نے انہیں وہ خط دکھایا۔ جس میں اس نے خودکشی کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا — بیگم عابدہ بےچین ہو گئیں۔

"آخر اس نے خودکشی کیوں کرنا چاہی —" وہ بولیں — "کہیں وہ شبنم تو نہیں —"

بھاگم بھاگ، وہ ہسپتال پہنچیں ۔۔۔۔ شبنم تاحال بے ہوش تھی ۔
بیگم عابدہ کو اس پر اس قدر پیار آیا کہ انہوں نے اس کا سر اپنے زانوں پر رکھ لیا اور اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگیں ۔۔۔ شیخ صاحب بھی چپ تھے جیسے ان کی بیٹی زخمی ہوگئی ہو ۔ احمد خاموش کھڑا تھا ۔۔۔ اور بانو رو رہی تھی ۔
ڈاکٹر کچھ دیر بعد پھر آیا ۔ اور اس نے شبنم کو انجکشن دیا ۔ اس نے کہا
" اب تھوڑی دیر میں یہ ہوش میں آجائے گی ۔۔۔ زخم زیادہ گہرے اور چوٹ شدید نہیں ہے ۔۔"
سبھی شبنم کے لئے دعا کر رہے تھے ۔ اور وہ بیگم عابدہ کی گود میں یوں سر دیئے لیٹی تھی جیسے وہ اپنی ماں کی گود میں سر دیئے لیٹی ہو ۔
اچانک شیخ صاحب نے احمد سے کہا ۔
" احمد بیٹے ۔۔۔ جلدی سے شبنم کے گھر والوں کو اطلاع دو ۔ اور ہو سکے تو ان کو ساتھ لاؤ ۔
" اچھا ابو ۔۔۔ اس نے جواب دیا ۔
اور وہ جلدی سے شبنم کے گھر کی طرف چل دیا ۔۔۔ جلد ہی وہ اس کے گھر پہنچ گیا ۔
پروین اور پرویز اس دوران اس بات سے بے خبر تھے کہ شبنم گھر پر نہیں ہے ۔۔ اور یہ بھی کہ اس نے خودکشی کی کوشش کی ہے ۔۔۔ انہوں نے مسکرا کر احمد کا استقبال کیا ۔
جوان بیٹی گھر سے یوں خودکشی کیلئے غائب ہو اور گھر والوں کا سکون

دم ہم برہم نہ ہو۔

یہ احمد کے لئے نئی بات تھی۔ مگر اس نے بات کرنے کیلئے تمہید نہ باندھی اس نے صاف صاف بتا دیا کہ شبنم خود اس کی کار کے نیچے آن کر زخمی ہو گئی ہے۔ اور یہ بھی کہ اس نے خودکشی کرنے کی کوشش کی۔

پروین اور پرویز بے حد بے چین ہو گئے۔

ننھی سی بچی کو انہوں نے پالا تھا ـــ اور اب جب کہ ان کے اپنے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ انہوں نے اسی بچی کو اپنی اولاد بنا لیا تھا اور اسی کو دیکھ کر جی رہے تھے۔

یہ الگ بات تھی کہ ایک وقتی بات نے ان کے ذہن پر بُرا اثر ڈالا تھا۔ مگر بالآخر پرویز تو شبنم کے لئے یہ جگہ چھوڑ دینے اور کسی اور جگہ منتقل ہو جانے کی سوچ رہے تھے۔

انہوں نے احمد کے ساتھ ہی جانے کا فیصلہ کیا۔ اور اس کی گاڑی میں سوار ہو کر وہ ہسپتال پہنچے ـــ ابھی تک شبنم بے ہوش تھی۔

بیگم پروین تو بے چاری نڈھال ہو گئیں۔

انہوں نے چند روز کی بچی کو پالا تھا۔ اور بڑے لاڈ پیار سے انہوں نے شبنم کے راستے کی ہر رکاوٹ کو اپنے راستے کا پتھر بنا لیا تھا۔ مگر اب وہ بچی انہیں اس قدر پیاری تھی کہ سگی بھی کیا ہو گی۔

مگر شیخ صاحب اور بیگم عابدہ کچھ اور سوچ رہی تھیں۔

انہوں نے پروین سے پوچھا ـــ " بتایئے ـــ اس نے خودکشی کی

کوشش کیوں کی ــــ ؟"

وہ کچھ بھی نہ بتا رہی تھی ــــ اس نے صرف اس قدر بتایا کہ وہ ایک لڑکے سے پیار کرتی تھی۔ وہ لڑکا بھی خاندان ہی کا تھا ــــ مگر شبنم سے اس نے شادی کرنے سے انکار کر دیا۔ اور شبنم نے اسے اپنی توہین خیال کیا؟

مگر وہ سب اس سے مطمئن نہ تھے۔ ان کے خیال میں شبنم ایسی بچی نہ تھی۔ جو اتنی سی بات پر خودکشی کر لیتی۔

پرویز نے خانصاحب کو فون کر دیا تھا ــــ کہ شبنم نے خودکشی کی کوشش کی ہے اور اب وہ زخمی حالت میں ہسپتال میں پڑی ہے۔

خان صاحب نے گاڑی نکالی اور بیگم سے کہا کہ وہ ان کے ساتھ ہسپتال تک چلیں۔

وہ بیحد اضطراب کے عالم میں تھے ــــ اسلم اور نشاط بھی ان کے ساتھ ہو لئے۔

تھوڑی دیر بعد ــــ ہسپتال میں سبھی جمع تھے۔

اور اسی دوران شبنم کو ہوش آ گیا۔

اس نے اپنے ارد گرد دیکھا ــــ اور سبھی کو وہاں موجود پا کر اور خود کو ہسپتال میں پا کر وہ حیران رہ گئی

اس سے قبل احمد اور اسلم بھی اس بات سے بے خبر تھے کہ ان کی بہنیں ایک دوسرے کی دوست لڑکیاں ہیں ــــ بہرحال یہاں ان کا بھی نئے انداز میں تعارف ہوا تھا۔ اور اسلم باتوں باتوں میں احمد کو بتا چکا تھا کہ

وہ جس لڑکی سے پیار کرتا ہے اس کے حسب و نسب کا انہیں علم نہیں۔
احمد اسے بتانا چاہتا تھا کہ اس کی بہن ایک دو دن کی تھی۔ اور ان
سے بچھڑ گئی تھی۔
مگر اس نے کچھ نہ بتایا تھا کیونکہ ملتا جلتا یہ واقعہ ان کے مسائل
حل نہ کر سکتا تھا
اور جب کہ وہ اتنے ڈرامائی انداز میں ملے۔ اور شبنم اور بانو ہم شکل
لڑکیاں وہاں آگئیں تو احمد نے اسلم سے پوچھا۔
"کیا یہ وہی لڑکی تو نہیں جس کے بارے میں تم نے ذکر کیا تھا۔"
"ہاں —" وہ بولا — "یہ وہی لڑکی ہے اور اس نے اسی وجہ سے
خودکشی کی ہے کہ میرے ماں باپ نے اسے ٹھکرا دیا اور خود میں مجبور تھا
اور اسے حوصلہ نہ دے سکا۔"
بیگم عابدہ کہہ رہی تھیں — بیگم — میں خدا اور رسول کے نام
پر تم سے پوچھتی ہوں کہ مجھے اس بچی کی ساری حقیقت بتا دو۔"
بیگم جبیں کچھ سوچتی رہیں — پھر انہوں نے ساری بات بتا دی
اور یہ بھی کہ وہ انہیں دو دن کی ملی تھی — اس وقت جب وہ خود بے
اولاد تھے۔
شیخ صاحب نے جلدی سے پوچھا — "کس مقام سے یہ آپ
کو ملی تھی —؟"
خان صاحب نے وہ مقام بھی بتا دیا — اور کچھ دیر بعد وہ لباس

بھی جس میں ملبوس وہ انہیں ملی تھی۔

کوئی بات بھی پوشیدہ نہ رہی تھی۔

اور یہ بات طے شدہ تھی کہ شبنم ان کی بچی ہے۔

شیخ صاحب، بیگم عابدہ احمد اور بانو بے تحاشا شبنم کو پیار کر رہے تھے۔ اور سبھی رو رہے تھے۔ شبنم بھی رو رہی تھی۔ امی نے سبھی کو بتایا کہ کس طرح ان کی سوتن نے یہ بچی ان سے جدا کر دی تھی اور کیسے وہ اس کے لئے تڑپتی رہیں۔ انہوں نے شیخ صاحب سے کہا۔

"دیکھا ــ میں نہ کہتی تھی کہ میری بچی زندہ ہے ــ بعد وہ مجھے ضرور مل جائے گی ــ"

پرویز اور پروین افسردہ تھے ــ کہ شبنم ان سے بچھڑ جائے گی۔

اب وہ انہیں ابو اور امی نہ کہہ سکے گی۔

اور خان صاحب اور بیگم جبیں دونوں خوش تھے کہ کم از کم ایک مسئلہ تو حل ہوا۔

شبنم یوں ماں کی گود میں گری ہوئی تھی جیسے اگر وہ ذرا بھی الگ ہوئی تو اس کی دنیا سے پھر جدا ہو جائے گی ــ نشاط سب سے زیادہ خوش تھی۔ اس لئے بھی کہ اب کم از کم شبنم کو کوئی حرامزادی نہ کہہ سکے گا ــ اور اس لئے بھی کہ اب وہ کسی رکاوٹ کے بغیر اس کی بھابی بن سکے گی۔

اسلم اسے عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا ــ جیسے وہ کہہ رہا ہو "مجھے معاف کر دو شبنم ــ میں نے بھی دوسروں کی طرح غلطی

کھائے آخر میں بھی تو ان ہی میں سے ہوں ___ میں اب بھی تم سے پیار کرتا ہوں شدید پیار ___ اور اب ___ ہمارے راستے میں کوئی رکاوٹ بھی تو نہیں رہی

شبنم نے ایک بار اسلم کو دیکھا۔

شکایتی نظروں سے۔

اور پھر اس نے اسلم کی نگاہوں میں وہ تحریر پڑھ لی۔

جو کہہ رہی تھی ___ مجھے معاف کر دو شبنم۔

اور وہ مسکرا دی۔

سب کے روبرو ___ جیسے کہہ رہی ہو ___ "میں نے تمہیں معاف کر دیا ___ تم بھی سب کچھ بھول جاؤ ___"

شبنم کے زخم اتنے گہرے نہ تھے ___ بیگم عابدہ نے ڈاکٹر سے کہا۔

"اگر آپ اجازت دیں تو ہم بچی کو گھر لے جائیں ___"

ڈاکٹر نے اجازت دے دی - اور وہ شبنم کو اپنے گھر لے گئے۔

دو دن کی بچی ___ اب جوان ہونے کے بعد اپنے ماں باپ، بہن بھائیوں اور گھر کے در و دیوار سے ملی تھی۔

اور گھر والے یوں محسوس کر رہے تھے۔ جیسے ان کی گمشدہ حقیقت مل گئی ہو۔

وہ شبنم کے لاڈ پیار میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانا چاہتے تھے۔

اور بیگم عابدہ اسے یوں سینے سے چمٹائے پھر رہی تھیں ___ جیسے اگر ان سے ذرا سی چوک ہو گئی تو ان کی بچی ان سے پھر بچھڑ جائے گی۔

اسلم کی خالہ ـــ خالو ـــ اور نجمہ ـــ مری سے آ گئی تھیں۔
وہ نجمہ اور اسلم کی منگنی پکی کرنے آئی تھیں۔
نجمہ بہت خوش تھی ـــ وہ اپنی منزل تقریباً پا چکی تھی۔
مگر اب ـــ اسلم کی سوچوں کا محور بدل چکا تھا۔
وہ شکوک ختم ہو گئے تھے کہ شبنم حرامی بچی ہے۔ اب اس کے والدین کا پتہ چل گیا تھا۔
اور وہ اتنے معزز لوگ تھے کہ کوئی بھی لڑکا ان کی لڑکی سے شادی کرنا باعث فخر و عزت خیال کرتا ـــ اور یوں بھی ـــ شبنم ان کے گھر میں پلی بڑھی تھی ـــ اس کی ایک ایک حرکت اور زندگی کا ایک ایک لمحہ ان کے سامنے تھا۔ وہ سب جانتے تھے کہ وہ شریف بھی ہے اور ذہین بھی ـــ وہ خوبصورت بھی ہے ـــ اور شرم و حیا والی بھی۔
تو پھر انہیں اور کیا چاہیئے۔

مگر — خالہ کو ٹھکرایا بھی تو نہیں جا سکتا تھا۔

اس صورت میں جب کہ خود انہوں نے خالہ سے رشتہ مانگا تھا اور خالہ نے ہاں کر دی تھی۔

اور اب خالہ خود ان لوگوں کی خواہش پر یہ رشتہ پکا کرنے آئی تھیں ایسی صورت میں خالہ سے انکار کر دینا اور بیٹی کا رشتہ ٹھکرا دینا دو خاندانوں میں مستقل دشمنی پیدا کرنے کا باعث بھی بن سکتا تھا۔

مگر اسلم فیصلہ کر چکا تھا کہ وہ ہر قیمت پر یہ رشتہ ٹھکرا دے گا۔ اور نشاہ بھی ہر مخالفت اور رشتے کو نظر انداز کر کے بھائی کی خوشیوں میں اسی کا ساتھ دینے کا فیصلہ کر چکی تھی۔

گھر میں بھاگ دوڑ جاری تھی۔

خان صاحب اور بیگم دونوں منگنی کی تیاریاں کر رہے تھے۔ اور ان کے درمیان نجمہ اپنے اس کمرے میں بند رہتی — جس میں اسے رکھا گیا تھا۔ بہر حال اس نے اپنی ممی کے کہنے سے اسلم سے پردہ کر لیا تھا اور یہ پردہ کرنا یوں بھی ضروری تھا — وہ سب اپنے اپنے خیالوں میں تھے۔

ابو اور امی — بیٹے کی شادی اور منگنی کی خوشیاں دیکھنے کے حسین تصورات میں۔

نجمہ — ان سنہری سپنوں میں گم تھی — جو ہر لڑکی شادی سے قبل شادی کے تصور سے دیکھا کرتی ہے۔

اسلم — وہ پریشان تھا کہ اس طوفان کو کیسے روکا جائے جو اس

کی خوشیوں کو بہالے جانے کو بیتاب تھا۔

اور نشاط — وہ ہر ایک راستے کی دیوار بن جانا چاہتی تھی۔ وہ شبنم اور اسلم کی خوشیوں کو پامال ہوتے دیکھنا نہ چاہتی تھی — اور اسی شام اس نے اسلم سے کہا۔

" اسلم بھیّا — یہ فیصلہ کن اقدام کا وقت ہے۔ تم مرد ہو دوٹوک بات کرو۔ ورنہ پھر کئی زندگیاں زندگی بھر سسکتی رہیں گی۔"

" نشاط۔"

وہ گہری سوچ میں بولا۔

" میں نے فیصلہ کر لیا ہے — اور میں آج ہی منگنی سے قبل اس پر عمل کروں گا —"

اور پھر وہ نجمہ سے ملا۔

اس نے نجمہ کو ساری بات بڑے متاثر کن انداز میں بتائی اور پھر اس کا ہاتھ تھام کر بولا۔

" تمہارا کوئی بھائی نہیں ہے — تمہیں شوہر تو اور بھی مل جائیں گے مگر شاید تمہارا کوئی بھائی نہ بن سکے۔ میں تم سے بہن اور بھائی کا رشتہ استوار کرتا ہوں — میرا خیال ہے تم اس مقدس رشتہ کا پاس کرو گی —"

وہ چکرا گئی — اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ پھر اس نے خود پر قابو پایا اور بولی۔

"مجھے یہ رشتہ منظور ہے اسلم بھیا — میں ایک بہن بن کر دکھاؤں گی — تمہیں تمہاری خوشیاں دوں گی۔"

وہ خوش ہو گیا۔ اور بولا۔

"تو میں ابو اور امی سے اس کا ذکر کر دوں —"

"نہیں —" وہ سختی سے بولی۔

"تمہاری طرف سے یہ اعلان اس بات کا اعلان تصور کیا جائے گا کہ تم نے مجھے ناپسند کیا اور ٹھکرا دیا — اور یہ تو میں کوئی لڑکی برداشت نہیں کر سکتی — یہ کام مجھے کرنے دو — تب [illegible] داغ نہیں لگ سکتا۔ اور میری عزت بھی رہ جائے گی۔"

اور اسلم نے اس بات سے اتفاق کیا۔

اور پھر — شبنم نے اعلان کر دیا کہ وہ اسلم کی بہن بن کے رہے گی — اور وہ شادی نہیں کرے گی۔ گھر میں تو گویا طوفان ہی آ گیا — سب لوگ اسے سمجھاتے رہے — مگر وہ نہ مانی — اور پھر نشاط نے ہمدردی سے کہا۔

"ابو — اسلم بھیا شبنم سے پیار کرتے ہیں — اس نے اسی لئے تو خودکشی کی تھی۔ وہ اسلم بھیا کے بغیر نہ جی سکے گی۔ ان دونوں کی خوشیاں ان کو سونپ دیتے ہیں کیا حرج ہے۔

اور اب ان کے راستے میں کوئی رکاوٹ بھی تو نہیں — اب وہ دونوں ایک ہو سکتے ہیں۔ شبنم کے ماں باپ سے اس کا رشتہ مانگ لیں۔"

کچھ ششش و پنج کے بعد بیگم جبیں مان گئیں۔ خان صاحب تو پہلے ہی تیار تھے انہیں تو کسی بھی جگہ بیٹے کا رشتہ کر دینے میں اعتراض نہ تھا۔ بیگم جبیں نے بہن سے کہا۔

ان کی بیٹی نے خود انکار کیا تھا۔ اور وہ بے چاری خود ان سے شرمندہ تھیں انہوں نے کہا: "ہاں یہ بہتر ہے۔ ہم کل ہی ان کے یہاں جائیں گے۔ اور ان سے شبنم کا رشتہ مانگیں گے۔"

چنانچہ۔ انہوں نے دوسرے ہی روز شبنم کے ہاں جانے اور رشتہ طے کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ خوش قسمتی سے انہیں اسی وقت شیخ صاحب کا ایک ملازم ایک کارڈ دے گیا۔

انہوں نے اپنی بیٹی سے ملنے کی خوشی میں ایک شاندار دعوت کا پروگرام بنایا تھا وہ اس دعوت میں یہ بات لوگوں کو بتا دینا چاہتے تھے کہ شبنم ان کی اپنی بیٹی ہے۔ اور اس پر جو الزام لگائے گئے ہیں وہ غلط تھے۔ اور صرف حالات کی پیداوار تھے اس دعوت میں سبھی ملنے والوں کو بھی بلایا گیا۔ اور سبھی ان لوگوں اور ان کے رشتے داروں کو بھی جنہوں نے شبنم کی پرورش کی تھی اور اسے سہارا دیا تھا۔

یہ اچھا موقع تھا کہ اس موقعہ پر اسلم کے لئے شبنم کا رشتہ مانگ لیا جائے۔ اور اس دعوت میں ان کی منگنی کا اعلان بھی کر دیا جائے۔

اس دعوت میں سبھی نے شبنم کو دینے کیلئے بیش قیمت تحفے خریدے تھے۔ مگر نشاط سب سے زیادہ خوش تھی۔ اور بانو نشاط سے بھی زیادہ خوش تھی اسے ایک بہن مل گئی تھی۔ اس کی اپنی بہن۔ جس کی اس نے بار بار تمنا کی تھی۔

بیگم عابدہ اور خان صاحب ـــ دونوں کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا ـــ ان کی بچی جوان ہو کر انہیں مل گئی تھی۔

اور یوں بھی لڑکی خاندان کا ناموس ہوا کرتی ہے ـــ اور انہیں زیادہ خوشی اس بات کی تھی کہ وہ بچی غلط ہاتھوں نہ چڑھی تھی ـــ بلکہ ایک شریف خاندان نے اسے بیٹی بنا کر پالا تھا ـــ اور ایسی اعلیٰ تعلیم و تربیت سے نوازا تھا کہ شاید وہ خود بھی ایسا نہ کر سکتے۔

انہوں نے دعوت کا اہتمام اپنی کوٹھی کے وسیع کمپاؤنڈ میں کیا تھا۔ وہاں کرسیاں، شامیانے اور دعوت کا انتظام کیا گیا تھا۔

خوش قسمتی سے یہ دن ـــ شبنم کی سالگرہ کا دن بھی تھا۔

زخم شبنم کی ٹانگ پر لگا تھا۔ اور وہ کسی قدر اچھا ہو گیا تھا ـــ مگر اب وہ چل پھر رہی تھی۔

وہ بیسویں سالگرہ منا رہی تھی ـــ اور اسی شام دعوت سے پہلے

اس نے اٹھارہ موم بتیاں بجھائی تھیں — اور اپنے گھر میں اپنی سالگرہ کا کیک کاٹا تھا — مہمان آ چلے تھے۔

بانو اور شبنم دونوں ہم شکل بہنیں ایک ساتھ بیٹھی تھیں۔ حیرت انگیز طور پر مشابہت — دیکھنے والوں کو حیران کر رہی تھی مگر لوگ انھیں لباس سے پہچانتے تھے۔

بانو نے نیلے کا لباس پہن رکھا تھا۔ اور شبنم نے سُرخ رنگ کا۔ اس لباس میں وہ بالکل دلہن دکھائی دیتی تھی — اور پہلے سے کئی گنا زیادہ خوبصورت۔

ماں باپ سے ملنے کے بعد اس کے چہرے پر سکون سا چھا گیا تھا۔ جس نے اس کی معصومیت اور حسن کو دو چند کر دیا تھا۔

احمد بہنوں کے قریب ہی بیٹھا تھا۔ اور آنے والوں سے اپنی بہنوں کا تعارف کرا رہا تھا — سبھی مہمان جمع ہوئے۔ اور پھر پارٹی ہوئی۔

ماں باپ، بہن بھائی اور مہمانوں کے ہجوم میں جب شبنم نے کیک کاٹا تو وہ بیحد خوش تھی اور اس کا چہرہ شدت جذبات سے تمتما رہا تھا۔

اس نے کیک کاٹا — اور پھر مبارکباد کے دریا اور طرح طرح تحفوں سے نواز دیا گیا۔

اسلم بھی اس محفل میں موجود تھا — جب وہ اپنا تحفہ شبنم کو دینے لگا تو اس نے اپنی انگلی اس کے ہاتھ سے یوں ٹکرائی جیسے اسے پیار کا پیغام دے رہا ہو۔

"میں تیری خوشیاں پوری کروں گا شبنم ـــ"

شبنم نے بڑی بھرپور نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ اور اس تمام بات کو احمد نے بھی محسوس کیا تھا اور اس کے والدین نے بھی۔

اور پھر اچانک پروین نے بیگم عابدہ سے کہا۔

"ذرا میری ایک بات سنیئے ـــ"

وہ ان کی طرف متوجہ ہوئیں اور بولیں ـــ "فرمائیے ـــ کیا بات ہے۔؟"

"ذرا اندر کمرے میں آیئے ـــ" پروین نے کہا۔

بیگم عابدہ کچھ حیرانی اور کچھ شش و پنج میں اندر پہنچیں۔ کمرے میں ـــ پروین ـــ بیگم جبیں ـــ خانصاحب ـــ اسلم اور نشاط ـــ احمد موجود تھے۔

حیرانی کے عالم میں وہ بھی صوفے پر بیٹھ گئیں۔

کچھ دیر سب خاموش رہے۔ پھر بیگم جبیں نے کہا۔

"بہن عابدہ ـــ میں شبنم کو اپنی بیٹی بنانا چاہتی ہوں ـــ ہم نے اسے پرورش کیا پڑھایا ـــ اور وہ میرے بیٹے اسلم سے بڑی مانوس ہے ـــ ہم سب نے فیصلہ کیا ہے کہ ان کی شادی کر دی جائے ـــ آخر ہمارا اس پر حق ہے۔ مگر اب جبکہ اصلی والدین مل گئے ہیں آپ کی رضامندی لینا ضروری ہے ـــ آپ فرمائیے آپ کی کیا رائے ہے۔؟"

سبھی خان صاحب اور بیگم عابدہ کو دیکھ رہے تھے۔ اور ان کے فیصلے کے منتظر تھے۔

بیگم صاحبہ شیخ صاحب کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ باقی سب خاموش تھے۔ پھر شیخ صاحب نے ہی کہا۔

"اگر آپ سب فیصلہ کر چکے ہیں تو ہمیں کیا اعتراض — جیسے آپکی خوشی ہمیں منظور ہے —"

اسلم اور نشاط کے چہرے پر سُرخی دوڑ گئی — باقی سب بھی بیحد خوش تھے۔

بیگم نے کہا — "شبنم بیٹی کو بلاؤ — ابھی اسلم اسے انگوٹھی پہنائے گا — ہم اس کام میں دیر کرنا نہیں چاہتے —"

بیگم عابدہ بھی اس رشتے سے خوش تھیں — وہ تو خود سوچ رہی تھیں کہ وہ اپنی بیٹی کی خوشیاں پوری کریں — جس خلش کو دل میں لیئے ان کی بیٹی نے خودکشی کی کوشش کی ہے وہ خلش نکل جائے — اور ان کی بیٹی نے جس خواب کی تعبیر چاہی ہے وہ اسے مل جائے۔

وہ تیزی سے باہر آئیں — اور انہوں نے شبنم کو ساتھ لیا اور اندر کمرے میں آگئیں۔

سبھی کو کمرے میں جمع دیکھ کر شبنم گھبرا گئی — پھر جلد ہی اسے معلوم ہو گیا کہ بات اسی کے بارے میں ہو رہی ہے۔

اچانک پروین اٹھی — اور اس نے شبنم کو لاکر اسلم کے مقابل بٹھا دیا۔

پھر بیگم جبیں نے انگوٹھی اسلم کو دی اور کہا۔

"لے بیٹے اپنی دلہن کو پہنا دے ۔"

"دلہن ۔۔ "یہ لفظ اسلم کے لئے مسرور کن تھا ۔۔ شرم سے اس کا سر جھک گیا ۔ اور وہ شرم سے پانی پانی ہو گئ ۔

اور پھر ۔۔ کانپتے ہاتھوں سے اسلم نے وہ انگوٹھی شبنم نے ہاتھ میں پہنا دی ۔

سبھی نے مبارکبادیں دیں ۔

اچانک پروین نے ایک ہیرے والی انگوٹھی نکالی ۔ اور شبنم کو دیکر بولیں ۔

" تم بھی اسلم کو انگوٹھی پہناؤ بیٹی " پروین کے اس اقدام سے سبھی گم سم ہو گئے ۔۔ بہرحال پروین نے شبنم کی ماں سے بڑھ کر اس سے پیار کا ثبوت دیا تھا ۔

شبنم ہاتھ میں انگوٹھی پکڑے ۔ شرم سے زمین پر نظریں گاڑے بیٹھی رہی ۔ اور پھر ۔ خود پروین نے اسلم کا ہاتھ پکڑ کر شبنم کے سامنے کر دیا اور بولی ۔۔ " لو بیٹی پہناؤ انگوٹھی ۔۔ "

اور شبنم نے اس کے ہاتھ میں انگوٹھی پہنا دی ۔

پھر مبارکبادوں کا شور اٹھا ۔ عابدہ بیگم گہری سوچوں میں گم تھیں انہوں نے سرگوشی کے انداز میں بیگم جبیں سے کہا ۔

" میری خواہش ہے کہ میں نشاط کو اپنی بیٹی بنا لوں ۔۔ خیر سے میرا بھی ایک بیٹا ہے اور وہ چپ ہو گئیں اور غور سے بیگم جبیں کو دیکھنے لگیں ۔

بیگم نے کہا " میں اس کے باپ سے مشورہ کر لوں " سرگوشیوں میں

ہی خالو صاحب سے مشورہ ہوا — اور ششش و پنج میں انھوں نے ہاں کر دی۔
کم از کم یہ بات خلافِ توقع نہ تھی — اور ماحول کی مناسبت سے وہ انکار بھی نہ کر سکتے تھے۔

اور پھر بیگم عابدہ نے — احمد سے کہا۔

"احمد بیٹے — نشاط کو انگوٹھی پہنا دو —"

سبھی چونک اٹھے — اور نشاط بھی — اس کے تو خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ اچانک اس کی شادی بھی طے ہو جائے گی۔

اور نہ یہ بات احمد کے علم میں تھی۔

جھجک کر — کانپتے ہوئے ہاتھوں سے — شرماتی ہوئی نشاط کو احمد نے انگوٹھی پہنا دی۔

پھر مبارکبادوں کا شور ہوا — اور تب — ملازم نے آکر کہا۔

"جناب باہر مہمان کھانے پر آپ کا انتظار کر رہے ہیں — ان کو کیا جواب دیں۔

"ہم آرہے ہیں —" خان صاحب نے کہا۔

اور پھر سب مہمانوں میں چلے گئے۔

کھانے سے قبل انھوں نے جب ان منگنیوں کا اعلان کیا تو مہمانوں نے بھی مبارکبادیں دیں۔

اور باقی تمام وقت وہ سرگوشیاں کرتے رہے۔

شبنم اور نشاط — وہ دونوں اندر کمرے میں گئیں — منگنی ہونے کے بعد — وہ اپنے ہونے والے مجازی خداؤں کے سامنے نہ جا سکتی تھیں۔

نشاط نے شبنم سے کہا: "اب تو بن گئیں نا میری بھابی۔"

"یقیناً —" شرما کر وہ بولی: "اور اپنے بارے میں کیا خیال ہے — کیسے اچانک حالات پیدا ہو گئے کہ تم بھی بیٹھے بٹھائے میری بھابی بن گئیں۔"

نشاط کو اس لفظ کی نزاکت کا اندازہ ہوا — وہ شرما کر زمین کو گھورنے لگی — یوں جیسے اس کے روبرو شبنم نہ ہو — خود احمد ہو۔

شبنم نے اس کی شرم کو محسوس کیا۔ وہ بولی: "میں سچ بتاؤں — میرے بھیا اتنے اچھے ہیں کہ شاید چراغ لیکر ڈھونڈنے سے بھی نہ ملیں — اور میں — خود چاہتی تھی کہ تمہیں بھابی بناؤں — مگر خدا کا کرنا ہے کہ اس نے خود سب حالات پیدا کر دیئے۔"

"ہاں —" نشاط نے اسی قدر کہا: "اب کوئی اور بات کرو —"

"اور بات کیا کروں —" وہ بولی: "اب سب سے دلچسپ موضوع تو یہی ہے۔"

نشاطؔ نے اچانک کہا: "شبنم — مجھے یہ خوشی کیا کم ہے کہ ہماری رشتے داری اتنی گہری ہو گئی — ہم پہلے بھی بہنیں تھیں — اور اب بھی۔"

اور پھر — ملازمہ نے آکر ان سے کہا — "باہر مہمانوں میں آپ کو بلایا جا رہا ہے۔"

وہ ایک دوسرے کو گھورنے لگیں۔ یوں جیسے ان کا بلایا جانا معیوب ہو۔ دونوں کو باہر جاتے شرم آرہی تھی — یوں جیسے انہوں نے کوئی جرم کیا ہو اور وہ دوسروں کا سامنا نہ کر سکتی ہوں — مگر بہر حال انہیں باہر جانا تھا۔ انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا — اور پھر۔

وہ لڑکھڑاتے قدموں سے اٹھ کر باہر چل دیں — مہمانوں کے درمیان وہ بھی موجود تھیں — اور ان کے مجازی خدا بھی — اسلم اور احمد۔

مگر وہ خود ان سے آنکھیں چرا رہے تھے — یہ تو ہمارے معاشرے کی روایت ہے کہ ہونے والے میاں بیوی ایک دوسرے سے دوسروں کی موجودگی میں شادی سے پہلے نہ تو بات کر سکتے ہیں — اور نہ ایک دوسرے کو جی بھر کر دیکھ سکتے ہیں۔

بانو ان دونوں کے درمیان یوں کھڑی تھی۔ جیسے ان دونوں سے پیار ہو اور ماں باپ کی خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا۔

اچانک پروین نے کہا — "بہن عابدہ ایک بات کہوں۔؟"

"ایک نہیں سو کہو —" وہ بولیں

"میں نے شبنم کو اولاد بنا کر پالا ہے — اور یوں بھی میرے کوئی اولاد نہیں

ہے۔ ہر ماں کی طرح میری بھی خواہش ہے کہ میں خود اس کی شادی کروں اور اپنے گھر سے رخصت کروں۔"

وہ سوچنے لگیں — پروین نے پوچھا — "کیا سوچنے لگیں؟"

"یہی کہ ہم نے جس بیٹی کو کھو دیا تھا — کیا اس کی شادی اور رخصتی بھی اپنے ہاتھوں اور اپنے گھر سے نہ کر سکیں گے —"

پروین اداس ہو گئی — اس نے کہا "ہاں — یہ بھی ایک مسئلہ ہے"

اتنے میں شیخ صاحب بھی قریب آ گئے۔ انہوں نے پوچھا "کیا بات ہے بیگم —"

"پروین کی خواہش ہے کہ شادی وہ خود اپنے گھر سے کریں — اور رخصتی وہیں سے ہو —"

"ہاں ہاں کیا حرج ہے —" شیخ صاحب نے کہا "آخر ان لوگوں کا بھی تو کوئی حق ہے — انہوں نے بھی تو بچپن سے اب تک شبنم کو پالا۔ پڑھایا — اور اس سے محبت کی — ہم تو صرف اس بچی کو جنم دینے کے سزاوار ہیں — جیسے تم چاہو گی ویسا ہی ہوگا — شبنم کی شادی تمہارے ہاں ہی ہوگی —"

پروین بھی پاس ہی تھی — انہوں نے بھی شیخ صاحب کا شکریہ ادا کیا — آخر ان کی بھی تو خواہش تھی۔

چور آنکھوں سے احمد اور نشاط — ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

اور شبنم — اسلم سے خوب خوب باتیں کرنا چاہتی تھی۔

مگر ان کے درمیان وہ دیوار حائل ہو چکی تھی — جو شادی سے پہلے وہ پھلانگ بھی نہ سکتے تھے۔

بہر حال شادی کی رات تک انہیں انتظار کرنا تھا۔

کافی دن گزر گئے۔ بچوں کی منگنی کر دینے کے بعد ماؤں کی سب سے بڑی خواہش ہوتی ہے کہ وہ بیٹوں کو دولہا — اور بیٹیوں کو دلہن بنی دیکھیں — اور یہ خواہش بیگم عابدہ اور پروین کے دل میں بھی تھی — گو بیگم عابدہ جنھوں نے بیٹی کو کھو کر پایا تھا — پھر وہ اتنی جلدی شبنم کو خود سے دور کرنا نہ چاہتی تھیں۔

مگر پروین کو بہت جلدی تھی۔ وہ شبنم کو جلد سے جلد دلہن بنانا چاہتی تھی۔

اس نے بیگم عابدہ اور شیخ صاحب سے مشورہ کیا اور ان پر زور دیا کہ وہ اجازت دیں تو خان صاحب اور بیگم جبیں سے مشورہ کر لے — اور شبنم کی شادی کی تاریخ لے لے — خان صاحب اور بیگم جبیں — شبنم اور نشاط کی شادیاں ایک ہی دن کرنا چاہتے تھے — چنانچہ انہوں نے فیصلہ کیا کہ خاندان کے سبھی بزرگ جمع ہو کر شادی کی کوئی مناسب تاریخ طے کریں — خاندان کے سبھی بزرگ جمع ہوئے — اور — پندرہ تاریخ شادی کی طے کر دی گئی۔

شادی پروین کے گھر ہونا قرار پائی — اور دونوں براتیں ایک ہی روز آنے کا پروگرام

بیگم پروین اور پرویز کیلئے یہ اعزاز کم نہ تھا۔ کہ وہ اپنی بیٹی بناکر شبنم کو الوداع کرتے۔
انھوں نے بڑے خلوص سے جہیز تیار کیا۔ اور قیمتی سے قیمتی جہیز دینے میں بھی کوتاہی سے
کام نہ لیا۔ پھر انھوں نے گھر کو دلہن کیطرح سجایا۔ ان تمام کام میں دوسرے گھر انوں
نے بھی حصہ لیا۔ مگر پروین سب سے پیش پیش تھی۔ وہ اتنی تیزی اور اتنی گرم
جوشی سے تمام کام سرانجام دے رہی تھی۔ جیسے اس کی سگی بیٹی کی شادی ہو۔

اسلم کا خیال تھا کہ اس شادی میں نجمہ اور اس کے گھر والے شریک نہ ہونگے۔
مگر وہ دھوم سے شادی میں شریک تھے۔ اور نجمہ نے ہر کام اسلم کی بہن بنکر انجام دیا۔

دونوں براتیں اسی دھوم دھام سے آئیں جس کی توقع تھی۔ اور گھر والوں نے
ہر وہ ارمان پورا کیا جو انکے بس میں تھا۔ آخر اتنے دکھوں اور تکالیف کے بعد
تو انہیں خوشی کے چند لمحے میسر آئے تھے۔ شادی کی سبھی رسومات پورے
سکون خوشی اور خیر و عافیت سے منائی گیئں۔

نشاط اور شبنم دلہن بنی بیٹھی تھیں۔ اپنے ہونے والے مجازی خداؤں
کے انتظار میں۔ جو خود دولہا بنے انہیں لینے آپہنچے تھے۔ ان کے دل دھڑک
بھی رہے تھے۔ اور ذہنوں میں خوشیاں بھی ناچ رہی تھیں۔ ایک انجانا سا
خوبصورت تصور ان کی خوشی کو دوبالا کر رہا تھا۔

وہی حسن۔ جس کو انہوں نے خوابوں میں بار بار دیکھا تھا۔ اور بے تکلف
سہیلیوں سے سنا تھا۔ اور جس کے تصور سے ہی انہیں شرم آجاتی تھی۔

اور پھر۔ پھر وہ۔ دلہن بنکر رخصت ہوگیئں۔

اور اسی رات۔ جب اسلم نے شبنم کا گھونگھٹ اٹھایا تو۔ وہ شرم سے

اس سے آنکھیں نہ ملا سکی ــــ اسلم نے بڑے پیار سے ایک اور خوبصورت نیکلس اسکی گردن میں ڈالا۔ اور بولا ــ" کچھ اس حسین رات کا تحفہ ہمیں بھی تو دو ــ"

وہ اس کیلئے تیار نہ تھی ــــ وہ کچھ دیر رکی ــــ اور پھر ــــ پھر وہ اسلم کے سینے سے یوں لگ گئی جیسے اس نے اپنا آپا اسلم کو سونپ دیا ہو۔

داہنے ہاتھ سے اسلم نے اس کا چہرہ اپنے مقابل کیا ــــ اور اسکے ہونٹوں کو چوم لیا ــــ وہ شرمائی ــــ مسکرائی ــــ اور سمٹ گئی۔ اسلم خود پر کنٹرول نہ رکھ سکا۔

اور پھر ــــ روشنی تاریکی میں ڈوب گئی ــــ کیونکہ محبت کے مراحل کی آخری حدیں تاریکی ہی میں پوری کی جاتی ہیں۔

اور دوسری طرف ــــ احمد نشاط سے بڑے پیار سے کہہ رہا تھا۔

" ہماری شادی ــــ اور پیار ایک حادثہ ہی تو ہے ــــ"

" جی ہاں ــ" وہ مسکرا کر بولی ــ" مگر یہ حادثہ بے حد حسین ہے ــ"

رات کے ان آخری مراحل میں وہ کئی مراحل سے گزر چکے تھے۔ اور کافی بے تکلف ہو کر بڑے گھل مل کر باتیں کر رہے تھے ــــ ان کے دل کی دھڑکنیں مشترک ساز پر ہم آہنگ تھیں۔

اور نشاط ــــ احمد کے بازوؤں پر سر رکھے بڑے پیارے انداز میں مسکرا رہی تھی ــــ ان کے دل کہہ رہے تھے۔

کاش امیدوں کی یہ رات کبھی ختم نہ ہو۔

{ختم شد}